

"یار تم آج کچھ زیادہ ہی چیزے ہو رہے ہو کوئی خاص وجہ  
آصف نے اسے گھورا۔  
کارہد نہیں دکھائے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" آصف  
لہے میں حیرت عسوں کر کے محمود نے اس سمت میں دیکھا اور وہ  
سے رہ گیا۔

پارک کے پھیون پر ایک چھوٹہ بنا ہوا تھا۔ اس چھوٹے پر  
لوگوں کو جگایا گیا تھا۔ اور ان پر کوئے پرسائے جا رہے تھے۔  
لوگ ان کے ارد گرد کھڑے یہ تماشادیکہ رہے تھے۔

"اف مالک! یہ کیا ہو رہا ہے۔" محمود بولا۔  
"اکی... دیکھتے ہیں۔"

دو لوں اس طرف بڑھے۔ نزدیک ہیچنے پر انہوں نے دیکھا۔  
کہ مارکھانے والے بست پر سکون انداز میں مارکھا رہے تھے۔ بہاء  
کوئے پرسائے والے پورے زور سے کوئے پرسائے تھے۔  
"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے بھائی۔" محمود نے ایک لٹاشی سے  
پوچھا۔

"نے ہو اس شہر میں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔  
"ہاں! نئے ہیں۔"

"اُن لوگوں نے اعلان کیا ہے یہ اسلام ہرگز نہیں پھوڑیں  
گے چاہے ان کی کھال گرا دی جائے۔ اب ان کی کھال گرا تی جا  
رہی ہے۔"

"اوہ!!" محمود کے منہ سے لکلا۔

اور پھر وہ وہاں سے پیچھے ہو گئے۔ کیونکہ یہ نظارہ ان سے دیکھا  
رہا تھا۔

"آن بھی ایسے لوگ ہیں.... جو اپنے دین کے لئے جائیں وہا  
ہتے ہیں۔" محمود نے چند باتی انداز میں کہا۔

"ہمیں اگر ان کا سراغ نہ لگتا ہوتا تو ہم بھی ضرور یہ مزا  
نکھنے۔ میرا بھی چاہ رہا ہے کہ اس چھوٹے پر جا کر لیٹ جاؤں اور اعلان  
کروں۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ مجھے بھی کوئے مارو۔"

"بوش میں آئے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت یہ مظہر اسی  
ہے رکھنا یا رہا ہے کہ کچھ اور لوگ اگر ایسے ہیں تو وہ بھی سامنے آ  
 جائیں اور انہیں گرفتار کیا جائے۔" محمود نے رازدار انداز میں کہا۔

"اوہ... یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔" آصف نے پریشان ہو کر  
کہا۔

"ہاں! ہو سکتی نہیں۔ بلکہ یہی ہات ہے۔ ورنہ ایسے لوگوں کو  
آیا کہ پیشہ رکھ کر بھی سزا دے سکتے تھے۔"

"اوہ! اوہ۔" آصف نے منہ سے لکلا۔

اور پھر وہ پارک سے دور کل آئے۔

”فرض کیا محمود۔“

”تم مجھے فرض نہیں کر سکتے۔ میں کوئی حساب لا سوال نہیں ہوں۔“ محمود نے جلا کر کہا۔

”اوہو۔ میں تمیں نہیں کر رہا۔ فرض کیا۔... ہم اپنال کا بیٹ کو اڑڑ کا سراغ نہ لگائے تو پھر کیا ہو گا۔“

”تو پھر ہم لوگ بھی اسی طرح جانیں دے دیں گے جس میں پھر ترے پر لیٹنے ہوئے لوگ دے رہے تھے۔“

”ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسے حالات میں بھی کمرے میں۔“

”تواب سوچ لو۔“ محمود نے جل کر کہا۔

”خیر تو ہے۔... بہت چیزے ہو رہے ہو۔“

”ان حالات میں اب کیا میں چیز؟ بھی نہیں ہو سکا۔“ گے نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

”ضرور ہو سکتے ہو۔... میری طرف سے اجازت ہے۔... لیکن اب

حد تک ہی چیزے ہونا۔... کہیں سارا چیز اپنے مجھ پر ہی آمد رہ۔“

”اچھا یا رکان نہ کھاؤ۔“ محمود نے جل کر کہا۔

”تم نے اپنے کانوں پر شد تک نہیں رکھا۔ کہ میں کہا ادا گا۔“ آصف نے منہ بنایا۔

”میں بھول میں آصف کے بجائے آفتاب کو تو ساتھ نہیں لے سکتا۔ پھر تم میں آفتاب کی روح حلول کر سکی ہے۔“

”عنہ۔ نہیں۔ نہیں تو۔“ آصف نے بوکھلا کر کہا اور خود کو بیٹھنے لئے لگا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا۔

”میں۔ یہ میں تھی ہوں۔ تمہارا خیال غلط ہے۔“

”شکر ہے خدا کا کہ میرا خیال غلط ہے۔“ محمود سکرایا۔

”ماں۔ خیال غلط ہونے پر بھی اللہ کا شکر ادا کر رہے ہو۔“

”تو اور کیا کرو۔ اللہ کا شکر تو ہر حال میں کرنا چاہیے۔“

”علوم ہوتا ہے۔ آج ہم کوئی کام کی بات نہیں کر سکیں

لے۔ کل کام نہیں دکھا سکیں گے۔ کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ تم کام کرنے کے موذ میں نہیں ہو۔

”آج ہاتھ کا بھوت سوار ہے۔ شوغی کی چیل لئے تم پر قبضہ کر لیا

سے شرارت کا دفعہ تم پر چھا گیا ہے۔“

”اسے باپ رکے پھر میں زندہ کس طرح ہوں اب تک۔“

”من نے کبھا اکر کیا۔

”ایا تم سے تو بتر تھا۔ میں آفتاب کو ساتھ لے آتا۔“

”میں صورت میں مجھے فاروق کے ساتھ جانا پڑتا۔ اف کتنا مرا آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

”ا۔ ہو گئی۔ تمیں مرے کی پڑی ہے۔... اور ساری دنیا کے

لوگ جیسا نہیں کی گود میں جا پڑے ہیں۔  
لگا پڑی ہے۔ پڑے ہیں لگا رکھی ہے۔ سیدھی ساری امور  
میں بات نہیں کر سکتے۔

”اُن حالات میں اردو بھی سیدھی سادوی نہیں رہ سکتی۔ اکٹھے  
بھی ہم سے نظریں بدلتی ہیں۔ شاید خلائق کو رہی ہے۔ کوئی  
کے لیے تو کچھ کرنیں رہے اور اور ادھر کی ہائکے جا رہے ہیں۔“

”کوئے باپ رہے۔ اب اردو بھی تم سے یادیں کہے گی۔  
”میں نے شاید کا لفظ بولا ہے۔“ محمود نے جھلا کر کہا۔

”اوہ! اس کو تو میں بھول ہی گیا۔ یا ر محمود پا ٹھیک کا بات  
ہے۔ بس اب بات بے یاد ہر باتیں میں بھولنے لگا ہوں۔“  
”اللہ تھارے حال پر رحم فرمائے۔ کیسی تم یہ بات دل بل  
جاوہ کہ ہم کس سبب پر لٹکے ہیں۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔  
”عن..... نہیں..... سب..... گرے یہ بات تو تم بھی مجھے یاد رکھے  
ہو۔“

”تو بہے تم سے دماغ چاٹ کئے اتنی دیر میں ہی۔“

”اور تم نے میرا دماغ کیا چھوڑ دیا ہے چاٹے بغیر۔“

”یہ تو جو ای کارروائی ہے۔“ محمود سکرایا۔

”تو پھر میں اب جواب در جواب دوں گا۔ ہاں۔“

”اوہو..... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“ محمود کے لیے میں بالا  
تیر سے چلنے اور زرا تینز..... ہمارے دو دوستوں کی گاڑی آگے

بیت تھے۔

”مُثُر ہے۔ تم نے کچھ دیکھا تو۔ جلدی سے بتاؤ۔ کیا  
لکھا۔“

”اُبھی ابھی ایک کارگزرا ہے۔ اس میں مجھے قابوں اور  
کتاب کی بھلک دکھائی دی ہے۔“

”عن..... نہیں۔ مذاق کر رہے ہو۔“

”مذاق اور تم سے کروں گا۔ وہ بھی ان حالات میں۔“

”اپھا۔ نہیں کر سکتے۔ کمال ہے۔“

”کیسیں اس کار کا تعاقب کرنا چاہیے۔“

”خواہ..... لگاؤ دوڑ۔“

”چھوڑ دیا رہ۔ بھلک نہ کرو۔“

”میں اسی وقت ایک ٹیکسی آتی نظر آئی۔“

”وہ مارا۔ ٹیکسی آرہی ہے۔“

”ضوری نہیں کہ وہ غالی ہو۔“ آصف بولا۔

”اللہ کرے۔ تھاری بات تلاط ثابت ہو۔“ محمود نے پچھے دل  
سے لہماگی۔

”ای وقت ٹیکسی نزدیک آگئی۔“ محمود نے اشارہ دیا۔ ٹیکسی

دل۔ دنوں فوراً اس میں داخل ہو گئے۔

”سیدھے چلنے اور زرا تینز..... ہمارے دو دوستوں کی گاڑی آگے

نکل گئی ہے.... اپنیں پکڑتا ہے۔ ورنہ پھر ملاقات مشکل ہو جاتا گی۔"

"آپ غفرنہ کریں۔ میں ابھی اپنیں پکڑ دیتا ہوں۔ میاں ڈرائیور گ کے کمی مقابلے جیت چکا ہوں۔"

"اوہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ یہ مقابلہ بھی جیت کر دکھائیں۔"

"لیکن میں میٹر سے سورپے زیادہ لوں گا۔"

"کوئی پروا نہیں۔ ہم دو سورپے زائد دیں گے۔"

"بھی واہ! پھر تو مزا آ جائے گا۔" اس نے گاری اٹ پھاتے ہوئے کہا۔

"مزا کیسے آ جائے گا۔"

"آج میں انٹریشنل ہوٹل میں کھانا کھاؤں گا۔ ہم دونوں تھی چاہ رہا ہے۔ لیکن زائد دو سورپے کا نہیں پا رہا تھا۔"

"چھے! یہ غمک رہے گا۔"

اس نے گاڑی واقعی پوری رفتار پر چھوڑ دی۔ گاڑی ہر کم بڑی طرح اچھلنے لگی۔

"اگلی کار آپ کو نظر آ رہی ہے یا نہیں۔"

"نہیں۔ جب ہم آپ کی گاڑی روک رہے تو وہ اس ان نظرلوں سے او جمل ہو گئی تھی۔"

"اس کا رنگ اور ماڈل کیا ہے؟"

"تلے رنگ کی تھی تھا ہے۔ ماڈل کا اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ تلے رنگ کی تھی تھا میں ابھی پکڑ دوں گا۔"

"لیکن اس سڑک پر کوئی دوسرا تلے رنگ کی تھی تھی ہو سکتی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ جھاٹ کر دیکھ لجھے گا۔ اگر اس میں آپ کے دوست ہوں گے تو غمک۔ ورنہ پھر آگے بڑھ جائیں گے۔ لیکن خیال رہے۔ بات دو سو ڈالر میں طے ہوئی ہے۔"

"ہاں! آپ غفرنہ کریں۔ اگر آپ زیادہ گلرمند ہیں تو ہم دو سو الارپلے ادا کر دیں۔"

"نہیں تھی۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرا یا۔

اب ان کی تھیسی ہوا سے ہاتھ کرنے لگی۔ آخر جلد ہی تلے رنگ کی کار نظر آنے لگی۔

"وہ مار! آپ واقعی کمال کے ڈرائیور ہیں۔"

"شکریہ! کار میں جھانکنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم بتھاں کار کے پاس سے گزرنے والے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر ان کی گاڑی اس نلی کار کے پاس سے گزرنے لگی۔

اہل نے پورے اٹیٹیان سے دیکھا، لیکن اس کار میں وہ دو قوں نہیں

کل

"وہ دارا۔۔ ضروری کار ہے۔۔ نسلی بھی ہے اور ہے بھی  
نہیں ہے۔۔ ڈرائیور نے چکٹ کر کہا۔

"اگر یہ وہی گماڑی ہے تو اس میں ہمارے دونوں دوست ضرور  
اول گئے اور اس صورت میں آپ کے دوسرا لارپکے ہو گئے۔۔"

"بھی واہ! اب آئے گا مزا۔۔ اندر بیٹھل ہوش میں کھانا کھانے کا  
خواب پورا ہو گا۔۔"

"کیا وہاں کا کھانا بہت مزے دار ہوتا ہے۔۔"

"ابن کچھ نہ پوچھیں۔۔ دنیا جہاں کے کھانے وہاں رکھے ہوتے  
ہیں۔۔ دوسرا لار دے کر آپ تمام دن جہاں سے چاہیں۔۔ جو چاہیں کھا  
سکتے ہیں۔۔"

"ہوں۔۔ خبہ۔۔ اب ہم بھی کھا کر دیکھیں گے۔۔"

"میرے ساتھ ہی چلتے۔۔"

"آج تو نہیں۔۔ اس لئے کہ آج ہم فارغ نہیں ہیں۔۔"

"آپ لوگ یہاں کے تو گلتے نہیں۔۔"

"ہاں! ہم بست دور دراز کے ملک کے رہنے۔۔ ارسے ارسے۔۔

"کار دیکھیں طرف مزگتی ہے۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔ ہم بھی مڑ جائیں گے۔۔ اس نے لاپرواٹی سے

کل

"کار تو یہی تھی ہے۔۔ لیکن ہمارے دونوں دوست اس میں  
نہیں ہیں۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ وہ دوسری کار ہو گی۔۔ اور اس مزک ہر لار  
جائے گی۔۔ آپ بس دوسرا لار تیار کر لیں۔۔"

"وہ تیار ہیں۔۔ آپ غفرانہ کریں۔۔"

"کہیں آپ میں وقت پر یہ نہ کہ دیں۔۔ جاتب معاف بکھر  
ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔۔ ڈرائیور نے کہا۔

"ہمارا خیال ہے۔۔ آپ پہلے ہی لے لیں۔۔"

"تن۔۔ نہیں۔۔ پہلے نہیں لوں گا۔۔ کار پکڑ کر دوں گا تو مل  
گا۔۔ ورنہ جتنا کرایہ میز کے مطابق بنے گا، صرف وہ لوں گا۔۔"

"ہمہوں ٹھیک ہے۔۔ آؤ آپ بھی باصول لگتے ہیں۔۔"

"مٹکریہ۔۔ اس نے کہا اور رفتار اور بیساکھی۔۔"

"اب ان دونوں کو خوف محسوس ہونے لگا۔۔ یہ بات اسی سے  
بھی محسوس کریں۔۔"

"وہ لگ رہا ہے آپ دونوں کو۔۔"

"تن۔۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔۔ بلکہ ہم تو الٹا دو کو لگا۔۔  
ہیں۔۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔۔

ڈرائیور سکرا دیا۔۔ اسی وقت ایک دوسری نسلی کار نظر آئی۔۔

"اور پھر اس نے بھی کار موز دی۔ پہلی کار پھر نظر  
گئی..... لیکن درمیانی فاصلہ کم ہوتا نظر نہ آیا۔  
"کیا بات ہے۔ یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔" محمود نے پوچھا۔  
"کیوں۔ کیا ہوا۔" وہ چونکا۔

"آپ اس کار سے نزدیک کیوں نہیں ہو رہے۔"

"مم۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن شاید اس  
کار کا ڈرائیور بھے سے بھی بڑا کوئی ماہر ہے۔ اس نے یہ بات گھومنا  
کر لی ہے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ لہذا اب وہ بھی ایک  
چوہنی کا زور لکارہا ہے۔"

"تیرپ چوہنی ایزدی کا زور لگا دیں۔ ورنہ آپ کے دوسرا ذریعہ  
گئے کام ہے۔"

"..... یہی میں سوچ رہا ہوں۔"

انہوں نے دیکھا۔ ڈرائیور کی پیشانی پیٹے سے بھیک کی تھی۔  
اس کے پیٹے پر خوف بھی خوف نظر آنے لگا تھا۔

○☆○

"آن کی تاریخ میں ہم ضرور کچھ نہ کچھ کر کے رہیں گے۔"  
انہیں سڑک پر قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔  
"اور کل کی تاریخ میں۔" آفتاب بولا۔  
"کل کی تاریخ میں میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔"  
"تمہارا سر کوئی نادیل نہیں کہ تم توڑ دو گے۔" آفتاب نے بھنا کر

"اگر ہم ایک دوسرے پر اسی طرح گھٹتے رہے تو آج کی تاریخ  
کیا اور کل کی تاریخ کیا۔ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"  
میں اسی وقت ایک خیلے رنگ کی کار ان کے پاس آ کر رکی۔  
"اس کاڑی میں بیٹھ جاؤ۔" انہوں سے کسی نے سرد آواز میں

"لیکن کیوں بیٹھ جائیں۔ کوئی وجہ بھی تو ہلن چاہیے۔"  
الب تے جل کر کہا۔  
"تم یہوں کو شرکی سیر کراؤں گا۔"

”اور کیا مفت میں کرائیں گے۔“ فاروق نے جھلا کر دارج کیا۔  
 ”میں... میں عمل سے کام پر ہوں۔“ وہ ہٹا۔  
 ”نہیں۔ سیر کرنے کا معاوضہ لوں گا۔“ ذرا اچھا ہنا۔  
 کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کا خوفناک پستول تھا۔  
 ”ایک دو تین۔“ اس نے کہا۔  
 ”لیکن یہ سیر کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔ پستول کے نام  
 کرائیں گے اور کرایہ بھی لیں گے۔“  
 ”بہیں۔ میرا طریقہ کچھ ایسا ہی ہے۔ ویسے بھی میں نہ  
 ہوں۔“  
 ”تمہیں۔ لیکن کس جز کے؟“ فاروق کے لئے میں نہ  
 تھی۔  
 ”گاڑی چلاتے کابیں میں نے بے شمار بین الاقوامی مقابلے میں  
 ایک دو تین کم کر میں نے تم لوگوں کو خبودار کیا ہے۔۔۔ بھی  
 اپنے یہ کہنے پر بھی آپ دونوں گاڑی میں نہ بیٹھے تو میں قاتر کر  
 دیا۔  
 ”اچھا کمال ہے۔۔۔ اور چلا رہے ہیں ایک گاڑی۔۔۔ سیر کرنا  
 کے لئے۔“  
 ”ہاں! یہ میرا پیشہ ہے۔۔۔ اور مقابلے جتنا میرا شوق ہے۔۔۔  
 لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ میں تمہیں ہوں۔۔۔ وہ صیری کار میں جائے  
 سیر کرنے کی خواہش میں مرے جا رہے ہیں۔“  
 ”تو پھر۔۔۔ آپ پسلے ایسے لوگوں کو سیر کرائیں۔۔۔ وہ مرد  
 رہے ہیں۔۔۔ ہمیں پستول کے نور پر سیر کرنے کی کیا پڑگئی تھیں۔“

"یہ جانے کے لئے مجھے آپ کو کار میں بھالا ہو گا۔"  
"اوہ بھی۔ اب یہ تھی جائیں۔ کہیں یہ حضرت پنج گولی نہ  
کہاں۔" قاروہ ق پولہ۔

”اب کی ہے... آپ نے پہلی عقل کی بات۔“  
”آپ کو پا بھی ہے، آج کل عقل کی باتیں بت سکتی ہیں...  
”لماں ذرا احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔“ فاروق نے پر اس مت پہنچایا۔  
”لیا کے رہے ہیں بھائی۔“ اس نے کچھ نہ سمجھتے والے انداز میں

"آپ یاگل ہیں تا۔" آفتاب سکرایا۔

"بُو جاں پا لکھل... اس میں کیا لٹک ہے۔"

"آئم آپ سے بڑے یا کل میں"۔

پک کر ٹفتاب کار میں بینچ گیا۔ فاروق نے بھی دری نہ لگائی۔

"یہ ہوئی نایابات"۔ ڈرامہ جو رنے کما اور کار آگے بیڑھا دی۔

"اب تا دیں... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"اپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پستول ابھی تک جیب میں

میں رکا۔ اس نے سرو آواز میں کہا۔

"وہم دنی سرد بھجے... دیکھتے... ہم اس لمحے کے سوئی فصیں

"شاید آپ مجھ سے بھی بڑے پاکل ہیں۔" وہ بولا۔  
وکیا کما۔ آپ اور پاکل۔ آنکھ بوكھلا گئی۔

”کوئی ایسا ویسا پاگل... آپ مجھے پاگلوں کا سوار کر سکتے ہیں۔“  
”ارے باب رے۔ کامبار بنا گلوں کا سدار بچکا ہے۔“

"میں آپ کے سامنے موجود تو ہوں..... تی بھر کر دیکھ لیں۔

کے گاڑی میں بیٹھ جائیں۔

"کم از کم ایک بات صحیح تداریں۔ آپ چاہئے کیا ہیں؟"

"سیر کرتا۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ میرے ہاتھ میں اونہیں

مغلی ہے۔۔۔ یہ بالکل اصلی ہے۔۔۔ لیکن ہے بالکل بے آواز۔

لولی نکھے کی، لیکن آس پاس سے کزرنے والوں کو لکھنے کا  
حل کا۔ تم دو قبول نہیں، سر کر رہا گے۔ مرسی، کار بائیک

تی مائی کا لال اس کو کچھ نہیں سکے گا۔ فرم سلسلہ بھائیوں

کمی ہے.... کوئی اگر فیر رزھ بھی لے کا تو بھی سچا سارا فرش

..... اب تم نے اندازہ لگایا ہو گا کہ تم کس صیغت میں ہے

ہاں! کسی حد تک اندازہ لگا چکے ہیں..... لیکن بھی..... ایک دل

نہیں آکی۔

پلو وہ ایک بات میں سمجھا دیتا ہوں۔“

شکل بے... وہ بات یہ بے کہ آخر آپ چاہے کیا ہیں؟

"یہ میں ابھی نہیں تا سکتا۔"  
 "نہیں۔ آپ کیا چیز ہیں اور کیا چاہتے ہیں اور کیوں چاہتے  
 ہیں۔" فاروق نے جلاستے ہوئے انداز میں کہا۔  
 "آپ کے نام فاروق اور آتاب ہیں ہا۔"  
 دونوں حیرت زدہ رہ گئے اول تو وہ یہ کہ آپ میں تھے  
 وہرے ایک غیر طبق میں.... یہاں انہیں کون پہچان سکتا تھا۔ یہ  
 لمحہ بہت سیدھے سادے لیجے میں کہ رہا تھا۔ آپ فاروق اور  
 آتاب ہیں ہا۔"

"آپ نے کیسے جانا؟"

"پاگل ہوں ٹا۔۔۔ پاگل اسی بہت سی ہاتھیں جان لیا کرتے ہیں ہا۔۔۔  
 اورمیں جان سکتے۔"

"آپ پاگل ہیں یا نہیں۔۔۔ ہم دونوں ضرور ہو جائیں گے۔۔۔  
 یعنی آتاب۔" فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

"او جائیں گے۔۔۔ میں تو خود کو اسی وقت پاگل محسوس کر رہا  
 ہوں اور اگر تھوڑی دری اور اس کاڈ میں ان حضرت کے ساتھ یہ مختا پڑ  
 گا اور بیش کے لئے پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔ شاید یہ حضرت دوسروں کو  
 انہادتی کے ماہر ہیں۔"

"وادا! مرا آگیا۔" ذرا سچور چکا۔

"پلاٹھر ہے۔ آپ کو مزا تو آیا۔"

حرکت کریں گے نا تو کار چلاتے چلاتے۔ پستول کا سخ بیچپے کر کے  
 گا۔۔۔ اور قاڑ کر دوں گا۔۔۔ نہ کار کی رفتار میں فرق آئے گے۔۔۔ نہ برا  
 بیاں ہاتھ شیرینگ پر کاپنے گا اور تم میں سے ایک دوسری دنیا کو سدا  
 جائے گا۔۔۔ لہذا آرام اور سکون سے بیٹھے رہتا۔۔۔ جو نہیں تم نے کوئی کر  
 کرنے کی کوشش کی۔۔۔ کوئی آئندگی گی۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ نہیں کریں گے حرکت۔ اور کریں گے اسی  
 حالت میں جب آپ گول چلانے کی پوزیشن میں نہیں رہ جائیں  
 گے۔" فاروق نے مت بھایا۔

"ایسا تو خیر نہیں ہو سکتا۔" ذرا سچور چکا۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" آفتاب مکراہ۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے۔۔۔ مانے والی بات ہے یہ تو خیر۔" اس  
 نے کہا۔

"آپ نے اب تک یہ بات نہیں تھاں کہ آخر آپ ہائے ہا  
 ہیں؟"

"پسلے تو میں آپ دونوں کو آدمی سمجھنے تک انہی سرگرمیوں  
 کراوں گا اور جب اچھی طرح اس بات کا لیقین ہو جائے گا کہ کوئی  
 تعاقب نہیں کر رہا تو آپ کو پھر ایک جگہ لے جاؤں گا۔" اس نے  
 پر اسرار انداز میں کہا۔

"کہاں لے جائیں گے؟"

"کیا یہ نہیں پوچھو گے کہ مراکس بات پر آیا۔"

"نہیں! کیا کریں گے پوچھ کر جب پاگل ہی ہوا خمرا۔  
فاروق نے جمل کر کما۔

"نہیں نہیں..... پوچھو ضرور۔"

"اگر آپ کی خواہش یہی ہے۔ تو پھر پوچھ لیتے ہیں۔ ہب  
آپ کو مراکس بات پر آیا؟"

"آپ نے مجھے پاگل بنادینے کا ماہر کہا ہے ہا۔"

"ہم ایک بار پھر کئے کے لیے تیار ہیں۔ اس سے کیا ہے  
ہے۔"

"میں واقعی اس کام کا ماہر ہوں۔ اور لوگ مجھ سے لے  
لیتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"دوسروں کو پاگل بنادینے کا فیکا لیتا رہتا ہوں میں۔ آپ  
دونوں کو بھی پاگل بنادینے کا خیکا لیا ہے میں نے۔ اگر میں نے ان  
کی تاریخ میں آپ دونوں کو پاگل بنادیا تھا مجھے وس ہزار ڈالر اخراج  
میں گے۔ اور نہ بنا سکتا صرف ایک ہزار ڈالر میں گے۔"

"کیوں۔ اس صورت میں ایک ہزار بھی کیوں میں گے۔"

"کاڑی کا تحل نہیں پھونخوں گا۔ اپنا وقت برباد نہیں کر  
گا۔"

"تب پھر تم اس کی آسان ترین ترکیب بتا دیتے ہیں۔"

"لیا مطلب۔ کیسی ترکیب؟"

"یو لوگ ہمیں پاگل بنا دینے پر تھے ہیں نا۔ آپ ہمیں

یدے ان کے پاس لے چکے۔ اپنا پاگل پن ان پر ٹھابت کر دیں  
گے۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کو اس سلسلے میں محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود  
پاگل ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنا انعام وصول کر لیں اور ہم ان لوگوں  
سے ملاقات کر لیں گے۔ جو ہمیں پاگل دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں! اس طرح مراکس نہیں آئے گا۔ پہلے تم لوگوں کو پاگل  
کرو۔ پھر اس پاگل خانے پہنچاؤں گا۔ ارسے ہاں کوئی تعاقب تو  
نہیں کر دیا۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

"انوں نے کہا تھا کہ کوئی تعاقب کرے تو تعاقب کرنے والے  
خاری گرد کو بھی نہ پہنچوں۔"

"کیوں۔ اس سے اپنیں کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔ یہ کام ان کا ہے۔ میرا کام صرف اتنا  
ہے کہ انوں نے کہا ہے، اس پر عمل کروں۔"

"لیک ہے۔ کر گزریے۔"

اس نے اپنی سڑکوں پر تین چار پکڑ لگائے۔ اور یہ چھر ان  
قدر تیر رفتاری سے لگائے کہ اپنیں جمیع یہ عجوس ہونے لاؤ کر  
پاگل ہونے والے ہیں۔  
”یار فاروق۔ کسیں یہ حضرت ہمیں جمیع پاگل نہ ہماریں۔“  
”چلو اچھا ہے۔۔۔ جان تو چھوٹے گی۔“ فاروق نے خوش ہا کر  
کہا۔

”لیکن کس بات سے۔“

”یہ مجھے بھی نہیں معلوم کہ کس بات سے جان چھوٹے گی۔“  
”ہلہلا۔“ ڈرائیور نے قسمہ لگایا۔

”لو۔۔۔ اللایہ خود پاگل ہو گئے ہیں۔“

”نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں پاگل نہیں ہو گیا ہوں۔۔۔ بلکہ یہ تمہارے  
پاگل ہونے کے ابتداء ہے کہ تم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ کس طبقے میں  
جان چھوٹ جائے گی۔“

”ہہو لو خوش۔۔۔ لیکن اس طرح ہم پاگل نہیں ہوں گے۔“

”اچھے اچھوں کو پاگل کر چکا ہوں۔۔۔ آپ تو ہیں کیا چیز۔“

”اڑے میاں جاؤ۔۔۔ ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں پاگل کے  
والے۔۔۔ آتاب نے بھٹا کر کمل۔

”ہمیں ہائیں۔۔۔ آتاب۔۔۔ تم نے کب اور کمال دیکھے ہیں پاگل  
وہ یعنی والے۔۔۔“

”یاد نہیں آہما۔۔۔ یاد کرا کے بتاؤں گا۔“  
”یاد کر کے بتاؤ کے یا یاد کرا کے بتاؤ کے۔“  
”بھاگ کر دے۔۔۔ اسی باتیں یاد کر کے نہیں۔۔۔ یاد کرا کے بتائی جاتی  
ہیں۔۔۔“  
”لہلہ!!“ ڈرائیور نے پھر قسمہ لگایا۔  
”اب کس بات پر ہنس رہے ہیں۔۔۔“  
”آپ لوگوں کے پاگل ہونے کی خوشی میں۔۔۔ اب میرا معاف  
کرو ہو گیا۔“  
”یاد ڈرائیور صاحب۔۔۔ عقل کے ناخن لو۔۔۔ گھاس چڑھ کے ہیں  
ٹیکے۔۔۔ اس طرح بھی کوئی پاگل بنتا ہے۔۔۔“  
”جب کوئی ہمارا تعاقب کرے گا۔۔۔ اس وقت بتاؤں گا کہ کس  
بنے ہوئے ہیں۔۔۔“  
”کھل کیوں۔۔۔ اس صورت میں تم کیا کرو گے۔“ فاروق گھبرا  
لے۔۔۔  
”بس دیکھتے جاؤ۔۔۔“  
”وکھہ اخیر ہم رہے ہیں۔۔۔ آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھے  
ہیں۔۔۔ آتاب جل گید۔  
”ایا۔۔۔ وہ دیکھو۔۔۔ ہو گیا شروع۔۔۔ ڈرائیور چکا۔  
”یا ہو شروع ہو گیا؟؟“

"مزا۔" ڈرائیور بولا۔

"مزا شروع ہو گیا۔ کہاں ہے وہ۔" فاروق نے اپنے دامن

باہم دیکھا پھر بولا۔

"نداق کر رہے ہیں۔ میرے دامن طرف تو یہ میرا ساتھی بینا

ہے۔ اور ہائیں طرف کوئی بھی نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"میں نے کہا ہے۔ تعاقب شروع ہو گیا ہے۔ اب آئے

مزاء۔ آئے سے پہلے ہی وہ کس طرح محسوس ہو سکتا ہے۔ باہر

سکتا ہے۔"

"اچھا۔ جب نظر آئے گے۔ یا محسوس ہونے لگے۔ میں

دیکھے گا۔ تاکہ ہم بھی لوٹ سکیں۔"

"کیا لوٹ سکیں۔"

"مزا۔ بلکہ مزے۔ ہمارے طرف دراصل مزا دوئی نہیں۔ مزا

ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تم تو واقعی الٹا مجھے پاگل کر دو گے۔" ڈرائیور نے بھنا کر کہ

"ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ کہ تم ہمیں نہیں۔ ہم جسیں پاگل

کروں گے۔ اس لئے کہے۔ ہم بھی اس کام کے پکھ کم نہیں کر

یں۔"

"میں۔ میں یہی محسوس کر رہا ہوں۔ خیر دیکھتے ہیں۔ اور

پاگل ہوتا ہے۔ اب ڈرائیور وہ ایک یکسی آرٹی ہے۔"

"شیش جس طرح بھی مرتا ہوں۔ یہ اس طرف مرتی ہے۔۔۔

"لا انتہا۔ ہوا۔ یہ تعاقب کر رہے ہیں۔"

"اچھا نجیک ہے، مان گئے۔ لیکن یہ تعاقب کیوں کر رہی

ہے۔"

"میں کیا جاؤں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔ یہ ہماری گروہ کو بھی

لگا ہو گئے کے۔"

"تو کیسے؟"

"شیش تا چکا ہوں۔ میں چھپتے ہوں۔ کار دوڑا نے کام۔"

"اور یہ یکسی والا کوئی آپ کا بھی استاد گلتا ہے۔"

"اس شرمنی تو کیا۔ اس پوری دنیا میں نہیں۔ ہاں کل پیدا

ہے۔ اور بات ہے۔"

چکرا فیل ہے۔ آپ کو اتنا بڑا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔۔۔

بکری والد سے کار کی دوڑ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"اوہ۔ بھی چھپتے ہیں اپنے ملک کے۔"

"لیکن۔۔۔ یہ کام نہیں کرتے۔ لیکن کار چلانے میں ان کا

بکری۔۔۔

"پہنچ میاں مٹھو بن رہے ہیں آپ۔۔۔ جب تک کوئی

کا مالاں ہے۔ یہ سب کچھ ایک سوچے بجھے مسحوبے کا حصہ ہے۔" "اوہ۔ آفتاب یو لا۔

"اہلا۔ تم کچھ بھی سوچوں سامنے سڑک کی طرف دیکھو۔ لپٹے میں بچھے آتی کار کو دیکھو۔ پاگل ہونے میں کوئی کر نہیں رہ سکتے اور وہ گئی تو میں اس کسر کو پورا کر دوں گا۔"

اور پھر قابوں اور آفتاب کو جمع یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ پاگل ہو جائیں گے۔ کیونکہ۔ پاگلوں کی طرح ڈرائیور ہا تھا۔ "اے باپ رے۔ یہ تو انتہائی خوفناک رحلت ہے۔" "ہاں! وہ تو ہے۔ مارے خوف کے اب تم پاگل ہے۔" سے کوئی گاڑی اسیں کراس کر رہی تھی۔

انہوں نے مارے خوف کے آنکھیں بند کر لیں۔ ہر لمحے اسیں ڈرے انداز میں کھا۔

"اہلا۔ کیوں نہ ہم آنکھیں بند کر لیں۔" آفتاب نے اسیں ان گھوں ہو رہا تھا کہ کار اب اتنی کہ اب اتنی۔ یا کار اب سامنے ہو رہا بیٹھے گا۔

"اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔" پاگل تو پھر بھی ہوا پوتے۔ لمحے ہوئے محسوس ہوتے۔ لیکن جلد ہی وہ پھر آنکھیں کھولے پر ہو گئے۔

آنکھیں بند رکھنے کی طاقت محسوس کر رہے تھے۔ نہ کھلا رکھنے تزوہ بیٹھے گا۔

"پتا نہیں۔ میں دوڑیں کس کس کے سروٹتے ہیں۔ اکابر کیا پاگل پن ہے۔ میں کہتا ہوں روکو۔" آفتاب نے چلا کر کہ

"آفتاب۔ خربدار۔ خود پر قابو رکھو۔ یہ ہمیں بھی۔"

میدان میں نہیں آجائے۔ اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" "خیر۔ وقت ملا تو یہ مقابلہ ضرور رہے گا۔ اول قاتل ڈرائیور ہے۔" "اوہ۔ آفتاب یو لا۔

"کچھ جائیں۔ میں اسے کس طرح چھوڑا ہوں۔" "کچھ جائیں۔ میں اسے کس طرح چھوڑا ہوں۔" ڈرائیور ہے۔

اور پھر نسلی کار گویا ہوا سے باشیں کرنے لگی۔ "اے باپ رے۔ یہ تو انتہائی خوفناک رحلت ہے۔" "ہاں! وہ تو ہے۔ مارے خوف کے اب تم پاگل ہے۔" تیاری کر لو۔"

"اگر۔ کیوں نہ ہم آنکھیں بند کر لیں۔" آفتاب نے اسیں ان گھوں ہو رہا تھا کہ کار اب اتنی کہ اب اتنی۔ یا کار اب سامنے ہو رہا بیٹھے گا۔

"اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔" پاگل تو پھر بھی ہوا پوتے۔ لمحے ہوئے محسوس ہوتے۔ لیکن جلد ہی وہ پھر آنکھیں کھولے پر ہو گئے۔

آنکھیں بند رکھنے کی طاقت محسوس کر رہے تھے۔ نہ کھلا رکھنے تزوہ بیٹھے گا۔

"پتا نہیں۔ میں دوڑیں کس کس کے سروٹتے ہیں۔ اکابر کیا پاگل پن ہے۔ میں کہتا ہوں روکو۔" آفتاب نے چلا کر کہ

"آفتاب۔ خربدار۔ خود پر قابو رکھو۔ یہ ہمیں بھی۔"

سڑک سے لگ گئے۔

"اپ میرے مالک..... یہ کیا پاگل پن ہے..... روکو کار رکون"

"اپ نہیں رکے گے۔ جب تک تم پاگل نہیں ہو ہو گے۔" ڈرائیور ہنسا۔

"اچھا یہاں ہم ہو جاتے ہیں پاگل۔ یہ ہو گئے پاگل۔" کرونوں پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے۔

"نہیں۔ یہ معنوی پاگل پن ہے..... اور ہمیں اصلی پاگل کی ضرورت ہے۔"

"میکن یا رے۔ تم کو کے کیا اصلی پاگل پن کا؟"

"بازار میں پہنچوں گا۔"

"پھر تو تم سب سے پہنچے پاگل لگتے ہو۔" فاروق نے بل کر کہا۔

"بس۔ چند منٹ اور گئیں گے۔" ڈرائیور ہنسا۔

"کس بات میں۔"

"پاگل ہونے میں۔"

"واہ اچھی زبردستی ہے یہ۔ جاؤ نہیں ہوتے ہم پاگل۔"

آتاب نے بھنا کر کہا۔

"یہ حملہ نشانی ہے اس بات کی کہ تم پاگل ہونے والے ہو۔" ڈرائیور نے کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ کوئی آتاب ہو گئی نہ۔" فاروق نے مدد  
لے لیا۔

"اُنہوں کب کی ہو چکی۔ تم ابھی تک حد ہونے کے پندرہ میں  
پہنچے ہو۔" آتاب نے جعل کر کہا۔

"لے کر دماغ کو خلاڑا رکھو۔ جانتے نہیں۔ یہ حضرت ہمیں  
اگلے نادیتے پر تھے ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"خدا کا شکر کرو۔ ابھی صرف تھے ہیں۔ اگر بھی تھے ہو تو  
(ایک ہوا)۔" آتاب نے پیچ کر کہا۔

"اس صورت میں تم تو اُسیں چیا جاتے کچا۔" فاروق ہنسا۔

"دماغ تو نہیں گھوم کیا تھا۔ اسے ہوئے کو کچا چیا جاتے  
اکھ۔" آتاب نے بھنا کر کہا۔

"ہم۔ اب تو ایک دو منٹ کی دری ہے۔"

"اُسے میاں جاؤ۔ منہ دھو کر آؤ۔"

"ہفتے کے پہنچ دھوتا ہوں۔"

"کو اور سن۔ یہ منہ بھی ہفتے میں ایک بار دھوتے ہیں۔"

"اُڑا اور کیا۔ منہ روزانہ دھونے کی چیز ہے۔ میتھے میں ایک  
بائیہ، ہمارے ہفتے میں ایک بار منہ دھوتا ہوں۔ سال میں ایک بار  
ال کوئا ہوں۔"

"اُسے ہاپ رے۔ پھر کسی کو پاگل کرنے کی کیا ضرورت

ہے..... تم تو خود پاگل ہو۔ اب کار روک لو۔ اور ہمیں بھی آتا  
دوسرا ان لوگوں کے سامنے خود کو پیش کر دو کہ ان سے بڑا پاگل میرے  
ہوں۔ لہذا میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ بات میں نے ان سے کہی تھی۔ لیکن اُنہیں میرے طور پر استعمال کرتے ہیں۔" اور پاگلوں کی ضرورت ہے۔ مجھے تو وہ پاگل کر دینے والے آتے  
ہوں۔

"اور یہ کام تم کب سے کر رہے ہو۔"

"پچھا نہیں۔ لو۔ اب وہ جیکسی نزدیک ۲ چلی ہے۔ اب میں  
اپنی ڈرائیورگ کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم ویکھو۔ اس ڈرائیور کے  
ہاتھوں کے طوطے کس طرح چھوٹنے ہیں۔"

"ہائیں۔ حیرت ہے۔ وہ ہاتھوں میں طوٹے پکڑ کر ادائیگی  
کرتا ہے۔"

"اوہ میں ہاتھ میں پستول پکڑ کر۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی۔ اس نے رفتار میں کچھ اور انہوں کا  
دیا۔ اب تو انہیں موت سامنے نظر آئے گی۔ اُنہیں یوں لگایجے  
اب وہ واقعی پاگل ہو جائیں گے۔

ایسے میں انہوں نے جیکسی کو دور ہوتے دیکھا۔ اور پھر انہیں  
کیا ہوا۔ اُنہیں اپنے دماغ الٹتے محسوس ہوئے۔ انہوں نے اُنکے  
کوشش کی۔ کہ دماغوں کو قابو میں رکھیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔  
اور پھر ان کے قیقے کار میں گونج اٹھے۔

○☆○

## پاگل خانہ

یہ پھلا موقع ہے۔ ہم مل کر ایک بھی ترکیب نہیں سوچ  
سکتے۔ فرحت نے بیرونی کے اندازوں کما۔

"تو رفعت نے کون سا کوئی ترکیب سوچ لی۔" فرزانہ سکرانی۔

"میں رفعت کی نہیں۔ اپنی بلکہ تینوں کی بات کر رہی ہوں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ہمیں کیا سوچتا ہے۔"

"بہنڈ کو اڑکا پھر معلوم کرنے کی ترکیب۔"

" بت خوب! ہم ابھی سوچ کے سندھر میں اتر جاتے ہیں اور  
اس میں سے کوئی ترکیب نکال لاتے ہیں۔" فرزانہ سکرانی۔

"اگر یہ اتنا ہی آسان کام ہے۔ تو پھر اب سے پہلے کیوں سوچ  
کے سندھر میں غوطہ نہ لگایا۔" فرحت نے منہ نہ لایا۔

"ب کی موجودگی میں غوطے لگتے ہی نہیں۔" فرزانہ بے چارگی  
کے ہاتھ میں بول۔

"اپھا چلو۔ اب لگاؤ غوطہ۔"

"کوں کر لگاتے ہیں۔"

دوںوں سوچ میں ڈوب گئیں.... آخر فرزانہ نے سر اور اعلان  
اس کے چہرے پر چک تھی۔

"بامہر نکل آکس۔ فرحت.... کمیں تمہاری آنکھیں ختم نہ" جائے"۔

"کیا ہو؟" اس نے چوک کر کر لد۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے"۔

"تو پھر تھا؟"۔

"ذرا سوچ.... اس پلاٹ یا ہینڈ کوارٹر کو بنانے کے سلسلے میں مک  
کے سب سے بڑے سائز داں بگد ملک کے سب بڑے بڑے  
سائز داؤں سے کام لیا گیا ہو گایا نہیں"۔

"اوہو۔ بالکل لیا گیا ہو گا۔ تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"اوہو.... عقل کو کمیں اور حسر اور بیج دیا ہے کیا۔ ہم ان  
سائز داؤں سے بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں"۔

"اے.... اس قدر سائز کی بات اور اب تک ہم وہیں کو  
کمیں سوچ چکی"۔

"اس بات پر حیرت مجھے بھی ہے.... لیکن فرحت.... سب میں  
ہم بھی تو شامل ہیں.... آخر اس سے پہلے ہمیں بھی یہ بات کہوں نہیں  
سوچ چکی"۔

خیلے... گولی مارو۔ اس بات کو۔ اور یہ سوچ کر ہم غلام بگ

بھر بھے ہیں۔ ہمیں تو اس حکم کو سر کرنے کے لئے اشارجہ جانا ہو  
گا۔

"بالمال نمیں۔ اب ہمیں جلد از اجلد واپس اپنے ہینڈ کوارٹر  
بنا چاہیے۔ ان کے ہینڈ کوارٹر کا سراغ یہاں تک نہیں سکا۔  
مال کے اشارجہ میں کمیں بیٹھا ہے۔ اس نے کس قدر حفظ جلد پر  
ہینڈ کوارٹر بنایا ہو گا۔ یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے"۔  
تو پھر پلو"۔

"اوہ، واپس جانے کے لئے مڑی ہی تھیں کہ ایک کار خوفناک  
لارس ان کے قریب سے گزری۔۔۔ لیکن اس قدر رفتار کے باوجود  
لارس نے اندر بیٹھے ہوئے فاروق اور آفتاب کو دیکھ لیا۔  
اوہو۔۔۔ یہ اس قدر تیز حالت میں کہاں جا رہے ہیں"۔ اس  
نے اس کا۔۔۔

"لوون۔۔۔ کس کی بات کر رہی ہو"۔ فرحت نے چوک کر کر لے۔  
فاروق اور آفتاب کی۔۔۔ یہ جو تلی کار ابھی ابھی گزری ہے  
ا۔ اس میں وہ دوںوں پھیلی سیٹ پر بیٹھے تھے"۔

"اوہ۔۔۔ تو چو پھر آؤ۔۔۔ ان کے پیچھے پلیں"۔  
لارس تو نہیں چل گیا۔۔۔ وہ کار تو اس قدر تیز رفتار سے جا رہی  
بیٹھے ہوت اس کے پیچھے گئی ہو۔۔۔ کوئی ماہر ترین ذرا سیوری اس  
ا۔۔۔ اس بات میں کامیاب ہو سکتا ہے"۔

"ہمارا انتظار کر رہی ہے۔"

آخر دن تیکی کے نزدیک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی نور سے  
انھیں۔ انور محمود اور آصف سرپلڈے بیٹھے تھے اور تیکی ذرا سو  
کے مامں میں آنکھیں پھاڑے بیٹھا تھا۔

"ہم سچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ اس تیکی میں تم ہو گے۔"  
محور اور آصف نے چونک کران کی طرف دیکھا۔ پھر محمود نے  
ہداہ صدر بھالیا۔

"تواب سچ لو۔ اب کیا ہو گیا ہے۔"

"یہ بات بھی نجیک ہے۔ آؤ فرحت سوچیں۔"

ہر پہنچ کے لئے کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں سڑک  
پر پڑھ کر ہنچ لیتے ہیں۔ لیکن بھی یہ پچھر کیا ہے۔۔۔ تم اس طرح  
کہیں بیٹھے ہو اور یہ تیکی کے ذرا سو صاحب کو کیا ہوا۔۔۔ کیا تم  
ہستے ہو۔۔۔ وہی ابھی ایک نئے رنگ کی کار گزری ہے۔۔۔ اس میں  
دریں اور آنکھ موجود تھے۔۔۔

"بائیو! یہ بات ہم نہیں جانیں گے تو اور کون جانے گا۔۔۔ ہم لوگ  
کی کار کا تعاقب کر رہے تھے۔۔۔"

"آپ پھر تعاقب روک کیوں دیا۔"

"اس بات کی وضاحت ہمارے ذرا سو صاحب کریں گے۔۔۔  
پس تو یہ بہت بلند بالگ دعوے کر رہے تھے کہ انہوں نے کاروں کی

"تو پھر دعا کر دے کوئی تیکی آجائے۔ اور اس کا ذرا سو صدر  
ترین ہو۔"

"افسوس دور دور تک کسی تیکی کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔  
تو نظر آنے میں کیا دیر لگتی ہے۔"

"تم نے بالکل صحیح کیا۔ آرہی ہے تیکی۔ اب تک تو رک گئی ہے۔۔۔ آؤ ہم اس کی طرف دوڑ لگاتے ہیں۔۔۔ کہ سواریاں اتار کر اسی جگہ سے لوٹ نہ جائے۔"

"اوہ ہاں! تیکی فرحت۔ اتنی دی بعد تو اس کا رکی گرد کوئی  
ہم نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"تو ہم گرد کا کریں گے بھی کیا۔" فرحت نے من بنا۔

"یہ بات بھی معقول ہے۔۔۔ دیے آج کل ہم پک نہیں  
معقول پاتیں کرنے لگے ہیں، کہیں ہم لوگ پہنچی سے اتنا تیکی  
رہے۔"

"معقول پاتیں کرنے کا مطلب پہنچی سے اتنا نہیں۔۔۔ چنان  
چھٹا ہے۔۔۔ تھیں اتنا بھی نہیں معلوم۔"

"اُن پاٹوں میں وہ تیکی نکل جائے گی۔"

دونوں نے تیکی کی طرف دوڑ لگادی۔

"حرث ہے۔۔۔ تو وہاں جم کر رہ گئی ہے۔۔۔ آگے آرہی  
نہ والپس لوٹ رہی ہے۔"

"اُسیں پکڑنے کا امکان تو پسلے ہی ختم ہو چکا ہے.... اب لکیر کو بیٹھ کیا طور دلت ہے۔"

"ڈرائیور صاحب... کچھ تو بولئے.... آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

اُن نے جمل بھن ک کہا۔

"تیر پر چھٹیں کیا نہیں ہوا؟"

"پہنچتے تائیجے کیا نہیں ہوا۔" محمود نے مٹہ بھایا۔

"آپ کو مذاق کی سوجھ رہی ہے.... اور میرا ہوش انٹریچیٹ کا کھانا لئی ہو گیا۔"

"آپ کو کھانے کی پڑی ہے اور ہمارے دوست ہاتھوں سے انکل کیا۔"

"لیکن اس کار تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ زندگی بھر بھی تعاقب کرا رہتا۔ تو بھی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے نیلی کار کے نمبر پر پڑھ لئے تھے۔"

"اگر یہ بات ہے محل مند صاحب.... تو نمبر پر پڑھنے کی کیا خودت تھی۔ نمبر پر سے بخیر ہی تعاقب جاری رکھتے۔" محمود نے کھلے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ... آپ نہیں سمجھے۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔"

"اوہ ہم کچھ بھی کیسے سکتے ہیں۔ جب تک کہ آپ سمجھا نہ

رسوں کے بہت سے مقابلے جیتے ہیں اور یہ کہ ان جیسا ڈرائیور ہے اس شہر میں نہیں ہے.... پھر انہوں نے ایک شرط بھی لگائی تھی۔ مطلب یہ کہ یک طرف شرط ہے۔ اگر انہوں نے نیلی کار کو پکڑ دیا تو ہم اسی "سو ڈالر دین گے۔ یعنی بطور انعام۔ اس لئے کہ انہوں نے زندگی میں کبھی بھی انٹریچیٹ ہوش میں کھانا نہیں کھایا۔ اور وہاں کھانا کھاتے کے لئے جیب میں دو سو ڈالر کا ہوتا ہے۔ اور یہ طور پر مینے کی آمدی سے زائد ہوں۔ کیونکہ مینے کی آمدی تو گھر میں پوری ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم نے اسیں وہ دو سو ڈالر دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے بہت زور و شور سے تعاقب شروع کیا۔ اس پاتھ میں کوئی شک نہیں کہ یہ ڈرائیور بہت اچھے ہیں۔ اور اس جگہ انہوں نے بہت کامیابی سے تعاقب کیا تھا۔ لیکن یہاں آکر اسیں دیا کیا ہوا۔ یک دم کار روک دی۔ ویسے اتنا ضرور ہے کہ تعاقب کے آخری لمحات میں درمیانی فاصلہ کم ہونا بند ہو گیا تھا۔ بلکہ ہر لفڑی فاصلہ زیادہ ہونے لگا تھا۔ شاید اسی سے انہوں نے اپنی ناکامی کو بھاپ لیا اور وقت سے پہلے اسی تعاقب کا سلسلہ بند کر دیا۔ کیونکہ میں بات ہے نا بھائی ڈرائیور صاحب؟" محمود نے رکے بخیر بھی چھوڑی تقریباً ڈالی۔

"خدامت سے بھٹے۔ اس ساری تفصیل کے بہانے میں لکھا رکھ لگ گیا۔ اب تو ہم انہیں مشکل سے بھی پکڑ سکیں گے۔" فرزاد نے

دیں۔ آصف نے بھنا کر کہا۔  
”وہ... وہ میرا باپ تھا۔“  
”لکھ کون۔“ وہ یوں کھلا اٹھے  
”نیلی کار کا ڈرائیور۔“ اس نے منہ بینایا۔  
”نیلی کار کا ڈرائیور۔ آپ کا باپ تھا۔ تو پھر۔ اس سے کیا  
ہوتا ہے؟“

”میں اپنے آپ سے بھی بھی میں جیت سکتا۔ اس نے بھو  
سے بھی کہیں بڑے بہن الاقوامی مقابلے جیت رکھے ہیں۔“  
”دھت تیرے کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ دارا  
لیکن چونکہ آصف ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ جا کر لگا آصف کی  
ران پر۔  
”آنکھیں ہیں یا بہن۔ یا اب اپنی اور دوسروں کی زبان میں ہی  
تیر نہیں رہی۔“ آصف تھلا اٹھا۔

”اوہ! معاف کرنا یا۔ ڈرائیور ہمیں گیا تھا۔“  
”تو تم تینوں نے پھٹے کے لئے ایک ایک چیز خصوص کر دیکی  
ہے۔ فاروق کی زبان پھسل جاتی ہے۔ تمہارا ہاتھ پھسل جاتا ہے۔  
اور فرزانہ تمہارا کیا پھسلتا ہے بھلا؟“ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

”پاؤں۔“ اس نے فوراً کہا۔  
”ادھر ادھر کی باتوں کی بجائے اگر ہم نیلی کار کی فکر لیں تو۔“

لڑاکہ ترہ بے گا۔ ڈرائیور صاحب۔ آپ نے نیلی کار کے ڈرائیور کو  
لڑاکہ بھر ہوئے کی بناء پر باپ کہا ہے یادو ہے آپ کے ہیں ہی باپ۔“  
کھوئے جلدی جلدی کہا۔

”ہیں ہی باپ۔“ اس نے ڈرے انداز میں کہا۔

”پھر یہ تو اچھی بات ہو گئی۔“ اب آپ اپنے باپ صاحب  
کا مرلٹ کلتے کی کوشش شروع کر دیں۔ وہ بھیں یہ تو ہاتھی سکیں  
سکا کہ انہوں نے ان دونوں کو کہاں اتنا رکھا۔ ارے، مگر آپ کے  
والدی کی تو بھیں چلا تھے اور کار تو پر ایجھت تھی۔“

”ہاں! لیکن وہ دوسروں کو لفڑ دینے کے بہت شو قین ہیں۔“

”وہ اچھا ہے اور اچھا ہے۔“ فرحت نے خوش ہو کر کہا۔

”اس وقت ان کے کھانے کا وقت ہو چلا ہے۔ میں آپ کو  
لہوئی تک لے چلتا ہوں۔ جہاں وہ کھانا کھاتے ہیں۔“

”بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔“

”اللہو! یہ دو سو ڈالر مجھے بیٹھ یاد رہیں گے۔ جو ملتے ملتے رہ  
گے اگر مقابلے میں باپ نہ لکھ آتا تو میں دیکھ لے۔“

”لیکھ تو آپ اب بھی رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کی آنکھیں بد  
ہیں۔ ارے کہیں آپ آنکھیں بد کر کے دیکھنے کے عادی تو  
کہاں۔“ فرحت نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔  
از ایجھر نے اسے کھا جانے والی نظرؤں سے دیکھا۔

"ایجھہ کے بعد وہ ایک ہوٹل کے سامنے رکے۔  
”ئے میرے ساتھو۔“ درايجھہ نے کہا۔  
”اس کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہو گئے۔“ درايجھہ سیدھا  
بندیزگی طرف بڑھ۔

”لےئے ڈینے میں جانتا تھا۔“ آپ ہمار ہوں گے۔“  
”لیکن تم کھانے کے وقت یہاں کیوں آئے۔“ دیکھو میں ہرگز  
میں کھانے کو شیئں پہنچھوں گا۔ اپنا کھانا اپنا کھاؤ۔ یہی اصول ہے  
ہے ناہارتے درمیان۔“

”لی ہاں! میں آپ کے پلے سے نیس کھاؤں گا۔“ آپ فکر نہ  
لیں۔ ہاں ان سے طمع۔ کچھ دیر پسلے میں روڑ پر آپ ان کے دو  
راجھیوں کو کار میں بٹھائے گزرے تھے۔ کیا آپ نے دونوں ہم عمروں  
آلات رنی تھی؟۔“

”بالکل دی تھی۔ ارسے تعاقب میں تم تھے۔“  
”لی ہاں! یہ ان سے ملتا چاہتے تھے۔ اس لئے مجھے تعاقب کرنا  
اے۔ لیکن آپ کہاں رحلات کرنے والے۔“

”اوہ۔ سوری۔۔۔ بیٹھ۔۔۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ آئندہ خیال  
رکھوں گا۔“

”شکریہ ڈینے۔۔۔ آپ نے ان کے ساتھیوں کو کہاں اتارا تھا؟۔“  
”اک غائب۔۔۔“

”چلنے بیٹھ جائیے۔ آپ بھی کیا یاد گریں گی۔“

”یہ آپ نے آپ بھی آپ بھی۔۔۔ دوبار کیوں کہا۔“

”اور تم نے تو مجھے کوئی کسر چھوڑ دی۔“ ذرا سے تھلے میں  
بار آپ کہ دیا۔“ فرحت اٹ پڑی۔

”غاموش۔“ ورنہ یہ ہمیں ساتھ نہیں لے جائیں گے۔“ تو  
نے چلا کر کہا۔

”نہیں تو انسوں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔ لکھ  
جناب؟۔“

”عن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نے تو کسی بھی قسم کی کوئی بات نہ  
کی۔“ اس نے چوک کر کہا۔

”بہتر ہو گا۔۔۔ اب آپ چل ہی پڑیں۔“  
”یہی اچھا۔۔۔ لیکن اب کم از کم اس ہوٹل کے کھانے کاٹلے  
آپ زائد دے دیں گے تا۔“

”ہاں دے دیں گے۔ اگرچہ تم نے ہمیں بہت زیادہ مایوس کیا ہے۔“  
محمد نے منہ بٹایا۔

”ھیا آپ میری خاطر ذرا کم مایوس نہیں ہو سکتے۔“  
”نیار تم عجیب آدمی ہو۔۔۔ میں کہتا ہوں۔۔۔ اب ہل۔۔۔ اس  
تمہارے باپ سے اپنے دو ساتھیوں کا چاہی معلوم کرنا ہے۔“

اور پھر تیکسی وہاں سے روانہ ہوئی۔ پھر، منت کی تھی

"آئیے۔ اسے کما۔

لورڈ ہاہر لکل کرنیلی کار میں بیٹھ گئے۔ ایسے میں فرزانہ نے ایک لکڑ پر کچھ لکھا اور محمود کو دے دیا۔ محمود نے پڑھا۔ اس نے لکھا۔

"خیوار! میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ ہم کسی جال میں پہنچ رہے ہیں۔"

گودنے سر بلاایا اور چٹ آگے پڑھا دی۔ لیکن وہ اس کار میں بیٹھ رہے تھے۔ اس نے کہ مسئلہ آفتاب اور فاروق کا تھا۔ اور اپنی کار چال پڑی۔ جلد ہی کار ہوا سے پاتشیں کرنے لگی۔

"آپ کچھ آہست نہیں چل سکتے۔" محمود نے گمرا کر کمال۔

"نہیں! اس نے کہ میں اس سے کم رفتار پر گاڑی چلا عیشی نہیں۔ یہ بیماری کا رذہ ہے۔"

"لیکن ریکارڈ نوٹ بھی تو سکتا ہے۔"

"اس میں نہت ہے۔ بیماری کا رذہ تو زندگی کی۔"

"تم دوسری طرح نوٹے کی پات کر رہا تھا۔ گاڑی الٹ سکتی ہے۔"

"اس کی آپ پرواہ کریں۔ ارے ہاں! آپ اپنے داغوں کو ایک میں رکھئے گا۔ کیسیں آپ بھی اپنے دسرے ساتھیوں کی طرح ہلکہ ہو جائیں۔"

"جی ڈین۔ کیا فرمایا۔ پاگل خانے۔" ڈرامیور پونکا۔

"ہاں! بے چارے پاگل ہو گئے تھے۔ میں نے ان دونوں پاگل خانے میں داخل کرا دیا۔ اگر یہ چاہیں تو میں اسیں دیاں۔ لکھا۔

"مشکل یہ ڈین۔ آپ یہ تیک کام ضرور کریں۔ مجھے ان سے ان ہوٹل کے لکھانا کامل یہتا ہے۔"

"جارج۔ تم بہت موٹے ہو گئے ہو۔ ہر وقت کھانے کے لئے چکر میں رہتے ہو۔ تو دوستو۔ میں فارغ ہو چکا ہوں۔" ان۔ اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بیٹھ۔ دو سو ڈالر۔" محمود نے جیب سے دو سو ڈالر نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ دو سو ڈالر۔" اس نے جیران ہو کر کہا۔ "ہاں! آج آپ ہماری طرف سے انتریشنل می ہی کہا گی۔"

"من نہیں۔ کیا واقعی۔" وہ جیران رو گیا۔ اس کے باپ نے بھی انسیں جیران ہو کر دیکھا۔ ہمروں۔

"ہمہت بھی بن رہے ہو۔ یہ دولت مفت کی ہے کیا۔" "آپ کو بھی دو سو ڈالر دے دیں گے۔ پہلے آپ ایک ہمارے ساتھیوں تک پہنچا دیں۔"

"سما خیال ہے۔ اگر ہم اس گھاڑی سے نیچے اتر جائیں تو پاکل  
لے سئے کرنے ہیں۔"

اپ کا خیال سو فیched درست ہے۔۔۔ لیکن آپ لوگ اب اس  
امسیں اتر سکیں گے جب تک کہ یا کل شہ ہو جائے۔۔۔

مکالمہ

"مجھے یہی حکم ملا تھا۔ آپ لوگوں کو پاگل بنانا دوں اور پاگل  
اتے میں داخل کرنا دوں۔"

۳۰۱۷۱-۲ کے حکم آنے والے

”سرہائل نتے میں ان کا خاص آدمی ہوں۔“

”سکے کے عالم میں آ گئے۔ کافی دبے تک اسی طرح بیٹھے  
ہتھ بھر گوئے بہت مشکل سے کہا۔

"راہل۔ آپ نے راہل کا نام لیا ہے۔"

ہال۔ اور کیا کروں۔ جب کہ میں اس کا ایک اونٹ سا خادم  
ہا۔ اس نے ہس کر کہا۔

"جب ہم واقعی پاگل ہو جائیں گے۔"

"یہ تو ہم کا ہے ہیں"۔

"جیا رہ تو ہمیں پاکل کر دینے پر ملا ہوا ہے۔ اپاکل ہو جاتے ہیں۔ اور کیا کہا کرنا ہے؟"

”کیا مطلب.... یہ کیا کہا آپ نے۔“

”یہ بات میں نے آپ کے دونوں ساتھیوں کو بھی تاریخ لے لیکن وہ دماغِ قاتلوں میں نہ رکھ سکے اور پاگل ہو گئے۔۔۔ یہی کار میں پڑا۔۔۔ دالے اکثر لوگ پاگل ہو جکے ہیں۔۔۔“

”لیکن آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟“

"میں مجبور ہوں۔ اس سے کم رفتار پر گاڑی چلاتا ہیرے از  
میں نہیں ہے۔"

”حد ہو گئی یعنی کہ۔۔۔ آپ تو واقعی ہمارا دماغ بھی خراب کر لے گے۔۔۔

”نظری آتا ہے۔“ اس نے کہا۔

"کیا نظر آتا ہے؟" فرحت نے پھاڑ کھالے والے اندازیں لے

"یہ کہ آپ چاروں بھی پاگل ہو کر رہیں گے۔ نہ لگا۔"

کریں۔ میں آپ چاروں کو آپ کے دونوں ساتھیوں تک پہنچا دے گا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہیں اپنے ملے

اللئے محوس ہو رہے تھے... یوں لگتا تھا جیسے کوئی انجامی قوت انہیں دماغوں کو الٹ ری ہے... ایسے میں محمود نے کہا۔

”آپ ذرا گاڑی روک لیں اور ہمیں نیچے اتار دیں۔“

“کیوں..... کیا ہوا؟”

”بات محقیل ہے۔ چلو بھائی کو اہمی پاگن۔“ آف  
ر پھر انہیں سڑک کی طرف سے نظریں ہٹانے کی بھی کوشش کی۔  
جیسیں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور پھر ان کے قبیلے کار میں گوئیختے گے  
مسکرا دیا۔

”دیکھئے۔ اب میں رفتار اور بیرونی رہا ہوں۔“ ہوں جوں آئے

○☆○

خوف زدہ ہوں گے۔ آپ پاگل پن کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔  
اور پاگل خاتون بیچتے سے پسلے آپ پاگل ہو چکے ہوں گے۔  
کاری گری کی بات۔“

”ہم پتا نہیں۔ ہم کیا بتا سکتے ہیں۔ ہم تو پاگل ہیں اور  
بھٹے۔ پاگل نہ ہوتے تو آپ کی کار میں کیوں بیٹھتے؟“ محمود نے اپر  
سی آواز میں کہا۔

”ہاں! یہ بات بھی تھیک ہے۔۔۔ ویسے یہ کار بھی بہت بڑی  
ہے۔۔۔ لوگوں کو پاگل بنا دینے میں بہت ماہر ہے۔۔۔ میں اگر اس کا لیہ  
ٹھن دیا دوں نا۔ تو آپ فوراً پاگل ہو جائیں۔“ یعنی میں ایسا کر  
کروں گا۔۔۔ اس لیے کہ آخر آپ لوگوں کو اوہڑا دھر دیکھنے کا کلیز  
ہے۔“

”اوہڑا دھر دیکھنے کا۔ کیا مطلب؟“

”دیکھ لیں میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔“ اس نے پام  
انداز میں کہا۔

انہوں نے گھبرا کر اوہڑا دیکھا۔۔۔ اور ایسا کرنے پر ان کے  
دماغ اور بھی زور سے چکراتے گے۔ انہوں نے بہت کوشش کی املا

## کہاں تک پہنچے

رفعت نے ہوٹل کے دروازے کی طرف دیکھا اور چکر لگی۔  
”مکھن۔ تم نے دیکھا۔ محمود، آصف، فرزانہ اور فتح ایک  
 شخص کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔“

”ہم دیکھ چکا ہوں۔ اور اس سے زیادہ دیکھنے کی ہوئی نہیں  
 ہے۔ لذا آؤ چلیں۔“

”کیا مطلب... کہاں چلیں؟“

”بھی کیس پر کام کریں۔ ان لوگوں کو تو کھاتے پیتے کی ہوئی  
 رہی ہے۔ ہم ایسے میں کوئی کام کیوں نہ دیکھائیں۔“

”یعنی میں اب بھی نہیں سمجھی۔“ رفتہ پولی۔  
 ”کیا نہیں سمجھیں، جلدی چتاو۔“ مکھن نے منہ بڑایا۔

”اوہوو... بات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں۔ وہ چاروں کسی اور  
 کے ساتھ اندر گئے ہیں۔ آؤ ڈرام بھی ہوں۔ میں بینہ کر دیجیں۔“  
 کیا پکر ہے؟“

”یعنی اس طرح ہم کوئی کام نہیں دیکھائیں گے۔ جب کہ

خود اپنے پسلے تم کہ رہی تھیں کہ اس بارہم کوئی کام دیکھائیں گے۔  
 ”ہاں! وہ میں اب بھی کہتی ہوں۔ کام دیکھائیں گے۔ لیکن  
 ہے انہیں تو دیکھ لیں۔“

”اُن کے پکر میں پڑے تو کوئی کام نہیں دیکھائیں گے اور سجن  
 پکریں جائیں گے۔“

”اب اُنہیں دیکھ لینے کے بعد جا بھی تو نہیں سکتے۔“ رفتہ

”اُن پر چلو۔ دیکھا جائے گا۔“ مکھن نے منہ بڑایا۔

”واؤ! ہوٹل میں داخل ہوئے اور ایک کونے کی میز کی طرف  
 چکر۔ الہوں نے اپنے سر بھی جھکا لیے۔ تاکہ اُنہیں دیکھا  
 جائے۔“

”چاروں ایک میز پر دو آدمیوں کے ساتھ ہیٹھے تھے۔ آپنی  
 مذاہت بیٹھتے بھی کر رہے تھے۔“

”ہماں نہیں۔ ان کے درمیان کیا باعث ہو رہی ہیں۔“  
 ”بعد میں معلوم کر لیں گے۔“

اپاٹک الہوں نے ان لوگوں کو اٹھ کر ہاہر جاتے دیکھا۔  
 ”لو بھی۔ یہ تو جا رہے ہیں۔ اب ہم کیا کریں۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تو پھر تعاقب کرنے والوں کو بھی دیکھ لیا جائے  
 گی۔ اگر یہ کوئی پکر ہے تو پھر تعاقب کرنے والوں کے ساتھ ہم کوئی کام دیکھائیں گے۔ لیکن

گا۔ یا باہر اس قسم کا انتقام ہو گا" کہ تعاقب نہ کیا جاسکے۔ اس بے  
ہمیں اپنے طور پر کچھ کرنا ہو گا۔"

"اپنے طور پر کیا مطلب؟" محسن نے چوک کر کیا۔  
"بھتی کار پارک سے کوئی کار لے اڑتے ہیں۔ ان مالات میں  
ہم کوئی بھتی نہیں روک سکتے۔"

"بات تم نے بت پتے کی کہی.... لیکن کار چوری کرنے میں اس  
بھتی خطرہ ہے۔"

"کوئی خطرہ نہیں۔ ان سے پہلے ہی نکلنے کی کوشش کرتے  
ہیں۔ یہ تو ابھی مل وغیرہ ادا کریں گے۔"

"ہاں تھیک ہے۔ ہمیں ان کی نظروں سے فکر لکھنا ہو گا۔"  
وہ تحریک طرح باہر نکل آئے۔ اور سیدھے کار پارک کی طرف  
بڑھ گئے۔ دروازے پر کوئی چوک کیدار نہیں تھا۔ شاید یہ سال کا دن ہی  
چوری کا کوئی امکان نہیں تھا۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی حسوس کی  
تھی کہ کاریں بسال تریبا ہر آدمی کے پاس تھیں۔ تو چوری کے لیے  
کسی کو کیا ضرورت تھی بھلا۔ صرف باہر سے آنے والوں کے پاس  
نہیں ہوتی تھیں۔ وہ ٹیکسیوں سے کام چلاتے تھے۔

ایک کار میں انسیں چابی بھی تھی نظر آگئی۔

"یہ تھیک رہے گی۔ چابی لگانے کی کوشش نہیں کرنا ہے۔  
گی۔"

"ہاں تھیک ہے۔" رفتہ نے کہ  
محسن نے کار شارٹ کی اور باہر لے آیا۔ اب وہ میں روز میں  
اگلے اور ایک طرف کر کے کار روک لی۔  
"ایسے میں اگر کار کا مالک باہر نکل گیا تو؟"  
"تو ہم بھر بھر لیں ہمارے بھیجے لگ جائے گی۔"  
"اللہ مالک ہے۔"

پندرہ منٹ بعد انہوں نے ان چاروں گو ایک آدمی کے ساتھ باہر  
لئے ایکمل۔ پھر وہ ایک نیلی کار کی طرف بڑھے۔  
"تیار ہو جاؤ۔ کیس یہ نیلی کار نظروں سے لو جمل نہ ہونے  
ہے۔"

"اس کا تو باب پ بھتی نظروں سے لو جمل نہیں ہو سکے گا۔" محسن  
لے اکمل  
"سمت خوب! آج تمہاری یہ کاری گری بھی دیکھ لیتے ہیں۔"  
نیلی کار بہت تیزی سے روان ہوئی۔ محسن پریشان ہو گیا۔  
اسے بھی کار تیز رفتار پر چھوڑنی پڑی اور پھر اسے مسلسل کار کی رفتار  
چل کر پڑی۔ لیکن اس کے باوجود درمیان فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔

"نہیں فرشتے۔ میں اس کار کا تعاقب چاری نہیں رکھ سکوں  
کہ اس کار کا تعاقب تو صرف انکل جسیہ یا انکل کامران مرزا کر سکتے  
ہیں۔"

بُکی میں بیٹھ گئے

"ہاں وہ کار کس طرف گئی ہے۔۔۔ اس کا رنگ کیا تھا؟"

"اس طرف۔۔۔ قیلے رنگ کی نہ تھی۔۔۔"

"اگر پکڑ دتا ہوں۔۔۔ لیکن آپ کو میرے سوڈا رزامنہ طا  
ہیں گے۔۔۔"

"چیز مخمور ہے۔۔۔"

اور جیسی پل پڑی۔۔۔ لیکن بہت دیر تک چلنے کے بعد بھی نیل  
اڑ پڑھ آئی۔۔۔ حالانکہ وہ بہت تیز چل رہے تھے۔۔۔

"ٹھیکیدار کی طرف مڑے گئے۔۔۔ ڈرائیور نے کہا

"ایسا ای معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

"آپ لا سوڈا روپیتے کی بات کریں تو میں منیڈ کوشش کر سکا  
ہم۔۔۔"

"اگری بات ہے۔۔۔"

اس نے رفتار اور پیدھا دی۔۔۔ لیکن نیل کار پھر بھی نظر نہ ہے۔۔۔

"میں جتاب! مجھے الفوس ہے۔۔۔ وہ ضرور کسی سوت میں مز  
کے دینے آپ نے یہ بات تو محسوس کر لی ہو گی کہ میں نے کار بہت  
ٹھیکیدار نہ سچائی ہے۔۔۔"

"اہ! آپ کا شکریہ۔۔۔ اب ہمیں واپس لے چلیں جہاں سے

"وہ مت تجربے کی۔۔۔ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔۔۔"

"وہ غیر معمولی ماہر ڈرائیور ہے، اس بات کو لکھ لو۔۔۔ محسن نے  
بھنا کر کہا۔۔۔"

"اب لکھ کر کیا کروں گا۔۔۔ کیا فائدہ ہو گا لکھنے کا۔۔۔"

محسن اسی وقت ایک جیکسی نزدیک سے گزری۔

"کیا آپ کو کوئی پرشانی ہے؟۔۔۔ ڈرائیور بولا۔۔۔"

"ہاں ہے۔۔۔ پھر آپ کو کیا؟"

"میں کچھ مدد کر سکتا ہوں۔۔۔"

"ضرور کر سکتے ہیں۔۔۔ کیا آپ ایک کار کے تعاقب میں ہوئے  
ہو کر سکتے ہیں؟"

"گویا آپ کار زیادہ مہارت سے نہیں چلا کتے۔۔۔"

"تم اور تم اس قدر مہارت سے نہیں۔۔۔ جس قدر مہارت سے  
وہ کار والا گیا ہے۔۔۔ جس کا ہمیں تعاقب کرنا ہے۔۔۔"

"آپ غفرانہ کریں۔۔۔ مجھ سے زیادہ ماجد تو اس پرے شرمند  
کوئی نہیں ہو گا۔۔۔"

"بہت خوب! اب ہم اپنی کار میں پھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ لود آپ  
کی جیکسی میں چلتے ہیں۔۔۔ وہی پر کار لے لیں گے۔۔۔"

"ضرور کیوں نہیں؟"

محسن نے کار سڑک سے نیچے اتار کر کھڑی کر دی اور دلقد

"لیا آپ ہمیں وہاں لے جاسکتے ہیں۔ شاید ہم ان کے لئے بکھر سکیں۔ ہم آپ کے وقت کی قیمت اوکریں گے۔"  
"یہ تو نیکی کا کام ہے۔ آئیے۔ وہ مسکرا دیا۔

"وہ سڑاڈ رائیور بھی مسکرا دیا۔ اور وہ نیکی سے اتر کر نیلی کار میں بند کر گئے۔ ایسے میں نکعن زور سے چوتھا۔ دوسرا ڈرائیور اپنے چہرے سے کلی چیز اتار رہا تھا۔

"اے۔ یہ یہ تو وہی ہے۔ جو ہوٹل کی میز پر ان کے رونو بیٹھا تھا۔ اف مالک اس نے میک آپ کر لیا تھا۔ میں بھج یا۔ یہ کوئی جال ہے۔ ہمارے خلاف جال بچھایا گیا ہے۔ اب اگر ہم ان چاروں کے پاس جانا چاہتے ہیں تو اس جال میں بچھتا ہو گا۔  
وہہ ہم ان تک نہیں بچ سکیں گے۔"

"لیکن ان تک بچ کر اگر ہم بے بن ہو گئے تو کیا ہو گا۔"

"بان! ایسے بات بھی ہے۔"

ای وقت کار چل پڑی۔ ڈرائیور کی آواز ان کے کانوں سے کرائی۔

"آپ کیا کھر پھر کر رہے ہیں۔"

"آپ زرا ایک منٹ کے لئے کار روکیں گے۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

ہم پڑے تھے۔"

"اچھی بات ہے۔"

ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا۔ لیکن ایسے میں اپنی "روک" کار کی جھلک و کھلائی وی۔

"اے! یہ تو وہی کار ہے۔" نکعن بولا۔

"وہی کار ہے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہیں آری

ہے۔"

"روک کے دیکھ لیتے ہیں۔"

"اوہ ہاں۔ بلکہ نزدیک آنے پر اشارہ کر دیں۔" نکعن لے کر

"اچھی بات ہے۔ آپ غفرتہ کریں۔"

جو نیکی نیلی کار نزدیک آئی۔ ڈرائیور نے اسی لمحے رکے کا اٹھا دیا۔ کار ان کے نزدیک آگئی۔ اس کے بعد ڈرائیور نے سڑاڈ نکلا۔

"اگری بات ہے۔ آپ نے مجھے کیوں روکا۔"

"آپ چار تو عمر افراد کو لے کر کہیں گے تھے۔ اہمیں ان-

ملنا ہے۔ کیا آپ بتاتے ہیں کہ اپنیں آپ نے کہاں اتارا ہے۔"

"ہاں! پاگل خاتے میں۔" اس نے کہا۔

"ہمیا کہا۔ پاگل خاتے میں۔ لیکن یوں؟"

"اس نے کہ وہ پاگل ہو گئے تھے۔ ان پر پاگل بن کا۔"

"کوئی چیز رہ گئی ہے..... ہماری یہاں"۔  
"واپسی پر لے لیں گے"۔ اس نے کہا۔  
"کیا مطلب..... واپسی پر وہ نہیں پڑی مل جائے گی"۔  
"ہاں! یہاں کوئی نہیں اٹھائے گا"۔

"اچھا یہ کب سے"۔ کھن نے کہا۔ ساتھ ہی اس نے جب  
سے پستول نکال لیا۔

"جب سے مچ کا ظہور ہوا ہے"۔

"بہت خوب! یہ جو چیز آپ کی کردن سے گئی ہوتی ہے اُنہے  
پستول کی نال ہے۔ اب یا تو آپ کار روک لیں۔ ورنہ میں گول چاہنا  
ہوں"۔

"چلو اس طرح میں مرجاون گا۔ اور کار چاہ ہو جائے گی۔"  
دونوں کے بھی پر خیچ اڑ جائیں گے"۔

"کوئی پروا نہیں۔ تم ہمیں جہاں لے جا رہے ہو۔ دہاں میں  
کوئی ہمارے پر خیچے باقی رہ جائیں گے"۔

"کار روک لو۔ ورنہ میں گولی مار رہا ہوں"۔ کھن نے  
لیجھ میں کہا۔

"مارے تو کیا واقعی کوئی مار دے گے۔ اتنی جرات ہے تم میں"۔

"جرات کا تو ہما نہیں۔ اتنی سمجھ نہیں ہے ہم میں۔ ورنہ

رہے ہو یا نہیں"۔

"لگھ اب گھوس ہو رہا ہے کہ اگر میں نے کار نہ روک تو تم  
کوئی گولی مار دے گے۔ لذا میں روک رہا ہوں۔ لیکن اس کا انجام  
ہتھ رہا ہو گا"۔

"ٹھریہ بہت بہت"۔ رفتہ نے خوش ہو کر کہا۔

"تومر تم نے اس کا ٹھریہ کیوں ادا کیا"۔

"اس بات کا کہ یہ روکنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ورنہ ہم دونوں  
کی اسماقہ ہرے"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے۔ خیب۔ اب کیا کرنا ہے"۔

"تم کار کی چابی اپنے قبضے میں لے لے اور تم سنو سترے۔ بھیجن  
بند پر آجائ۔ اب کار میں پہنچو گا"۔

کار والا کچھ نہ بولا۔ شاید اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔  
کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ آخر وہ انٹھ کر بھیل سیٹ پر آ گیا۔  
لب ایک پستول رفتہ کے ہاتھ میں بھی تھا۔ کھن نے کار شارت کر  
لی۔ اور اپنے اٹے کی طرف روانہ ہو گیا۔

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رفتہ کہ ہم اسے بیوں کے  
لیے چاہیں"۔

"ہاں! یہ تھیک رہے گا"۔

"تم توگ اپنی موت کو آواز دے رہے ہو"۔ ذرا سرور نے بھنا کر

اپنے مکان کی کھلگی سے شوکی ہاتھ پلاتا نظر آیا۔  
”اوہ! ایسا مکان کس طرح تبدیل ہو گیا۔“ رفت بڑی طرفی۔  
”اور خطرے محسوس ہوا ہو گا۔ اس طرف چلو بھی۔“  
”ڈرائیور کو اس طرف لے آئے۔ شوکی نے مکان کا دروازہ

کھل دیا۔

”یہ یہ کون ہے؟“ پروفیسر داؤد بولے  
”ابھی ہتھے ہیں۔ لیکن یہ کیا چکر ہے۔ آپ اس مکان کے  
بجائے اس مکان میں کیوں نظر آ رہے ہیں؟“  
”الٹکی مرضی۔ اندر آ جاؤ۔ ابھی ہتھے ہیں۔“ پروفیسر داؤد  
کھل کر۔  
”اندر آ گئے،“ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب پسلے شوکی نے مکان  
نیل کرنے کی وجہ تھی۔

”پھر کیا اس طرف اب تک کوئی آیا۔ میرا مطلب ہے  
کہ میں“  
”میں۔۔۔ ابھی تک تو خیر پولیس نہیں آئی۔ باقی لوگ بھی ابھی  
لئے آئے۔“

”خیلے۔۔۔ تم دونوں کی کمالی کیا ہے؟“

رفعت نے جو کچھ بتا دیا۔۔۔ شوکی کی نظریں ڈرائیور پر جم  
کھما۔

”آواز ہم دے رہے ہیں اور یہ اطلاع تم ہمیں دے بے  
ہو۔۔۔ یہ عجیب بات ہے۔“  
”ہاں! اس لئے کہ تمہاری موت مجھے تمہارے سروں پر ہے“  
”وہ درائیور کو اس طرف لے آئے۔۔۔ شوکی نے مکان کا دروازہ  
ریتی ہے۔“

”اوہ! اچھا۔“ دونوں نے گھبرا کر کما اور اپنے سروں کے  
دیکھا۔

”یار کیوں جھوٹ بولتے ہو۔۔۔ ہمارے سروں کے اپنے تکڑے  
چھت ہے۔۔۔ مکھن نے منہ بھایا۔“  
”بت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے سروں اور چھتے  
درمیان کیا ہے۔“

”ہم دونوں دیکھے ہیں۔۔۔ ہمیں درغلاتے کی کوشش نہ کر۔۔۔  
”اور پھر وہ اپنے اٹے پر بیٹھ گئے۔۔۔ اس کے نزدیک ہم  
مکھن نے سرو آواز میں کہا۔

”ہاتھ اور اٹھائے ہوئے بیچھے اتر آؤ۔۔۔ کوئی ڈرائیور قلاں زدن  
کی تو ہم گولی چلا دیں گے۔“

وہ کچھ بڑی راتے ہوئے بیچھے اتر گیا۔۔۔ اس نے ہاتھ سرتے اور  
اٹھا دیے۔۔۔ مکھن اس سے پسلے اتر چکا تھا جب کہ رفت ابھی تک ا  
میں بیٹھی تھی اور اس کے پستوں کا رخ بھی اس کی طرف تلا۔۔۔  
میں انہوں نے الو کی آواز سنی۔۔۔ وہ چونک کر مڑے۔۔۔ کلف نہیں۔۔۔

"اب لہین آیا۔ کہ تم میرے چکر میں آئے ہو، میں تمہارے  
بھائیں"۔ وہ بتا۔

"میں گئے۔ چلو ہم اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کے لئے چار  
لہن۔"

"آج اسی میری کار میں۔ یعنی نیلی کار میں"۔ اس نے مکرا  
لکھا۔

"ان کے ساتھ مکان سے باہر لٹک۔ اسی وقت انہوں نے  
بھا۔ اس مکان کو بھی پولیس گھیرے میں لے چکی۔ گواہ  
لے پہنچا۔ اگر کام کر رہے ہوتے تو بھی وہ پولیس سے نیس فیکے  
تھے۔

مارے پریشانی کے ان کا برا حال ہو گیا۔ اور جب وہ نیلی کار  
لے لئے پہنچے تو کار میں ایک آواز ابھری۔

"اہا جیکی۔ تم کہاں تک پہنچے۔ انسیں ایک جگہ جمع کرنے  
کی کامیاب ہو گئے یا نہیں"۔

انہوں نے صاف پہچانتا۔ یہ آواز ابھال کی تھی۔

○☆○

"تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟"

"اب تک باقی لوگ بھی پاگل خانے پہنچائے جا پکے ہوں۔"  
روہ گئے تم۔۔۔ تم بھی وہیں جانے کی تیاری کر لو۔۔۔ یہ سمجھنا کہ تم کو  
چکر دے کر اس طرف لے آئے ہو۔۔۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم  
تمہیں چکر دے کر اس طرف لاایا ہوں"۔ اس نے شوخ آواز میں کہا  
گیا۔ مطلب؟"

"اپ کو ایک جگہ پہنچانے کی دعویٰ میری لگائی تھی مسراں  
نے۔۔۔ میں ان کا ایک معمولی سا کار کرن ہوں"۔

"اوہ۔۔۔ نہیں"۔ ان کے مذہ سے ایک ساتھ لکھا۔

"ہاں! لہذا تم لوگوں کے گرد جال ہاگیا۔ اس جال کے تین  
میں آنہوں گھروں پر نظر رکھی گئی"۔

"کیا؟" وہ ایک ساتھ چلا گئے۔

"ہاں! اب تم لوگوں کو بھی اس پاگل خانے میں بھیجا دو اب  
کا۔۔۔"

"لیکن کیسے۔ پستول اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے"۔

"اوہ۔۔۔ ان پستولوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اچھا ذرائع اکار

سے"۔

انہوں نے ٹریکر دیا۔۔۔ لیکن پستول سے گولیاں نہ لکھی۔

ان کے رنگ اڑ گئے۔

پاگل ہونے لگے۔

"جب تم اپنی خوشی سے پاگل ہو گے تو جان جاؤ گے۔ وہ بھی ہو گے ہوں گے۔"

"خوبی دیکھ لیتے ہیں۔"

"بھی دکھا دیتا ہوں۔"

ان الملاٹ کے ساتھ ہی کار کی رفتار بڑھ گئی..... اور پھر انہیں ڈر لگنے لگا۔

"اے۔ یہ۔ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس قدر تیز رفتاری۔"

پریمر اورڈر کھلا گئے۔

"اگر اس قدر تیز میں چلاوں گا تو تم پاگل کیسے ہو گے۔"

"ایام مطلب۔۔۔ تیز چلانے سے پاگل ہونے کا کیا تعلق۔"

"تم کہا تعلق ہے۔۔۔ مگر چولی دامن کا تعلق ہے۔" اس نے اس کراں دو میں کہا۔

"اے۔۔۔ تم تو اردو بھی بول لیتے ہو۔"

"اے! اس۔۔۔ کیا کیا جائے۔۔۔ مجھے بہت سی زبانیں آتی ہیں۔"

"فری یہ پکر کیا ہے۔۔۔ ہمیں پاگل خانے میں کیوں بیٹھ کیا جا رہا ہے۔۔۔"

"یہ کو تم اوکوں کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تھا۔۔۔ انہوں نے اس بارے میں سڑا بھال سے بات کی۔۔۔ انہوں نے یہی فیصلہ کیا

## کچا چبا جانے والے

جیکی اپنی ریورٹ سنانے لگا۔۔۔ وہ بھال کو ساریا تھا۔۔۔ اور بھی سن رہے تھے۔۔۔ حیران ہوئے جا رہے تھے۔۔۔ اور پھر اس نے کہ "میں ان لوگوں کی آخری قط کو پاگل خانے پہنچا رہا ہوں۔۔۔

اب یہ بھی پاگل ہونے والے ہیں۔"

"بہت خوب جیکی۔۔۔ تم ایک بھرن کا رکن ہو۔۔۔ یہ لوگ تھمارا مقابلہ نہ کر سکے۔۔۔ میرے مقابلہ کی تو ان میں تاب عی کمال گی۔۔۔ ٹھریہ۔"

"اب تم لوگوں کے پاگل ہونے کی باری ہے۔۔۔ پاگل خانے سے پہلے پہلے جسمیں پاگل ہوتا ہے۔"

"تین کیسے۔۔۔ ہم کیوں ہونے لگے پاگل۔۔۔ پاگل ہوں ہاں دشمن۔"

"تم کی ہو۔۔۔ تھمارے تو بڑے پاگل ہو گئے۔۔۔ اور اپنی را سے پاگل ہونے نہ دستی نہیں۔"

کہ تم لوگوں کو ایک ایسی جگہ ڈال دے جائے جہاں سے تم لکل نہ سکے۔  
وہ پاگل خانہ ضرور ہے۔ لیکن چڑا گھر کی حم کا۔

"کیا مطلب؟"

"اس پاگل خانے پر بھٹک لگا ہوا ہے۔"

"ہم سمجھے نہیں۔" پروفیسر داؤڈ گھبرا کر بولے۔

"حالانکہ بوڑھے تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں۔"

"ادہ مالک۔" کیا اس پاگل خانے کے پاگلوں کو دیکھنے کے بے  
بھٹک لگا ہوا ہے۔ یعنی لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

"ہاں! اب تم لوگوں کی تفریح کا سبب ہو گے۔ یہاں اس بھی  
خانے میں رہو گے۔ وہاں سے نکلنے کی کوئی ریکاب بھی تم لوگوں  
نہیں سو بھد سکے گی۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ یہاں پاگل خانہ بھی لوگوں کے بے  
تفریح کا گاہ بنایا ہوا ہے۔"

"اچاک اس نے کار میں لگا ایک بٹن دھا دیا۔ فوراً ہی ان  
ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ بے تحاشہ ہنسنے لگے۔ لیکن ایک بیگ بند  
بھی کار میں ہوئی۔ اور اس بیگ ترین بات کا اندہ یا تو جیکل کو تبا  
پروفیسر داؤڈ کو۔ جیکل کی آنکھیں مارے جیت ہے پھیل گئیں۔  
اس لئے کہ پروفیسر داؤڈ قعتوں نہیں لگا رہے تھے۔ البتا انے

بھی بے تحاشہ نہیں رہے تھے اور وہ واقعی پاگل نظر آ رہے تھے۔  
"تم۔" جیکل نے مارے جیت کے کھلے  
"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"  
"آخر کیلئے اور کیسے۔"

"میں کوئی عام انسان نہیں ہوں۔ جسے تم گیس کے ذریعے  
ہال کر دے گے۔ میں نے اس کار میں لگے ہوئے ہیں اور اس نہیں  
سے سلمہ پر لکھی ہوئی گیس کا نام پہلے یہ پڑھ لیا تھا۔ ہماری طرف  
لے لوئے تو اس کے کھلے کھلے ہوتے ہیں۔ اب وہ میں اس کو بھٹک کرتے ہیں۔ نش کرنے  
کا اسے گھوٹ کر پہنچتے ہیں اور پھر جب بھٹک نش رہتا ہے۔ پاگلوں  
لاہن ہنسنے ہیں۔"

"لیکن تم نے اس گیس کا توڑ سس طرح کر لیا۔"۔  
"میں نے پکھ بھی نہیں کیا۔ مجھے توڑ کرنے کی ضرورت نہیں  
کہا تھا۔"

"تھا کیسے؟"

"میں حصیں اپنا راز کیوں بتاؤں۔ کیا تم بتا سکتے ہو۔۔۔ ہم ابھائی  
سے مدد مذاقات کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات لا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔"  
"ایسا اہل کو بھی نہیں۔"

"او۔۔۔ تم یہ بھی جانتے ہو۔" جیکل بھونچ کا رہ گیا۔

ہے جے ہیں۔ اصل بجک بھی ہے.... اور بس۔"

"بہت خوب۔ میں آپ کی تمام یادوں کو بالکل درست مانتا ہوں۔ لیکن اس بجک کا فیصلہ کیا ہو گا۔" اس نے پوچھا۔

"فوج اور نکست اللہ کے ہاتھ ہے۔ مسلمان فوج اور نکست سے بے نیاز ہو کر ٹوٹا ہے.... اس لئے کہ وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے رہتا ہے۔ ہنس یہ کام جا سکتا ہے کہ چینی کی صورت میں اسے دہری خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم دہری خوشی حاصل کرنے کی بڑی کوشش کریں گے۔" وہ روایت کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"تم لوگوں کے لیے ابظال کا پانچالا ممکن نہیں ہو گا۔" وہ اس ہزاری سر زمین پر کہاں ہے۔ کسی کو نہیں معلوم۔

"بالا! ہمارے لئے اس مرتبہ سب سے بڑا مسئلہ ہی ہے۔ بجک، ہم اس کا سراغ نہیں لگایتے۔ کامیابی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی۔"

"اور یہی وہ کام ہے۔ جس میں تم ٹاکام رہو گے۔"

"جو اللہ کو محظور۔" پروفسر راڈ بوالے۔

"تم از کم اتنا تو تباہیں۔" آپ اس گیس سے اڑ سے کس طرح گھولارہے۔

"پانچالا میں کیوں ہاتے گا۔"

"لیکن میں زندگی بھی تو معلوم کر سکا ہوں۔"

"میں نے بتایا تا۔۔۔ ہم لوگ عام لوگ نہیں ہیں۔ آخر الالہ اور ابظال کیوں ہم سے خوفزدہ ہیں۔ پوری دنیا کو وہ اظکیوں پر نچاہت ہیں۔ انہوں نے دنیا میں عیسائیت کا پرچم لے رہا ہے۔ پوری قوم ایساںی ہنا دیتا ہے۔۔۔ لیکن وہ ہم سے خوف زدہ ہیں۔ ان کے خوف زدہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں پہلے ہمارے حال پر چھوٹا کا اعلان کیا۔۔۔ تاکہ ہمارے بے بی کا تماشا دیکھ سکیں۔۔۔ لیکن ہم جانے کیوں۔۔۔ انہوں نے خوف محسوس کیا اور ہمیں پاکل غائبی پر نچاہتے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔ اگر وہ ہم سے خوف زدہ نہیں ہیں تو ایسا کہ کیا ضرورت تھی۔"

جیکل خاموشی سے کار چلاتا رہا۔ یا شاید پروفسر راڈ کی باہم اس کے پاس کوئی جو ب نہیں تھا۔۔۔ بالق لوگ اب بھی بے تھاش میں رہے تھے۔

"مشتری جیکل۔۔۔ آپ کو ساتھ سوچکھا کیا کیا؟" پروفسر راڈ بوالے۔ "نہیں۔۔۔ لیکن آپ کی باشی درست ہیں اور میں اسی بات پر جراں ہوا ہوں کہ آخر راہل اور ابظال مجھے لوگ تم لوگوں سے خوف زدہ کیوں ہیں۔۔۔ تم لوگوں کو تو میں نے آسانی سے قابو کر لیا ہے۔"

"یہ قابو میں آتا ہماری مجبوری تھی۔۔۔ راہل اور ابظال ہم سے ملی چھے کا کھیل کھیل رہے ہیں اور ہم ان سے۔۔۔ ان کی کوشش ہے کہ ہم ابظال اور ہیڈ کوارٹر کا سراغ نہ لگا سکیں۔۔۔ اور ہم سرنا گا۔"

"کو شش کرو یکھو۔"

"دیکھو بڑھے آدمی..... میں بت سخت آدمی ہوں۔"

"تم اپنی بھتی کو بھی آنالو۔ لیکن بھتی بھتی تم کو گے۔ اُنھیں برداشت کرنے کے لئے تیار رہتا۔" پروفیسر داؤڈ سخت لیے ہیں پولے۔

"تم بے چاروں کو اتنی سلت صیس طے گی۔"

"میں اگر چاہوں تو تم آئیں پاگل غانے تک نہیں لے جائے گے.... اور اگر میں چاہوں تو گاڑی کے اندر جیسی بالکل بے بس اُنکا ہوں۔ لیکن اس طرح گاڑی اُن جائے گی اور ہمیں بھی لفڑاں پہنچ گا۔"

"او۔ میں گاڑی روک رہتا ہوں۔" اس نے نہ کر کیا۔ اور ساتھ ہی گاڑی روک دی۔

"پروفیسر داؤڈ نے منہ سے ایک پھونک ماری۔ ان کے منہ میں ایک باریک سی نکلی تھی۔ اس نکلی میں سے ایک سوتی نکل اور اس کی گدی میں جا گئی۔"

"اُرے یہ کیا؟" اس کے منہ سے نکلا اور پھر اسے اپنا تمام جنم سن ہوتا محسوس ہوا۔

"کیوں مشرب۔ اب ذرا گاڑی چلا کر دکھاؤ۔"

"یہ۔ یہ کیا ہو گیا ہے؟"

683  
"یہ کام میں اس وقت بھی دکھا سکتا تھا۔ جب تم نے ہمیں کار میں بھیلا تھا۔ لیکن ہمیں تو اپنے ساتھیوں کے پاس جانا تھا۔ اس سے میں نے کچھ نہ کیا۔ اب تماری بندہ بانگ باعث سن کر جیسیں ذرا رانو شد وکھلایا ہے۔ اب کیا خیال ہے۔۔۔ پاگل غانے جانے کا ارادہ ہے یا نہیں۔"

"ہاں! میں آپ کی طاقت کو مان گیا۔۔۔ ابطال تو مجھے زندہ نہیں بخواہے گا۔۔۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں اپنے مشن میں ناکام ہو گیا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ اب دیکھو۔۔۔ میرے لئے موقع ہے۔۔۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر اس کار سے کہیں بھی جا سکتا ہوں۔۔۔ جیسیں اخخار کرو دالا سیٹ پر نکلا سکتا ہوں۔۔۔ تم کیا کر سکو گے۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ آج اب بندہ آواز میں یات بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ تھارے منہ سے یہ جو اثر اُنل رہی ہے۔۔۔ میں چاہوں تو یہ بھی لکھا بند ہو جائے۔۔۔ لیکن میں قیسی معاف کرتا ہوں۔۔۔ اکہ ابطال جیسیں موت کے گھاث نہ الست۔۔۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ پروفیسر داؤڈ نے ایک سوتی اور نکالی اور پہلی سلٹ ناگزیر اسی چکد دوسری سوتی چھپو دی۔

"سک۔۔۔ سک۔" اس نے سکاری بھری۔۔۔ پھر چند سینٹ بعد فی ان نے کہا۔

اوستا لگکے۔ اچانک کار ایک دھماکے سے اڑ گئی۔ وہ گرتے گرتے پٹٹے کیونکہ دھماکا بہت خوفناک تھا۔

"اُف ماں لگکے ہم تو ہال ہال پنجے۔"

"اگر آپ لوگوں سے کوئی بات کرنے سے پہلے یہ میں بنن آف اونا تو اس صورت میں یہ حادثہ نہ ہوتا۔ وہ یہ خیال کرتا کہ ٹرانسیور بین میں کوئی گزیرہ ہو گئی ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آپ ہمیں پہلی بات میں چھپنا ہو گا۔" وہ اس وقت تک رائل سے رابطہ کر چکا ہوا گا۔ اور رائل بھی اس طرف آدمی سیجھتے والا ہو گا۔ لذدا آئیے۔ دوڑ لگتے ہیں۔"

"دوڑ پڑے اور پھر سڑک پھروس کر گھبیوں میں گھس گئے۔ ایک گلی سے دوسری اور دوسری سے تیسری گلی میں ہوتے۔ وہ نہ جانے کہاں کا کہاں تکل گئے۔ لیکن اسیں اس بات کی پروا نیں تھی، اس لے کر جیکی ان کے ساتھ تھا اور وہ شر سے واقف تھا۔ پھر ایک گھٹلیا سی براۓ میں ہٹکنے کر انہوں نے دم لیا۔"

"اب کیا کریں؟" پروفیسر داؤڈ نے سکون کا سافنس لیتے ہوئے لکھا۔

"ب سے پہلے ہمیں اپنے تمام ساتھیوں کو پاگل غانے سے بچا بیجے۔ تجھی کچھ کرنے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔" شوکی نے لکھا۔

"وہ میں حرکت کر سکتا ہوں۔۔۔ آپ۔۔۔ ایک من۔۔۔" کہتے کہتے رک گیا۔۔۔ اور پھر اس نے کار میں لگا ایک بن گل کر دیا۔ پھر بولा۔

"اب کار میں ہونے والی کوئی بات ابتدا نہیں سن سکے گا۔۔۔ رائل۔۔۔"

"چلو تھیک ہے۔۔۔ اب کمو۔۔۔ کیا کہتا چاہئے ہو۔۔۔" وہ مکھ رائے

"آپ بہت کمال کے انسان ہیں۔۔۔ اور مجھ پر آپ نے احسان

بھی کیا ہے۔۔۔ میں آپ کے کام آنا چاہتا ہوں۔۔۔"

"تو پھر جاؤ۔۔۔ ہم ابتدا تک کس طرح پنج سکتے ہیں۔۔۔"

"یہ بات رائل تک کو معلوم نہیں۔۔۔"

"تو پھر۔۔۔ آپ ہماری کیا مدد کر سکیں گے بھلا۔۔۔"

"ہمیں جلد از جلد اس کار سے دور ہو جانا چاہیے۔۔۔ اس لے

غمبر اکر کرنا۔

"کیوں؟ یہ ہمیں کاٹ کھائے کی۔۔۔"

"میرے ابتدائی جملے ابتدا کے کافیوں تک پنج چکے ہیں۔۔۔ لظا پکو نہ کچھ تو ہو گا۔۔۔ اس کار کے ذریعے تو اس کے آدمی فوراً ہم تک پنج سکتے ہیں۔۔۔"

"مارے۔۔۔ باپ رے۔۔۔ تو پھر جلدی کرو۔۔۔"

"وہ فوراً ہی کار سے لٹکے اور جیز تیز قدم الحالت اس سے۔۔۔"

"ہاں ایسے بات بھی ہے۔" رفت بولی۔

"پاگل خانے سے ان لوگوں کو نکالنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"تب پھر وہ خود وہاں سے بکھل آئیں گے۔ ان کی لگر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ ہم ان سے ملیں گے کیسے۔ انہیں نہیں معلوم ہو گا کہ ہم کیا ہیں۔"

"اس سے تو یہ کہیں بہتر تھا کہ ہم بھی پاگل خانہ پہنچ جائے۔" "توہ تو ہم اب بھی جا سکتے ہیں۔ مسئلہ صرف مسٹر جیک کے ہے۔"

"آپ میری لگرنے کریں۔ میں اب ان لوگوں کے باقاعدہ آؤں گا۔"

"اچھا تو پھر آپ۔ مگر نہیں۔ ہمیں آپ سے بھی کام یاد ہے۔ اور آپ سے ہم کام اسی وقت لے سکتے ہیں۔ جب سب وکل باہر آ جائیں۔ اس لئے آپ اگر یہیں قیام کر لیں تو بہتر ہے گا۔" "میں آپ لوگوں کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" "تو پھر آپ نہیں غصرس۔ ہم خود ہی پولیس کے باقاعدہ جاتے ہیں۔"

"کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟"

"ہاں! اس لئے کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر ہم یہاں آ

بھی گئے۔

"اچھی بات ہے۔ جیسے آپ کی مرثی میں اب یہیں ہوں گا۔"

"اس سڑائے سے باہر نکل آئے اور ایک گلی سے ہوتے ہوئے دلی مزلاں پر نکلے۔ پولیس نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔"

"وہ ذرا سیور کمال ہے؟"

"آپ نے شاید کار کا حادثہ نہیں دیکھا۔" شوکی نے جھوٹ سے لکھ کر لئے گول مول جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ اس گاڑی کا ذرا سیور تھا۔ جو دھماکے سے ایسی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ وہ مارا گیا۔ خیر۔ تم لوگوں کو تو میں لے بکریا ہے۔ اب چلنے پاگل خانے۔"

"وہ خود کی چاہیے تھے۔ دل یعنی دل میں مکراتے وہ ان کے ہونے کا ذریعہ میں بنتے گئے اور پھر ایک بہت خوفناک حتم کے پاگل خانے میں گاڑی را اٹھ لیتی ہوئی۔"

"یہ ہاتھ لوگ بھی آگئے ہیں۔ ہڈیاں کے مطابق انہیں بھی نامہ۔"

"اوکے۔" جمل کے آفسرنے کا۔

لارس کی کوٹھریاں بھی دور دور ہوں اور ان کوٹھریوں کی ہر وقت  
گرفتاری کی جائے۔"

"اف مالک... اس قدر خوف ہمارے پارے میں۔" رفت  
شکاری۔

"اور تم ان حالات میں بھی مکرانے کے قابل ہو۔" شوکی نے  
چھپا۔

"اہ! ایک نہیں۔ میں اللہ کی محظی سے مکرانے کی ہوں۔"  
"اہمی تحریکی مکراہت بجھے جائے گی۔" ان میں سے ایک نے

"اچھا۔ کیا واقعی؟" رفت نے طنزی لجئے میں کہا۔

"خیر ہے۔ بہت خوش نظر آ رہی ہو۔" شوکی کے لجئے میں  
بہت فیض۔

"اپنے ساتھیوں کے قریب آ گئے ہیں۔ خوش نہ ہوں تو کیا  
کہا۔"

بھر ان کی آنکھوں پر پیاس باندھی جانے لگیں۔

"یہ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔" شوکی نے بھتنا کر کہا۔

"جب ہم تمہیں جیل کے دور دراز حصے میں اس حالت میں لے  
گئے۔ اور ایک ایک کر کے الگ الگ کوٹھری میں بند کر دیں  
گئے۔" اور تم لوگ یہ نہیں جان سکو گے کہ کون کمال ہے اور نہ اس

انہیں جلد ہی اندر بیچ دیا گیا۔ ایک چھوٹی کی کوٹھری ا  
دروازہ کھولا گیا۔

"بُوڑھے۔ تم اندر چلو۔"

"ہی سرف میں؟" پروفیسر داؤنے تکبراتے ہوئے کہا۔  
"ہاں! سرف تم۔ اور نہیں تو کیا۔" تم سب کا ایک کوڑا  
میں بند کریں۔"

"ہمارے باقی ساتھی کمال ہیں؟"  
"انہیں بھی ایک ایک کر کے الگ الگ کوٹھریوں میں بند کرایا  
ہے۔"

"کیا!!! ان سب کے منہ سے ایک ساتھ لکھا۔  
"ہاں! اور کسی کو یہ بھی مظلوم نہیں کہ کس کی کوٹھری کمال  
ہے۔ صرف اس وقت ہم سے بے اختیاطی ہوئی ہے۔ جو تم دوہما  
کے سامنے اس بوڑھے کو اس کوٹھری میں بند کیا ہے۔ لیکن اس  
اختیاطی کا علاج بھی کر لیں گے۔"

"اڑے باپ رے۔ مارے گئے پھر تو۔" شوکی نے یہ کلام  
کہا۔

"مارے تو تم ایسے گئے ہو کہ اب ساری زندگی مارے ہی جتنا  
رو گے۔ تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔ مشرابیوال کی ہدایات  
ہیں کہ تم لوگوں کو الگ الگ کوٹھریوں میں بند کیا جائے۔ ایک

کو خوبی تک تم آسکو گے۔"  
”سوال یہ ہے کہ تم آہی کیسے سکتے ہیں۔۔۔ کو خوبیوں سے کیسے  
کل سکتے ہیں۔۔۔“

”سرابھال کا خیال ہے کہ تم لوگ کو خوبیوں سے لٹک کر لے  
کوئی نہ کوئی چکر چلا لیا کرتے ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے اس ہار بھی چلا لو سدا  
اگر تم کسی صورت پاہر بھی کل آتے ہو۔۔۔ تو بھی ایک جگہ منع نہیں  
کوئی گے۔۔۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب ہی کل آتے  
کوئی ایک آدھ اگر کل بھی آیا تو وہ اپنے ماتھیوں کو گلاش لے رہا  
کے گا۔۔۔ لدار کے لئے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔“

”بدھی لاکھ براچا ہے تو کیا ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے جو خود خدا  
ہوتا ہے۔۔۔ شوکی نے شعر پڑھا۔۔۔“

”تم نے کیا کہا؟“  
”میں نے اپنی زبان میں ایک شعر پڑھا ہے۔۔۔ اس میں کہا۔۔۔  
”لاکھ شعر پڑھ۔۔۔ شعر پڑھنے سے تم ان سلاخوں کو نہیں لکھ  
سکو گے۔۔۔“

”تم لوگ دیسے ہو یا کل بے وقف۔۔۔ رفت نے کہا  
”کیا کہا؟“ اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔۔۔  
”ہاں میں نے قلط نہیں کہا۔۔۔ اگر تم میں سے کوئی ایک کل  
کو خوبی سے باہر آنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ باقی سب کو پکل جائے۔۔۔“

میں کال لے گا۔۔۔  
”لکھ کیے۔۔۔“

”یہ راز کی بات ہے۔۔۔ تمہیں کیوں بتائیں۔۔۔“  
”تم مذاق کر رہی ہو۔۔۔“

”تم ضرور یہ سمجھتے رہو۔۔۔ لیکن جب ہم سب پھر سے اڑ جائیں  
لے۔۔۔ اس وقت یہرے اس بجٹے پر غور کرنا۔۔۔“  
”لکھ۔۔۔ کہیں ہے لڑکی کجھ تھیں کہ رہی۔۔۔ ان میں سے  
ایک نہ کہا۔۔۔“

”صلحوم تو نہیں ہوتا۔۔۔ لیکن ہم اس سے معلوم تو کر سکتے  
ہیں۔۔۔“

”ایسا مطلب؟“ دوسرا چوڑا۔۔۔

”بھی۔۔۔ اس کو دو چار لکھتے ہیں۔۔۔ ابھی اگل دے گی۔۔۔“  
”وہ ہاں! یہ تھیک رہے گا۔۔۔ اے لڑکی۔۔۔ چاؤ۔۔۔ تم میں سے  
ایک باہر کل آیا تو وہ باقی لوگوں تک کیسے پہنچ سکے گا۔۔۔ جب کہ  
اس کوہہ ہاں نہیں ہو گا کہ یاقین لوگ کہاں ہیں۔۔۔ اور یہ کوئی چھوٹی سی  
لکھ نہیں ہیں۔۔۔“

”یہ راز کی بات ہے۔۔۔ جو میں نہیں بتا سکتی۔۔۔“ رفت نے من  
ہلا۔۔۔

”تمارے تو اچھے بھی بتائیں گے۔۔۔“

"تو پھر میرے اچھوں سے پہچھو۔ مجھ سے کیوں پہچھ رہے ہو؟"

"یہ یوں نہیں مانے گی۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی رفعت کے منہ پر ایک گھونٹا گا۔

"ارے.... یہ ہمارے منہ سے کیا جیز چھوڑ دی تم نے۔" رفعت نے برا سامنہ بٹایا۔

"اچھا.... یہ تو ہمارے گھونٹے کو کوئی چیز چھوٹا کر رہی ہے۔ یہ گوشت کی نئی ہوئی ہے یا لوہے کی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" رفعت نہیں۔

"اس کا انتظام کرنا ہی ہو گا۔ لیکن پسلے اس کے ہاتھ ساتھیں کو کوٹھروں میں بند کرتے ہیں۔"

"رفعت تم نے یہ مسیبت خود مولی۔ افسوس۔" شوکی نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ذرا مزار ہے گا۔"

"لیکن ہم اس مزے سے دور رہیں گے اور تھاری کوئی حد نہیں کر سکتی گے۔"

"الله مالک ہے۔ وہ تو مدد کر سکتا ہے یا نہیں۔"

"ہاں خروں... بے ٹک۔" شوکی اور سخن ایک ساتھ پولے پھر ان دونوں کو بھی الگ الگ کوٹھروں میں اور دور دراز کی

کوٹھروں میں بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ رفعت کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں لڑکی.... اب ہتاو۔ تم میں سے اگر کوئی ایک کسی کوٹھری نہ سے باہر کل کیا تو وہ ہاتھ ساتھیوں تک کس طرح پہنچے گا۔"

"اپنی حفل کے ذریعے۔"

"لیکن ہم نے حفل کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔"

"ایک راستا پھر بھی کھلا رہ گیا ہے۔"

"اور وہ راستا کون سا ہے؟"

"افسوس! میں نہیں بتا سکتی۔ اگر میں نے یہ بات جھیس بتا دی تو ہم گئے کام سے۔" اس نے مغبوط لجھے میں کہا۔

"لوہ! تب تو ہم تم سے معلوم کر کے رہیں گے۔"

"اے یہ مرکے پاس لے چلتے ہیں۔ یوں بات نہیں بنے گی۔" یہ بات یہ مرکے علم میں بھی آ جانی چاہیے۔ ان میں سے ایک نے لکھا۔

"ہاں! یہ نحیک رہے گا۔"

وہ رفعت کو گھیرے میں لے کر ایک کمرے میں لائے۔ وہاں ایک بھاری بھر کم سا آدمی وردی میں بینا تھا۔

"یہ مرک ایک عجیب بات اس لڑکی کے منہ سے نکل گئی ہے۔" یہ بات آپ کے علم میں لاثا ضروری خیال کرتے ہیں۔"

"اپ سماں فرائیں اس قلم کو دو کیں..... ہم آپ کے ساتھ  
اچھا سلوک کریں گے۔ یہ میرا وعدہ رہا۔" اپکل جشید نے درد  
اورازیں کہا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو۔" باہر موجود گران نے کہا۔  
"تین کیا ہوا؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"تم بہاں قیدی ہو۔ کوئی میں بند ہو۔ تم تو خود بے بس  
کہتے تھے اچھا سلوک کرو گے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔  
"میں ایک راز کی بات جانتا ہوں۔ اس راز کی بات کے ذریعے  
میں اس حالت میں بھی اچھا سلوک کر سکتا ہوں۔"

"اُور کیسے؟"

"تم پڑھتے بھیتی بھرے حاصل کرنا پسند کرو گے؟"  
"تم مجھے لائی دے رہے ہو۔ لیکن میں اپنی زندگی کا سودا پھر  
کہاں کے پہلے نہیں کر سکتا۔ میرجھے کچا چبا جائے گا۔"

"پا تو وہ اس وقت چبائے گا جب خود زندہ رہے گا۔"

"ایسا مطلب؟"

"اگر تم ہماری مدد کرو گے تو ہم تم سے بہت اچھا سلوک کریں  
گے۔ اس بات کو لکھ لو۔ اور میرجھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔  
لیکن میں تم میری تجویز سن لو۔"

"اس نے اور ادھر دیکھا۔ پھر سلاخوں سے نزدیک ہوتے

"ہاں! اگوٹ۔ وہ کیا بات ہے۔ کیا یہ ان میں سے ایک ہے۔  
میرجھے رفت کو گھورا پھر سرو آواز میں بولا۔  
"تم تھاں ہو یا نہیں۔"

"میں۔ اس نے معمولی بچے میں کہا۔

"میں سے الٹا لٹکا دیں۔ اور اچھا مارو اتنا مارو کہ یہ خود جیچ جیکار کے  
لگ کر یہ تھاں کے لیے تیار ہے۔"

"کوئی کے سر۔"

رفحت کو الٹا لٹکا دیا گیا۔ اور پھر اس کی جھینیں گوئیں گیں۔  
اس پاگل خانے میں اس کی جھینیں دور دور تک چارہی تھیں۔ ہر ہر  
پورے پاگل خانے میں گفت کرنے لگی۔ اور رفت کی جھینیں اسی کے  
ساتھیوں کے لاکوں میں آنے لگیں۔ وہ بے جھین ہو گئے۔ جشید  
جشید کا چھوڑ تو سرخ ہو گیا۔ انہوں نے باہر کھڑے گران سے کہا۔  
"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ایک غریب پر قلم توڑا چاہ رہا ہے۔"  
"تمہاری ایک ساتھی ہے۔ جانتے ہو۔ اس نے کیا کہا  
ہے۔"

"کیا کہ دیا ہے؟" وہ بولے۔

اس نے انہیں بتا دیا۔ کہ رفت کے منہ سے کیا بات انکل گئی  
ہے اور اب اس کی پادوں میں اس پر قلم توڑا چاہ رہا ہے۔

ہوئے دبی آواز میں بولا۔  
”تجویز سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

○☆○

## آؤ بھی چلیں

اپنے جمیلی آواز میں اسے تانے لگے۔ ان کی تجویز سن کر  
ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ پھر وہ دبی آواز میں بولا۔  
”اس میں شک نہیں۔ یہ سودا بہت دلکش ہے۔ لیکن خطرہ  
برہائی ہے۔ اگر تم لوگ بیگر کو قابو میں نہ کر سکے تو میں مارا جاؤں  
لا۔“

”نہیں۔ وہ ہمارے قابو میں ضرور آئے گا۔ تم ٹکرنا کرو۔“  
”اچھی بات ہے۔ میں رات کو تمہاری کونھزی کی چالی پڑا  
لاؤں گا۔“

”بلکہ ہاتھ کو ٹھربوں کی چالیاں بھی۔ ورنہ پھر مجھے ان چالیوں کو  
ماہل کرنے میں وقت لگے گا اور اس طرح خطرہ بڑھ جائے گا۔“  
”اچھی بات ہے۔ لیکن تمونے کے طور پر کوئی ہیرا مجھے پہلے  
نیادے دو۔“

”میں ایک ہیرا دے رہا ہوں۔۔۔ تم بے شک کھانے کے وقفے  
میں ہاہر جا کر اس کی پڑتمال کرا لینا۔“ ایسے بہت سے ہیرے جھیں ہم

ویں کے اور یہ وحدہ ایک مسلمان کا ہے۔"

"ہوں۔ تھیک ہے۔"

انہوں نے اپنی ایک خفیہ جیب سے ایک آہر لالہ کر ان کی طرف پیش کیا۔ اس نے پرشوق نظریوں سے بھیرے کو دیکھا اور انہیں جلدی سے اس کو جیب میں رکھ لیا۔

"آج رات میں اس میم پر کام شروع کروں گا۔ اگر یہ بھائی ہوا۔ اصلی نہ ہوا تو پھر میں کچھ نہیں کروں گا۔ اور آپ وحدے کے مطابق مجھے اور بھیرے دیں گے۔"

"ہاں بالکل دیں گے۔ اور جیسیں حفظ جگہ پر بھی چاہیے گے۔ تم فکر کروں۔"

ای رات اس نے چالی سے کوئی کھول دی۔ ایک جنینے اس کے کپڑے خوب پہنے۔ اپنے اسے پہنافیے۔ اور بال چالیں لے کر آگے بڑھے۔ دیوار کے ساتھ لگے وہ آگے بڑھتے رہے۔ کن دور جا کر اپنیں ایک اور گران کھڑا نظر آیا۔ انہوں نے چیچے سے جائز اس کا منہ دیوچ لیا۔ اور کچھ پر ایک چاٹلا ہاتھ روید کیا۔ وہ فدا ہے ہوش ہو گیا۔ اب انہوں نے کوئی کھزی کے اندر دیکھا۔ وہ نوٹ ہو گئے۔ اندر اسپکٹر کامران مرزا موجود تھے اور جاگ رہے تھے۔ انہوں نے ان کی کارروائی دیکھ بھی لی تھی۔ اور دروازہ کھول کر انہوں نے گران کو اندر رکھیت لیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں یہ باندھ دیے گئے

باندھ کامران اسی کے لباس سے مل گیا۔ منہ پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ اگر کم از کم دات تک کوئی خلوٰجیں نہ آئے۔ احتیاطاً" اس کی کہنی، ایک اور دار کر دیا گیا۔ اس کے کپڑے پسلے ہی اتار لے گئے تھے اور اسپکٹر کامران مرزا نے پس لے گئے تھے۔

اب ۱۰ ہار لٹکے۔ اور دو سوتوں میں یہ کام شروع کیا۔ رفتتے اسی میں یہ بات آئی تھی کہ صرف ان کے ساتھیوں کی کوئی نظریوں کا ملنے گران موجود ہوں گے۔ لہذا کوئی ایک ساتھی بھی اکر ہاہر لیتا ہے۔ ہاہر ہے جانے میں کیا دیر گئے گی کہ کس کس کوئی میں ان کا ساتھی ہے۔ اور یہ ساتھے کی بات ان بے وقوف کی بجھ میں ساتھی تھی۔ اب اس بات کو ساتھے رکھ کر یہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک ایک کر کے ان کے ساتھی یا ہر آنے لگے۔ گران اندر دیکھتے گئے۔ یہاں تک کہ سب ساتھی ایک جگہ جمع ہو گئے۔ انہیں رفتت کا معاملہ یا قہ تھی۔ وہ کسی کوئی میں نہیں بلکہ مجرم کر کرے میں اٹھی لھی ہوئی تھی۔

"مجرم کرے میں بھی بھیج گے۔ اس وقت یہاں کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے آسانی سے رفتت کو بھیجے اتار لیا۔ وہ انہیں سبھی اشیں غرضی محسوس ہوا کہ وہ کس قدر اتنے بھلے تھی۔ اس قدر مار برداشت کرنے کے بعد بھی اس نے

منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا اور اگر وہ بول پڑتی تو اس قت "ب  
یہاں نہ ہوتے۔"

اب انہوں نے باہر کا رخ کیا۔۔۔ بڑے دروازے پر بھی گمراہ  
موجود تھے۔ اندر بھی اور باہر بھی۔۔۔ اندر والوں سے تو وہ آسانی سے  
بیٹ سکتے تھے۔۔۔ لیکن اصل مسئلہ باہر والوں کا تھا۔۔۔ اگر وہ خداوار  
جاتے تو ان کا باہر نکالتا کھٹائی میں پڑ سکتا تھا۔۔۔ وہ قدرے قاتے ہے،۔۔۔  
دیر تک سوچتے رہے۔۔۔ ایسے میں باہر سے تین بار تحکم تھک کی آزاد  
شانی دی۔۔۔ اور سے بھی تین بار تحکم تھک کی گئی۔۔۔ بھر اندرست کا  
کیا۔

"کیا بات ہے؟"

باہر سے کچھ کہا گیا۔۔۔ اندر سے دروازہ کھول دیا گیا۔۔۔ اس  
نے بھر کو اندر آتے دیکھا۔۔۔ اس کے آنے کے بعد دروازہ فرازدہ  
دیا گیا۔

"اندر کوئی گز بود تو نہیں ہے۔"

"نہیں سو۔۔۔ گز بڑی کیوں ہونے گئی۔"

"میں سورہا تھا۔۔۔ گھری نیند۔۔۔ ایسے میں نے یہاں گزارا  
خواب دیکھا۔۔۔ میں نے دیکھا۔۔۔ وہ خاص قیدی باہر نکل رہے ہیں۔۔۔  
اور زبردست جگ ہو رہی ہے۔"

"نہیں سو۔۔۔ یہاں ہر طرح خوبیت ہے۔"

"اے اچھا۔۔۔ تب تو میں چلتا ہوں۔"

اب اندر سے تین بار تحکم تھک کی گئی۔۔۔ باہر سے پوچھا گیا۔  
"کیا بات ہے؟"

"بھر صاحب باہر جانا چاہتے ہیں۔"

"نن نہیں۔۔۔ نہیں میں ذرا ایک چکر اندر کا لگا ہی لوں۔۔۔ پھر  
کیلیخان سے سو سکوں گا۔۔۔ دراصل مسٹر ایٹھال نے ان قیدیوں کے  
ہاتھ میں مجھے اس حد تک ڈرا دیا ہے کہ کیا ہیتاوں۔"

"اڑکے سر۔۔۔ کیا ہم سے کوئی ساتھ چلے؟"  
"میں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔"

یہ کہ کر بھر اندر کی طرف مڑا اور آگے بڑھنے لگا۔۔۔ ان کے دل  
تھک تھک کرنے لگے۔۔۔ وہ سب ایک تاریک گوشے میں دبکے ہوئے  
تھے اور بھر کو ان کے بالکل قریب سے گزرتا تھا۔۔۔ وہ ہر طرح کی  
ہوتی مل کے لئے تیار ہو گئے۔

"بھر ان کے پاس سے گزر گیا۔۔۔ وہ انہیں نہ دیکھے سکا۔

"میں ذرا اس کی خیر لے آؤں۔۔۔ والپی پر میں اس کے لباس  
ٹھاہیں گا۔۔۔ خیال رہے۔۔۔ اپنے جیشید نے سرگوشی کی۔  
"تھک ہے۔"

بھر سیدھا اپنے کرے میں پہنچا اور رفت کو غائب پا کر اچھل

"اُرسنگ وہ لڑکی کمال گئی..... یہ الو کے پنجے تو کر رہے تھے اور  
اندر ہر طرح خوبیت ہے۔" یہ کہ کردہ ہاہر لٹکنے کے لئے تجزی سے مڑا اور اس پر نکلا  
عالم طار ہو گیا۔ اس کے سامنے اسپلکر جیشید کھڑے تھے  
"ستسٹ تھ تم۔"

"ہاں میں۔۔۔ سنو بھروسہ۔ اگر اپنی خوبیت چاہتے ہو تو منہ  
آواز نہ نکالنا۔ آواز نکالی تو جان سے مار دوں گا۔۔۔ دنکال ڈھمل  
تمیس ہلکا سامرا پچھاؤں گا۔"

"خوبدارے۔۔۔ میرے نزویک آنے کی کوشش نہ کر ل۔۔۔" غریبا۔۔۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ اپنے پستول کی طرف بیرون  
لیکن وہ بے چارہ اسپلکر جیشید کے ہارے میں کچھ میں ہدا  
تھا۔۔۔ وہ بکھل کی تجزی سے اس پر نوٹ پڑے اور پچھ سینڈھ میں اسے  
بس کر دیا۔۔۔ پھر پسلے اس کے کپڑے اتارے۔۔۔ پھر اس کے منہ میں  
بھی کپڑے نھولیں دیا۔

میں تمیس کپڑے نہیں پہناؤں گا۔۔۔ ماکہ تمہارے ماتحت نہیں  
اس حالت میں دیکھ کر خوشی محسوس کر سکتیں۔۔۔ اور ہاں! اب ادا  
حساب ہو جائے رفت کے جنم پر لگائے گئے زخموں کا۔۔۔ کھل جلب  
لینے کا ہمارے پاس وقت نہیں۔۔۔ ورنہ تم تمیس بھی اتنا لٹکائے تو  
پوچھتے کہ اتنا لٹکا ہوا آدمی کیا محسوس کرتا ہے۔۔۔ لیکن خبہ۔۔۔ کہ اتنا!

ایسے۔۔۔ ورنہ تم بھی کیا سمجھو گے کہ میں کچھ بھی کر نہیں سکا۔"

ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے اس پر چھتر پر سانا شروع کئے  
اس کا جسم ترکھا رہا۔۔۔ وہ لرزتا رہا۔۔۔ کاپختا رہا۔۔۔ چھتر اس پر ہستے  
رہے۔۔۔ لیکن من سے آواز وہ نہ نکال سکا۔

"پہلی خاموشی میں کی آوازیں تم خود تو من ہی رہے ہو گے۔  
لدوں میں دوسروں کو سناوں ناک کیے مجھے تھے تم۔۔۔ ہمیں کوئی اصرار اپنے  
نہیں ہوا گا۔۔۔ تم لوگ قلم توڑتے ہوئے یہ بھول جاتے ہو کہ کوئی تم  
سے گی ایسا ہی سلوک کر سکتا ہے۔"

جب وہ پہنچنے پہنچنے تھک گئے تو کمرے سے باہر لٹکے کمرے کے  
ابوائیں کو مالا لگایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے۔

"اُب ہمیں اندر والوں کو قابو کرنا ہے۔۔۔ یہاں ایک ہلکا سا کھلا  
کھلا۔۔۔ ان میں سے ایک دو آئیں گے۔۔۔ انہیں دیوچ یہاں۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔۔۔ دروازے کے اندر موجود گھر ان پر چوک  
الٹھے۔۔۔ ہلکا میں سے دو اس طرف آئے اور ڈھیر ہو گئے۔

"اُرت بھی۔۔۔ کمال رہ گئے تم؟" باتی جھٹے میں سے ایک  
اُنکا جب کوئی جواب نہ لٹا تو دو اور آئے۔۔۔ وہ بھی ڈھیر ہو گئے۔  
ایسے میں بھر کی وردی میں اسپلکر جیشید تاریکی سے لگائے اور بے  
اُن دروازے کی طرف بیڑے۔

"میرے۔۔۔ اس طرف گز بڑا ہے۔۔۔ ہمارے چار ساتھی۔"

"جانتا ہوں"۔ وہ سمجھ کی آواز میں بولے۔

پھر جو نہیں وہ نزدیک پہنچے۔ وہ چاروں ہری طرح اچھلے۔ ماذ  
ی انہوں نے اپنے پتوں ان کی طرف تاں دیئے۔

"تمہارا سمجھ اس وقت زخموں سے چور اپنے کمرے میں ہا  
ہے۔ اگر تم نے من سے آواز نکالی تو تمہارا حشر اس سے بھی راکن  
گے۔ چبٹا چلو اور ایک کمرے میں بند ہو جائے۔ وہ نہ  
سلوک نہیں کریں گے"۔

ان کے ہاتھ اوپر انھوں نے۔ ان کے جسم پر سمجھ کی وہی ان  
بات کا ثبوت تھی کہ وہ قلط نہیں کہ رہے۔ ان آنہوں کو بھی ایک  
کمرے میں پاندھ کر اور دروازہ بند کر کے ڈال دیا گیا۔  
اب وہ سب دروازے پر آئے۔

"پسلے میں باہر نکلوں گا۔ میرے بیچھے انپکش کامران مرزا لگن  
گے۔ پھر باہر کی صورت حال دیکھ کر باقی لوگ آئیں گے۔ وہ نہ ہو  
یہ نہیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے سرہلا دیئے۔  
انہوں نے تمن بار تحکم لٹک کی۔

"کیا بات ہے؟"

"سمجھ صاحب باہر آئیں گے"۔  
"او کے"۔

درداں کمل گیا۔ انپکش جمیشہ باہر نکل آئے۔ انہوں نے  
نکل۔ باہر آئھے مگر ان موجود تھے۔ انہوں نے فوراً پتوں ان کی  
ہٹ دیا اور یوں۔

"خوب اس کوئی حرکت نہ کرنا"۔ ان کے ان القاذ کے ساتھ ہی  
انپکش کامران مرزا اور باقی لوگ بھی باہر آگئے۔ ان کی آنکھیں مارے  
جیت اور خوف کے پھیل گئیں۔ اور پھر انہیں اندر لایا گیا۔ انہیں  
اگلے ہاتھ کر بند کرو گیا۔

"اب میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں۔ مگر ابطال بھی یاد  
ہے۔ انپکش جمیشہ یوں۔

"میں سمجھ گیا۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں"۔ انپکش کامران مرزا  
نہیں۔

"ایسا کرنا چاہتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"اس پاگل غلنے یا جیل غلنے کے تمام قیدیوں کو رہا کرنا چاہتا  
ہے۔ ان قیدیوں میں کچھ بچ پاگل ہیں۔ کچھ کو پاگل بنا دیا گیا  
ہے۔ یہ لوگ باہر نکل کر خوب سخلبی چاہیں گے۔ زریک کا نظام  
ازم برہم ہو جائے گا۔ اور رائل جیسوں کے قابو میں بھی صورت  
علیٰ نہیں آئے گی۔ ان حالات سے ناکہہ اٹھا کر ہم یہاں سے نکل  
وکی گے"۔

"زریک بست خوش کرن ہے"۔ باقی لوگ مسکرا دیئے۔

اب انہوں نے تمام کو گھروں کے دروازے کھولنا شروع کر دیئے۔ صدر دروازہ پلے ہی چھپٹ کھلا تھا۔ پاکل نکل کر بھائی لگکے۔ اس وقت تو رات تھی۔ اگر دن ہوتا تو پورے شرمنی مل جائی۔ لیکن یہ مل چل دن نکلنے پر چھنے والی تھی۔ کیونکہ پاکلوں کو گھروں میں کون پناہ دھاتا۔ انتظامیہ کے لئے یہ لوگ منصب دانے تھے۔ میں سب سوچتے اور مسکراتے ہوئے وہ کوئی خوبی نہ پڑھے۔ یہاں تک کہ جیل خالی ہو گئی۔ اب انہوں نے پہنچ داؤد اور شوکی کے ہاتھ پر اس سرانے کا سارخ کیا۔ وہاں سے جیل کا ساتھ لیا گیا۔

"مسٹر جیکل۔" ہم جلد از جلد شر سے نکل جانا چاہیے ہیں۔" اشارجہ سے باہر کی دہمات میں بکھر جانا چاہیے ہیں۔ کسی ایک دہمات میں۔ جو اشارجہ کے دوار احکومت سے بالکل نزدیک ہو۔" "ٹھیک ہے۔" لیکن آپ کس ذریعے سے جانا چاہیے ہیں؟" مسٹر جیکل بولا۔

"ہموآلی جہاز کے ذریعے جانے میں حد و درج خطرات ہیں۔ جو کو فوراً ہی جنگلی طیارے مار گرا سیں گے۔ خنکلی کے راستے اگر ہم طے کریں تو نہ جانے کتنے دن بعد بکھر سکیں گے۔ لذا سندھی راجھیوں متناسب رہے گا۔" اب سوال یہ ہے کہ ہم بھری جہاز کس طرح مانسل کریں۔ لاجپ پر تو اتنا لمباراستے ملے ہو گا نہیں۔"

"فی الحال ہمیں ایک عدد لاجپ کی ضرورت ہے۔ بھری جہاز ہم سندھیں عامل کر لیں گے ان شاء اللہ۔"

"ایک بڑی لاجپ کا انتظام کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔" "تو پھر ہم اسی وقت روانہ ہو جانا چاہئے ہیں۔"

"چلتے میرے ساتھ۔"

"اُسیں ساحل سندھ پر لے آیا۔ اس کی تھوڑی دیر کی الگ دو کے بعد ایک بڑی لاجپ کنارے پر آگئی۔"

"کہاں؟ آپ خود کریں گے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں! میں کہوں گا۔" ذرا بھروسہ کی ضرورت نہیں۔"

"اس صورت میں لاجپ کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔ ورنہ لاجپ کا الگ ساتھ جائے گا اور جس جگہ سے آپ جہاز پر سوار ہوں گے وہاں سے اپنی لاجپ دالنگ لے آئے گا۔"

"ضھیں۔ ہم کسی اور کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

"بپ۔ قیمت کا کیا بنے گا۔"

"وہ ہم ادا کر دیتے ہیں۔" خان رحمان مسکراتے۔

"لاجپ کی قیمت۔" اس کے لیے میں حیرت تھی۔

"ہاں! لاجپ کی قیمت۔" یہ کہ کر انہوں نے اپنی خفیہ جیب سے لاجپ کا نکل کر لاجپ کے مالک کی طرف پوچھا دیے۔"

"یہ۔ یہ کیا ہے۔"

"تم تو جانتے ہی ہو کہ ہیرا انتہائی سخت ترین جنگز ہے۔"  
"تھیں ہم۔ یہ بات میں جانتے ہوں۔"

"تو ہملاج میں لوپے کا کوئی ہستوڑا تو ہو گا۔ اسی جنگ بھی لا جھ  
گی، لکھ پڑتی ہیں۔ دونوں ہیرے لوپے کی کسی جنگ پر رکھ کر اس  
جنگ سے ضرب نکالو۔ اگر یہ اصلی ہوئے تو ان کا کچھ نہیں گزرے  
اور اگر نعلیٰ ہوئے تو ٹھکل خراب ہو جائے گی۔ بلکہ چور چور ہو  
گیں گے۔"

"بات تو صحیح ہے۔"

اس نے ایسے کر کے دیکھا۔ ہیرے بالکل درست حالت میں  
بنتے ہیں۔

"اب تو تمہارا اطمینان ہو گیا؟" جیکلی نے کہا۔

"ہاں ہو گیا۔ کیا آپ بھی ان کے ساتھ جا رہے ہیں ماشر؟"  
"میرا کچھ پتا نہیں۔ ان کے ساتھ جاتا ہوں یا راستے سے لوٹ  
آؤں۔ بس حال تم فکر نہ کرو۔"

"چھا نجیک ہے۔ اب یہ لا جھ آپ کی۔"

"نہیں بھی ابھی نہیں۔" اس وقت اسپکٹر جیشید مکارے  
گئی۔ کیا مطلب۔ ابھی نہیں۔"

"ہاں! ہم دیکھنا چاہئے تھے۔ کہ یہ ہیرے ہمارے کام آتے  
نہیں۔ یہ لو۔ جیسیں ان پر تو اظہار ہے نا۔"

"ہیرے ہیں۔ صرف ایک ہیرا لا جھ سے زلاوجہ قیمت کا ہے۔  
اور میں تو آپ کو دو دے رہا ہوں۔"  
"لیکن یہ نعلیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔"  
"اس وقت ہم یہ بات تو ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ ہیرے اہل  
ہیں۔ لیکن بعد میں بات ثابت ہو جائے گی۔"  
"لیکن میں اس وقت اپنا اطمینان کس طرح کروں؟" لا جھ  
مالک نے کہا۔

انہوں نے بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف  
دیکھا۔ ان کی نظریں جیکلی پر نکل گئیں۔ جیکلی مسکرا دیا اور ہنچ گیرا  
طرف مڑا۔

"تم مجھے تو ابھی طرح جانتے ہو ہاں۔"

"ہاں ماشر۔" اس نے کہا۔

"تو بھج پر یقین کر لو۔ یہ ہیرے اصلی ہیں۔"

"آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں۔ لیکن ماشر اگر یہ ہیرے اہل  
نکل تو میں جادہ ہو جاؤں گا۔ اس لا جھ کے علاوہ میرے پاس اور اہل  
ذریعہ نہیں ہے روزی کہانے کا۔"

"ایک منٹ ٹھہرو۔" پروفسر داؤڈ کی آواز آئی۔

"وہ سب چونکہ کران کی طرف دیکھئے گے۔ ان کے چہرے،  
ایک پراسرار مسکراہٹ تھی۔"

انوں نے جیب سے کرنی توٹ نکالتے ہوئے کہا۔ یہ بہت  
توٹ تھے۔ اور کتنی پیکٹ تھے۔ ان نوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں  
حیرت سے پھیل گئیں۔

”ان کرنی توں پر اعتبار ہے؟“

”اوہ ہاں۔ کیوں نہیں۔ اس سے تو میں فوراً ہی ایک غلیظ  
خربید سکتا ہوں۔“

”آپ یہ بھی لے لیں۔ ہمیرے ضرورت کے وقت کے لیے  
رکھ لینا۔ اور ہاں اسلام کا مطالعہ ضرور کرنا۔“ اسپکڑے جمیلہ پرے

”اسلام کا۔“ اس کے بعد میں حیرت تھی۔

”ہاں! اسلام کا۔“

”لیکن اسلام اب کہاں رہا۔ اس کا نام و شان تو پوری دنیا سے  
منادیا گیا ہے۔ اب تو عیسائیت کا دور و دورہ ہے۔“

”نہیں! یہ بھول ہے تمہاری۔ اسلام کا سورج اسی طرح ہے  
رہا ہے۔ فریب کا یہ پردہ بہت جلد چاک ہو جائے گا۔ ہم مسلم  
ہیں۔ یہ سورج کر گل ہمروں کو چیک کرانا۔“

”آؤ بھی چلیں۔“

وہ لائچ میں بیٹھ گئے۔ ملکی گیر پت بنا ساحل پر کھڑا ان کی  
طرف دیکھتا رہا۔ شاید یہ مختصری ملاقات اس کی زندگی کی حیرت انگیز  
ملاقات تھی۔ پھر جب لائچ کا انجن شارت ہوا۔ اور وہ ساحل سے

لرہنے لگے تو اس کا ہاتھ اور ہاتھ گیا اور الوداعی انداز میں ہٹئے۔  
اکٹے رسول نے بھی مکرا کر ہاتھ ہلا دیئے۔ جب تک وہ نظریوں سے  
اچھل نہ ہو گئے۔ ہاتھ ہٹتے رہے۔ ہٹتے رہے۔

”اب اس میم کا دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے۔“ منور علی خان  
لے آزادے اپنیں بچوں کا دیا۔

”اور دوسرات بھی گزر رہی ہے۔ دن تکل رہا ہے۔۔۔ کیوں نہ  
بے لازما کر لیں۔“

”اکل نہیں۔“

انوں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ پروفیسر داؤڈ نے امامت  
کے فرائض انجام دیئے۔ جیکی انہیں نماز ادا کرتے دیکھتا رہا۔۔۔ جب وہ  
نمازے فارغ ہو گئے تو اس نے کہا۔

”لیکن نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے اکثر دیکھا ہے۔۔۔ لیکن کبھی  
پہنچ دل میں“ داعی میں کوئی ہل ہل محسوس نہیں کی تھی۔۔۔ لیکن آج  
ذہن لیکا بات ہے۔۔۔ میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔“

”ہم آپ کو بھی اسلام کے مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔“

”لیکن بغیر کتابوں کے میں مطالعہ کس طرح کروں۔“

”ہم آپ کو سب کچھ دیں گے۔۔۔ آپ فخر نہ کریں یہ کہ کر  
ہم خان نے اپنے فکاری تھیں میں سے چند کتابیں اسے دے

سکتے اور بے وقوف لوگ تو قبور کو سجدہ کرنے لگتے ہیں۔“  
”جب کہ ہمارے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نہیں مجھکنے تھے۔ نہ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا سجدہ کرتے تھے۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
کے بعد سے آج تک آپ کی قبر کو کسی نے سجدہ کیا۔“

”ایسی پاتس نوگوں میں دین سے لاطینی کے سب پیدا ہوتی  
ہے۔ تم سب کو دین کے احکامات کے متعلق علم حاصل کرنا چاہیے  
اور اپنی نزدیک اسلام کے اصولوں کے مطابق برس کرنی چاہیے۔“

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ نصیب فرمائے اور انہیں شرک  
سے بچائے۔“ خان رحمن بولے۔

”ایں۔“ سب نے ایک ساتھ کہا۔

”اور اب ذرا اس جہاز کی طرف توجہ کر لی جائے۔ اللہ کرے  
وہ جہاز دوست جہاز ثابت ہو۔“ اسکے جمیش نے پریشان آوازیں کہا۔  
”آخر دوست جہاز سے آپ کی کیا مراد ہے۔“ جیکی نے حیران  
کو کہا۔

”مسلمانوں کا جہاز۔“

”لیکن اب دنیا کے نقطے پر مسلمان کہاں رہے ہیں؟“  
”ایسی بات نہیں مسٹر جیکی۔ ابھی مسلمان ہی مسلمان موجود  
ہے۔ ان گھرتوں نے صرف ظاہر میں عیسائیت قبول کی ہے۔“

”اُن کا سفر تین دن اور تین رات جاری رہا۔ لیکن پہلا  
بڑوں موجود تھا۔ ورنہ وہ اس قدر طویل سفر نہ کر سکتے۔ اور ہمارے  
جہاز اپنی آتا نظر آیا۔“  
”خبروں سے یہ جہاز دشمن جہاز بھی ہو سکتا ہے اور دوست بھی۔“  
اسکے کامران مرزا بولے۔

”لیکن... اب جہاز بھی دشمن اور دوست ہونے لگے۔“ فارس  
نے حیران ہو کر کہا۔

”اُبھی دیکھتا۔ آگے کیا ہوتا ہے۔“ آلات بولا۔  
”آگے آگے کیا دیکھیں؟“ سوائے پانی کے کچھ نظر نہیں۔ لہ

یوں لگتا ہے جیسے یہ ساری دنیا صرف پانی ہی پانی ہے۔“

”پانی پانی پر ایک شریاد آگیا۔“ اشفاق بولا۔  
”چلو سنا دو۔ کوئی حرج نہیں۔ جہاز ابھی بہت دور ہے۔“

اسکے جمیش سکرائے۔  
”ٹکریہ انکل... سنئے۔“

پانی پانی کر گئی بمحکمہ کو قلندر کی یہ ہات  
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تین نہ من

”بہت اچھا شعر ہے۔“ اسکے کامران مرزا بولے۔  
”آج کل تو فیر کے آکے صرف مجھکنے نہیں۔ ان کو بھی بھی  
کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سوائے کسی کو بھی بھدہ نہیں کیا جاتا۔“

"لیکن کب تک... جب وہ دیکھیں گے کہ اب دنیا میں اعلیٰ سوچ پھر سے طیون نہیں ہو رہا تو وہ عیسائی ہیں کرو جائیں گے۔" اسی وقت بھاڑا نہیں صاف نظر آئے گا۔ وہ بربی طعن اپنے

○☆○

## تیسری لڑکی

یہ جنگلی جہاز تھا۔ اس پر فوج موجود تھی۔ ان کے ہتھیاروں کا  
نہ ان کی طرف تھا۔

"مارے گئے۔" اپنکو جشید ہنس کر بولے۔

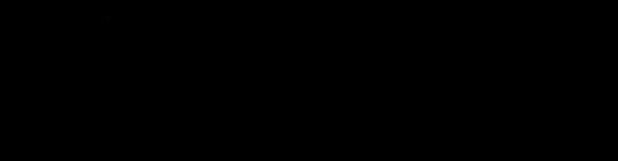
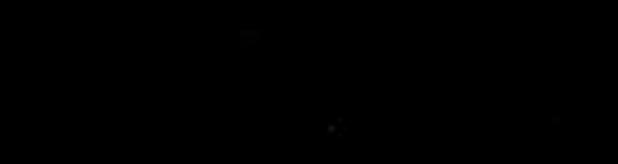
"مارے گئے میں پہنچنے کا کیا کام؟" غان رحمان حیران ہو کر

"ندا کی شان ہے۔ آج بڑے ہمارے انداز میں گھنٹو کر رہے  
ہیں۔" "آصف بولا۔

"لیکن ہم ان کے انداز میں ہات کیوں نہیں کر رہے۔" آفتاب  
کلپنے میں حریت تھی۔

"دومت تمہرے دمہن سر پر ہے اور ہمیں پاؤں کی سوچہ رہی  
ہے۔"

"لیکن اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔۔۔ اس پورے جنگلی جہاز کے مقابلے  
میں۔۔۔ ایں بھی سندھر میں۔۔۔ اگر پسلے سے اندازہ ہو جاتا کہ یہ جنگلی  
لڑکے قلائق میں اور ادھر نکلنے کی کوشش کر سکتے تھے۔۔۔ لیکن اب



کچھ نہیں کر سکتے۔"

سیست انداریں۔"

"تمہرے اور ہمیں دولت دو گے۔" اس نے پر غور انداز میں

"اہل کیوں نہیں۔"

"تم لوگوں کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ تو ہم خود تلاش کر کے کل مل سکے۔ اس کے بعد تمہارے جسم ہمارے لئے بے کار ہیں۔ ان کو سمندر میں پھینکنا زیادہ پسند کریں گے۔ بجائے اس کے تھیں لے کر ڈر، دراز کا سفر کریں۔ اور اس لائچ سیست تھیں جانے ل۔ اس طرح یہ لائچ بھی ضائع کریں گے۔ جب کہ اس کے ہمیں اٹھ پہنچ مل جائیں گے۔"

"پہلے تم لوگ ہماری ٹھاٹی لے لو۔ اس کے بعد ہم تم سے نہ کرنے کے۔" اپنکر جشید نے براسانہ بنا لیا۔

"کیا بات کرو گے؟"

"ہم کریں گے۔"

ان کی ٹھاٹی لی گئی۔ ہر چیز جو انسیں مل سکی۔ حاصل کر لی۔ تھیار پہلے ہی قبضے میں لے لیے گئے تھے۔ تو ہو گئی ٹھاٹی۔ ال سے پہلے کہ ہم تھیں سمندر میں پھینکیں۔ تم وہ بات کر سکتے۔ اس کا ذکر کر رہے تھے۔"

"آپ کو اس لائچ کے کتنے پہنچ مل جائیں گے۔" اپنکر کامران

"تم لوگ ہاتھ اور اندازوں... جماز کی سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔ ایک ایک کر کے اس جماز پر آ جاؤ۔ ورنہ تم لوگوں کو ایک ہی راہ پر غرق کر دیا جائے گا۔"

"چلو بھی۔ جو یہ حضرت کر رہے ہیں۔ وہی کرو۔"

وہ جماز پر پہنچ گئے۔ ان کی لائچ کو بھی جماز میں کھینچ لیا گیا۔

"اب بتاؤ۔۔۔ تم لوگ کون ہو؟" جماز کے پکتان نے تیز آواز میں کہا۔۔۔ وہ ایک سیاہ قام آدمی تھا۔۔۔ لیکن جماز پر اس کے علاوہ وہ کوئی سیاہ قام نہیں تھا۔

"ہم انسان ہیں۔" اپنکر کامران مرزا بولے۔

"وہ تو ہمیں بھی دیکھ رہا ہوں۔" پکتان نے براسانہ بنا لیا۔

"پہلے آپ بتائیں۔۔۔ آپ کون ہیں۔۔۔ کیا چاہجے ہیں؟"

"ہم بھری ڈاکو ہیں۔" وہ چل۔

"بھری ڈاک۔ اور یہ فوجی لباس۔"

"یہ دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے ہے۔۔۔ ہم نے ایک غاز جماز کو نونا تھا۔ اس کی وربیاں پہن لیں۔۔۔ اور فوجیوں کو سمندر پر مہینک دیا۔۔۔ ہاہا۔"

"آپ کا مقصد دولت حاصل کرنا ہے۔۔۔ ہم آپ کو دولت دیتے ہیں۔ آپ ہمیں انشارچ کے کسی ساحل کے آس پاس اس لہا

مرزا نے کچھ سوچ کر کہا۔

”کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

”ہم سے لوگ اونے پولے ہی فروٹا

ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں۔“

”ہم ڈاکو ہیں۔“

”ہمارے پس لوٹا

مال ہوتا ہے۔“

”آخر تم یہ زندگی چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔“

”نیک کیوں نہیں۔“

”بُس۔“

”کیا میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔“

”وہ بات بھی کریں گے۔“

”پلے تمہیں بیکی کی دعوت دے دے

ہیں۔“

”آصف نے مٹ بیٹا۔“

”ایسی دعوتیں ہمیں بست سے لوگوں نے دی ہیں۔“

”تم لوگ کی کام کی بات کہ

کے لئے نہیں ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔“

”آپ اس لائچ کا سودا ہم سے کر لیں۔“

”ہمارے جسموں کو سمندر میں غرق کر کے آپ کو کچھ حاصل نہیں۔“

”کا۔ لہذا آپ اس لائچ کی قیمت ہم سے لے لیں۔“

”اور ہمیں لالہ جانے دیں۔“

”تم لوگ پاکل تو نہیں ہو گئے۔“

”کپتان ہے۔“

”یہ بات آپ نے کیوں کی؟“

”اس لئے کہ ہمیں دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہیں۔“

”سے بھرا ہی کی قیمت کس طرح لوکو گے۔“

”اُن بات کو چھوڑیں۔ آپ بات کریں۔“

”مشایہ تم لوگوں نے ان کی اچھی طرح تلاشی نہیں لی۔“

”ایک بار۔“

”کپتان نے جھٹا کر کہا۔“

”ان کی ایک بار پھر اچھی طرح تلاشی لی گئی۔“

”لے تو۔“

”کیس سمندر میں سفر کرنے سے تم لوگوں کے دماغ تو نہیں الٹ

لیجئے۔“

”آپ بات کریں۔ لائچ کی کتنی رقم دی جائے آپ کو۔“

”لے کر آپ ہمیں لائچ سمیت جانے دیں گے۔“

”میک ہے۔“

”تم دس ہزار ڈالر دے دو اور لائچ لے جاؤ۔“

”میرے کپتان۔“

”آپ اپنی بات پر قائم رہتا۔“

”بہل نیک ہے۔“

”میکر بیگدے نے ایک خیہ جیب سے کرنی نوٹ لکائے اور دس

لگائے۔“

”لیکن ان کی آنکھیں مارے جھٹ کے بھیل گئیں۔“

”الہ نے اپنے ساتھیوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے

”تو کے پھنسے۔“

”تم نے تلاشی لی تھی۔“

”اس! ہم نے بست اچھی طرح تلاشی لی تھیں۔“

"بچے آپ کی مرضی"۔  
"ہاں! ایک بھبھ بات ہے۔" اس کے ایک ساتھی نے چونکہ  
"جلدی کو"۔

"جب ہم نے اُنہیں جہاز پر سوار کیا تھا۔ ان کے ساتھ تین  
لڑکے۔ اب دو نظر آ رہی ہیں"۔  
"ہمیں۔ تو پھر تیری لڑکی کہاں چلی گئی"۔ کپتان دہازاپ۔  
اپکلر جشید کے ساتھیوں نے بھی جلدی جلدی ایک دوسرے پر  
ٹکرائیں۔ فرزانہ اُنہیں کہیں نظر نہ آئی۔ وہ سکرا اٹھے۔  
لگکہ بیلا کرتی تھی۔ اور پھر کوئی کام دکھادیا کرتی تھی۔  
"یہاں! تھارے ساتھ تین لڑکیاں تھیں؟" کپتان اب ان کی  
مدد مژا۔

"ہاں جتاب۔ اس میں تو تک نہیں"۔  
"تب پھر تیری لڑکی کہاں ہے؟"

"اس پر تو ہم خود بھی جیران ہیں"۔

"اُرے کہیں وہ سمندر میں تو نہیں گر گئی"۔

"لَا اللہ رحم"۔ اپکلر جشید اور ان کے ساتھی ایک ساتھ

"ان پر گھنٹے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے واقعی ہتھ اُن  
ٹرخ ٹلاشی لی تھی۔ یہ تو صرف دس ہزار ڈالر ہیں۔ ہم آپ  
اور رقم بھی دے سکتے ہیں"۔  
"تو دو ہاں"۔ کپتان لاپی انداز میں بولا۔

"آپ تو سودا کر چکے آپ۔ لاج ہمارے ہوا لے کر دیں"۔  
"نہیں۔۔۔ ابھی تم لوگوں کے پاس اور دولت سے۔۔۔"

ٹکال کریں اس ڈھیر کر دے۔ پھر میں تمہیں لاج سیست جانے والی"۔  
"نہیں کپتان صاحب۔۔۔ آپ اس صورت میں بھی اُنہیں لے

جانے دیں گے"۔ اپکلر کامران مرزا بولے۔

"تم لوگ کچھ عجیب سے لگتے ہو"۔  
"بلکہ کپتان صاحب۔۔۔ اگر آپ مجھ سے مقابلہ جیت رہے  
ہیں۔ تو میں آپ کو اس پورے جہاز کی قیمت دے سکتا ہوں"۔

"مکیا کہا۔۔۔ پورے جہاز کی قیمت"۔ وہ چلا اٹھا۔  
"جانتے بھی ہو۔۔۔ کتنی قیمت کا ہے یہ۔۔۔ پورے ٹھاں پر  
ہے"۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم آپ کو چالیس کروڑ دیں گے"۔  
"ضرور۔۔۔ تم لوگ پاگل ہو"۔

"نہ نہیں۔ ہم میں سے ایک آدمی بھی پاگل نہیں ہے"۔

"تب پھر میں تم لوگوں کی ٹلاشی خود لون گا"۔

"نہیں بس۔ یہ لوگ عرشے سے دور گئے ہیں"۔

"تب پھر وہ نیس کیسی ہو گی۔۔۔ تلاش کرنے جلدی"۔

اس کے بے شمار ساتھی فرزانہ کی تلاش میں نکل گئے۔۔۔ میں اس وقت لمبی بہت بلند ہو رہی تھیں۔۔۔ یوں لگتا تھا ہے۔۔۔ آتے والا ہے۔۔۔ اور ان کا جہاز نور سے پہنچنے والے ربانی انسیں اپنے قدم جھانے میں کافی دشواری ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک فرزانہ کی تلاش جاری رہی۔۔۔ اس دوران پہنچنے والے ان سے کوئی بات نہ کی۔۔۔ آخر اس کے ساتھی دہان آگئے۔۔۔ اس کے سر جھکنے ہوئے تھے۔

"بس! اس لڑکی کو ہر طرف تلاش کیا گیا۔۔۔ لیکن وہ کیسی نہیں ملی"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔۔۔ بس چلا یا۔۔۔

"تب پھر وہ سمندر میں ہی نہ گر گئی ہو"۔۔۔ ایک لے زد ڈرے انداز میں کمل۔

"چھوٹھی۔۔۔ ایک لڑکی اگر کسیں جہاز پر چھپ گئی ہے تو وہاں کیا لگاؤ لے گی۔۔۔ ہاں اب تم کو بات"۔۔۔ وہ پسلے ان کی طرف مڑے۔۔۔

"آپ کو ہم لائچ کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔۔۔ اصلی طور پر آپ لائچ ہمارے حوالے کریں"۔

"نہیں۔۔۔ میں تم لوگوں کو سمندر میں پھینکنے کا حکم دے رہا

اللہ۔۔۔ پہنچ دو انسیں"۔

"تو اکو صاحب۔۔۔ ہم سونے کی کان ہیں۔۔۔ اتنی دولت آپ کو بے سکھے ہیں کہ آپ نے کبھی سمندری خواب میں بھی نہ دیکھی ہو۔۔۔ میں"۔۔۔ قادق لے جل کر کہا۔۔۔

"سمندری خواب۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی؟" آفتاب نے حیران ہو کر لے۔۔۔

"پھر نہیں۔۔۔ کوئی بات ہوئی یا نہیں"۔

"سونے کی کان۔۔۔ کیا مطلب؟"

"پکستان صاحب! آپ مجھ سے مقابلہ کر لیں۔۔۔ اگر آپ نے لے گئے تو ہم آپ کو اس جہاز کے پر ابرور قم دیں گے"۔

"تم مجھ سے مقابلہ کرو گے"۔۔۔ پکستان ہٹا۔۔۔ اس لئے کہ وہ بہت برا ہے۔۔۔ اس کا ڈیل ڈول حد درج تھا۔۔۔

"ہاں مقابلہ۔۔۔ پلکہ آپ ہمارے کسی چھوٹے فرد سے مقابلہ کر لے، ہماریں۔۔۔ محمود۔۔۔ ذرا آگے آتا"۔

"تھی۔۔۔ آگیا"۔۔۔ محمود نے کما اور آگے آیا۔۔۔

"آپ اس سے لا کر اسے لکھتے دے کر دکھادیں"۔

"کیوں میرا ماق اڑانا ہے۔۔۔ میں اور اس بچے سے لڑوں گا۔۔۔ میں تو

"نہیں پھونک مار کر سمندر میں گرا سکتا ہوں"۔

”ہاتھوں سے مقابلہ کرنا بہتر رہے گا۔“  
”چیزے نمیک ہے۔“

پکتان جیزی سے محمود کی طرف پر بھا۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ ہاتھ نے کمک کی صورت اختیار کی اور اور پھر کہ اس کے منہ کی طرف پر بھا۔ مگر اس کے منہ کے اوپر سے گزرا گیا۔ اور محمود اس کی کمری طرف کھڑا نظر آیا۔

ب لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ محمود نے اس کے جسم کو ہاتھ لکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پکتان حیرت زدہ سے انداز میں اس کی طرف ملا اور پھر اس نے خونک انداز میں جھپٹا مارا۔ محمود۔ یعنی

”لہ کر ایک طرف لڑک کیا اور وہ مت کے نہیں پر گرا۔“  
”میں جھیس اٹھنے کی مہلت دے رہا ہوں اور خود کوئی وار نہیں

کر رہا ہوں۔ اس بات کا خیال رہے۔“ محمود نے ہنس کر کہا۔  
پکتان تھلائے ہوئے انداز میں اٹھا اور اس کی طرف پر بھا۔  
اب وہ ایک ایک قدم کر کے آگے پڑھ رہا تھا۔ محمود ڈرے ڈرے انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔ پکتان کے ساتھی گھٹے ہٹنے۔

”خاموش رہو۔“ پکتان دھڑا۔  
”کیوں پاس۔ کیا ہوا۔“

”یہ لڑکا ڈر نہیں رہا۔۔۔ ورنے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔“  
”اوہ۔“ وہ ایک ساتھ ڈولے۔

”اوہ! اب میں سمجھی۔“ فرحت نے چوک کر کہا۔  
”کیا سمجھ گئیں تم؟“

”فرزان کو پکتان صاحب کی پھوک لگ کی ہو گی۔“

”اڑے باپ رے۔۔۔ تب تو ہمیں فرزان کی موت پر ہم اُنہوں دینے چاہتیں۔“

”وہ بعد میں بھائیں گے۔ پسلے مقابلہ ہو گا۔۔۔ پکتان اگر اس پیچے کو ٹکست دے دو تو ہم تمیں اس جماز کے برابر دولت دیں گے۔ اور اگر تم ہار گئے تو ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہمیں انتارج کے کس ساحل تک پہنچا دیا جائے۔“

”چلو منتظر ہے۔۔۔ لیکن تم دولت دو گے کمال سے؟“

”یہ ہماری ذمے دری ہے۔“

”چھی بات ہے۔۔۔ بعد میں تم یہ نہیں کو گے۔ یہ تھا۔۔۔ اور یہ کہ ہم مذاق کر رہے تھے۔“

”نہیں۔۔۔ میں ایسا نہیں کہوں گا۔“ اسکے جمیں ڈولے۔

”آؤ پیچے۔“ اس نے محمود کو لکارا۔۔۔ دونوں ہاتھ ہمراۓ۔

”مودو پر سکون انداز میں آگے پر بھا۔“

”لیکن ہم نے یہ طے نہیں کیا کہ مقابلہ کس طرح ہو گا۔۔۔ کس اختیار سے ہو یا صرف ہاتھ پاؤں سے۔“ پکتان نے کہا۔

”بس طرح تم پسند کرو۔“

کپتان آگے بیٹھتا رہا۔۔۔ وہ پیچے ہٹ رہا۔۔۔ یہاں تک کہ گھومنی کر جہاز کی رینگ کے ساتھ ٹکرائی۔

"اب کہاں چاؤ گے پیچے"۔۔۔ کپتان نے بھنا کر کما اور پھر بجا مارا۔۔۔ لیکن اس کا سرینگ سے ٹکرا گیا۔۔۔ محمود تو سرک کر کیکھ دیتے پڑلا گیا تھا۔

"آؤ آؤ۔۔۔ دیسے میرا خیال ہے۔۔۔ جسمیں دکھانی نہیں دلتے۔۔۔ درنہ ایک بار تو دیکھ کر دار کرتے"۔۔۔

"بکومت"۔۔۔ وہ وحاظ اور پھر اس پر چھلانگ لگائی۔۔۔ محمود فوراً رینگ پر سے ہٹ گیا۔۔۔ کپتان کا اوپچاد ہر چیز کے قریب رینگ سے ٹکرایا اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔۔۔ الا اس سمندر میں جا گرا۔۔۔

"بہت خوب محمود"۔۔۔

اب کپتان کے ساتھی سکھ کے عالم میں کھڑے تھے۔۔۔ بڑا رینگ کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ سروار سمندر میں غوطے کھاتا جہاز کی طرف آ رہا تھا۔۔۔ پھر اس نے سیڑھی کو پکڑ لیا اور اپر آئے لگا۔۔۔ "اب اسے جہاز پر نہ آئے دیں"۔۔۔ اسپریز جمیل نے اس کے کہا۔

"بہت بہتر ایجاد"۔۔۔ وہ سکرایا۔۔۔ اور سیڑھی کی طرف دوڑا۔۔۔ جو نبی کپتان کا سر نظر آیا۔۔۔ محمود نے ایک ٹھوکر اس کے سر

رید کر دی۔۔۔ وہ سیڑھی پر سے الٹ کر پھر سمندر میں گر گیا۔۔۔ لیکن اس بار ابھرنہ سکا۔۔۔ اس لئے کہ ٹھوکرنے اس کے جوان گم کر دیے گئے۔۔۔

اس کے ساتھی سمندر میں اس کے ابھرنے کا انتشار کرنے لگا۔۔۔ اور جب وہ نظر آیا تو اس کی لاش پانی کی لمبیں اچھال رہی تھیں۔۔۔

"یہ یہ تو مارے گے"۔۔۔ اس کے ساتھی چلا گئے۔۔۔

"ہاں۔۔۔ یہ مارے گھنے۔۔۔ اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔۔۔ ہمیں اللہ جو سمجھ پڑھاتے ہو یا نہیں۔۔۔ تم ایک بار پھر کہتے ہیں۔۔۔ اگر تم ایں اشارہ تک پہنچا دو گے تو بے شمار دولت جسمیں بھی دے سکتے ہیں۔۔۔ ام جسمیں یہ مشورہ بھی دیں گے کہ یہ گندی زندگی چھوڑ دو"۔۔۔

"عن سب کو پکڑ کے پاندھ دو۔۔۔ انہوں نے ہمارے سردار کو اٹک کیا ہے۔۔۔ اب ہم ائمیں موت کی سزا دیں گے۔۔۔ ائمیں رینگ کے ساتھ ہاندھ دیا جائے۔۔۔ مگر ان کی لاشیں پانی میں گرنے میں وقت نہیں۔۔۔ میں اب تک نائب کپتان تھا۔۔۔ اب اپنے کپتان ہونے کا امانت رہتا ہوں۔۔۔ اگر تم میں سے کسی کو کپتان بننے کا شوق ہے تو وہ گنج سے لے کے فیصلہ کر سکتا ہے۔۔۔ فی الحال ہم ان سے فارغ ہوں"۔۔۔ ایک نوجوان نے آگے آ کر کہا۔۔۔

"بالکل تھیک سردار"۔۔۔ اس کے ساتھی چلا گئے۔۔۔

”لیکن ہمیں مار کر تم لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“  
”ویکھا جائے گا۔“ تم لوگوں کو مار کر ہم تمہارے کپڑے اندر لے  
گے۔ تمہارے نجگے جسم پانی میں پھینکیں گے اور ان کپڑوں میں پھر  
بیرے جواہرات یا کرتی نوت ہمیں مل جائیں گے۔“  
”جیسے تم لوگوں کی مرضی۔“

ان کی طرف کلاشن کو نہیں تو پہلے ہی تھی ہوئی تھی۔ اب تھے  
لوگ رسیاں لے چکے ان کی طرف بڑھتے۔ ایسے میں ایک فائر ہل  
رسیاں اٹھائے ایک آدمی اچھل کر گرا اور تباہ کرنے لگا۔  
”خیروں۔ نیا سروار میری زندگی ہے۔“ تم لوگ تمہارے پہنچ  
دو۔“

یہ آواز فرزانہ کی تھی۔ وہ اپنے مستول سے بول رہی تھی۔  
اور اس کے ہاتھ میں ایک کلاشن کوف تھی۔

”بہت خوب فرزانت۔“ تمہارا یہ کارنامہ بھی یاد رہے گا۔“  
ڈاکو دم بخود رہ گئے۔ اب وہ سب فرزانہ کی زندگی کی  
حیرت سے فائدہ اٹھا کر اسکٹر جشید نے نئے سروار کی گردان ہدایت  
لی۔

”ان کو حکم دو۔ کہ یہ ہتھیار پہنچ ک دیں۔“

”ہتھیار پہنچ ک دو۔“ اس نے کہا۔

”نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں پہنچنیں گے۔“ ہم اب بھی ان کو

انکے ہیں۔ اس لڑکی کو نشانہ بنانے کے ہیں۔ اس طرح ہم میں سے  
بڑا اور کم ہو جائیں گے۔ لیکن حق ہماری ہو گی۔“  
”لیکن اس طرح میں مارا جاؤں گا۔“ نیا سروار بولا۔  
”تو کیا ہوا۔“ تم مارے جاؤ گے تو مارے جاؤ۔ ہم میں سے کوئی  
نہ سروار بن جائے گا۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ نے ڈاکوؤں پر فائر گک شروع کر  
لیا۔ ”بوجھلا کر ادھر اور ہر جو گئے اسکٹر جشید اور ان کے ساتھی  
نکل کے ساتھ ساتھ پشتے چلے گئے اور پھر انہوں نے گرنے والے  
ڈاکوؤں کی رانچیں سنبھال لیں۔ اس سے پہلے کہ ڈاکو ادھر اور  
ہدایت لے کتے۔ انہوں نے بھی فائر گک کر دی۔ اور پھر سے فرزانہ  
سلسلہ ڈاکو کر کے ان کا ایک طرح سے صفائی کر دی تھی۔  
یہ جگہ صرف تین منٹ جاری رہی۔ پھر ڈاکوؤں نے ہاتھ اور  
پاؤں پر اپنے کھانے پولے۔

”اس حق پر ہم فرزانہ کو سلام کرتے ہیں۔“  
نور علی خان بولے۔

○☆○

"اب ہاں کو یا نہ... ہم جھیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ تم ان سے اس سے بھی کیا برا دیکھا ہو گا۔ تمہارے کپتان نے پار پار اب کوڑا۔ تم بھی آخر اسی کے ترتیب یافت ہو۔"

"ہم... جو آپ کسیں کے... وہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"میں سے جہاز کون اچھی طرح چلا سکتا ہے؟"

"میں... میں ہی جہاز چلاتا ہوں۔"

"لیا تم جھیں اشارجہ تک لے جا سکتے ہو۔ اس کے اثرات کے نزدیک... کسی نہ مات تک۔"

"ہاں! میں لے جا سکتے ہوں... ہم لوگوں کی لوث مار کا وائز ہو جائے۔"

"لیکھ ہے۔ اس ایک گوروک لوبھی بات سب کو سندھر میں بلکہ اسی طرح بندھی حالت میں۔"

"رحم... ہم پر رحم کریں۔"

"ہو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم کیسے کیا جاسکتا ہے... اُوں سے خدا کی مخلوق کو محظوظ کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے جسیں غلق کر دیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پھر لوگوں کو دوئیں کر دو۔"

"ام وہ کرتے ہیں کہ بھی چاہے تم لے لیں۔"

"اچھی بات ہے... تب پھر اس کی صرف ایک صورت ہے۔"

## دستک ہوتی ہے

تمام ڈاکوؤں کو جاندہ لیا گیا۔

"کیا خیال ہے... اب تم سب کو سندھر میں پہنچنے۔" انسپکٹر جھیڈ نے مسکرا کر کہا۔

"نہ... نہیں... نہیں۔" وہ ایک ساتھ چلا گئے۔

"پھر تم ہی ہتاو۔ تمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ تم ان گھنگت لوگوں کو قتل کیا ہو گا۔ ان کے مل اسہاب اور ان گھنگت اور ان کے گھروالوں کو بھی شہید کے لئے روئے کے لئے دیا ہو گا۔ کیونکہ جن لوگوں کو سندھر میں موت کے گھٹکا اور چائے ان کے پارے میں ان کے گھروالوں کو تو کوئی اطلاع مطلقاً سے ملتی ہو گی۔ وہ ساری زندگی ان کا انتشار کرتے رہتے ہوں گے۔ اس لئے میری نظر میں تم لوگ انسان نما خالیم ہو۔ اور تم اُکولہ اس سے کم سزا اور کوئی خسی ہو سکتی کہ جھیں بھی سندھر میں لڑا دوا جائے۔"

"نہ نہیں... نہیں۔" وہ پھر چلا گئے۔

"لوہ... تو کوئی صورت ہے۔"

"ہاں... صرف ایک... کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اللہ سے... "بہم اس جہاز کا کیا کریں؟" تائب سردار نے کہا۔  
گناہوں کی معافی مانگو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ "یہ بھی تم لوگوں نے لوٹا ہو گا۔"  
گے۔ اور ہمیں تم لوگوں کو اشارچ سکن پہنچانا ہو گا۔ اس کے بعد "اے! دہ بولا۔  
تم لوگوں کو واپس آئے کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن اگر تمہیں  
نے ساکر تم لوگوں نے پھر سے لوٹ مار شروع کر دی ہے تو ہم نے مار ڈالا تھا۔"  
"لیکن اس بے چار کو تو ہم نے مار ڈالا تھا۔"  
ہم پھر تمہیں سزا دینے کے لئے آئتے ہیں۔ اور اس وقت "خوب! تم اس کے وارثوں کو دے سکتے ہو۔ لوٹ ہوئی رقمیں  
معافی تمہیں ملے گی۔"

"بہت بہت فکر یہ۔"

اور پہ اپنیں کلہ پڑھایا گیا۔ اسلام کی موئی مہنے  
ہائے گئے۔ نماز، روزے کا طریقہ سکھایا گیا۔ اس طرح ان لاکھ  
لکھی خاصل کرو گے۔ ہر چیز کو ان کے وارثوں تک پہنچا کر۔  
"ہم تک ممکن ہوا۔ ہم ایسا کریں گے۔ آپ بے فکر  
تک کہ وہ ان کے ساتھ نماز ادا کرنے کے قاتل ہو گئے۔ جان  
وقت کی اذان ہونے گی۔ سب لوگ باقاعدہ جماعت سے نماز  
کرنے لگے۔ آجھ دن کے بعد اپنیں بتایا گیا کہ وہ اشراط  
دار الحکومت کے بالکل نزدیک ہیچ گئے ہیں۔  
"تب تم ہمیں بینیں اتکار دو۔ ہماری لاجیخ ہمارے جان  
وو۔ اور یاد رکھو۔ اب تم اپنے گھروں کو جاؤ کر۔ دراں میں آنسو لے اپنیں الوداع کر رہے تھے۔ وہ ڈاکو

"لادی کر کے اپنا موزی کھاؤ گے۔"

دولت آئی تھی۔

لائج کے ذریعے سفر کرتے وہ ایک دساتی سال پر عالم کے  
اس جگہ پہنچے ہیں، بہت سی لائچیں کھڑی تھیں..... معلوم ہوا۔ گاہیں  
گیروں کا ہے..... وہ لائچوں کے ذریعے چھلیاں پکڑتے تھے اور شہر  
پہنچاتے تھے۔ انہوں نے اپنی لائچ ان سے کافی فاصلے پر لدکیاں  
اور پھر جگل میں جا کر چھپ کرے تھے۔

”ہم اشاق سے بہت اچھی جگہ ملخ گھے۔ فوری طور پر ای  
لوگوں میں تکمیل کر شر جا سکتے ہیں۔“ قاروں نے خوش ہو کر کہا۔  
”اس کے لیے بھی کچھ قانون ہو گا۔“ منور علی خان سکرا۔  
”ہاں بالکل۔ یہ اپنا پرمث یا اس حرم کی کوئی اور چیز رکھا کر  
میں داخل ہو سکتے ہوں گے۔ تم غفرانہ کرو۔ ہم ابھی معلومات مل  
کر لیتے ہیں۔“

”سب سوچنے لگے۔ کوئی ترکیب بھجو میں نہ آئی۔ اس لے  
یہ ڈیوبٹی منور علی خان کے ذمے لگائی گئی۔ وہ گاؤں کے رہنے  
کے نزدیک چاکر محلمات لے آئے۔“  
ان سب مانی گیروں کے پاس انشارچ کے کاغذات موجود تھے۔  
انہوں نے چھلیوں پکڑنے کا خیال لے رکھا تھا۔ پورا گاؤں ل جانے  
خیال لیتا تھا۔ اس کا پرمث ان کے پاس تھا۔ گاؤں کا چودھری ہے۔  
”سب لوگ یہیں نظریں گے۔ میں اور اسپکٹر کامران مرزا جا  
وکھاتا اور چھلی شر تک لے جاتا تھا۔ سب ہای گیر شر نہیں بل  
تھے۔ چھلی گاڑیوں پر لا دی جاتی تھی۔“

”میں چودھری کو انداز کرنے ہو گا۔“ اسپکٹر جسید پولے  
”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ چودھری کو انداز کرنے کی بھلا کیا  
جھوٹ ہے۔“ عمود نے حیران ہو کر کہا۔  
”اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا مسکراتے  
”آپ بھی یہی کہ رہے ہیں۔“ آصف بولا۔  
”جب پھر تم لوگ چتاوے۔ کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔“

”ترکیبیں بتانے والے ہمارے ساتھ کم نہیں ہیں۔“ مکعنی نے  
نہیں کی طرف دیکھا۔

”میں غور کرنے کی صلت دے دیں۔“

”منور لے لو صلت۔ ہمارے پاس صلت کی کوئی کی نہیں۔“

نہیں جسید سکراتے

”سب سوچنے لگے۔ کوئی ترکیب بھجو میں نہ آئی۔ اس لے  
یہ ڈیوبٹی منور علی خان کے ذمے لگائی گئی۔ وہ گاؤں کے رہنے  
کے نزدیک چاکر محلمات لے آئے۔“

”آپ ہی فحیک کہتے ہیں۔ اسے انداز کرنی ہو گا۔“

”سب لوگ یہیں نظریں گے۔ میں اور اسپکٹر کامران مرزا جا  
وکھاتا اور چھلی شر تک لے جاتا تھا۔ سب ہای گیر شر نہیں بل  
تھے۔ چھلی گاڑیوں پر لا دی جاتی تھی۔“

رات کے وقت دو توں کاؤں میں چلے گئے۔ وہی بھی ان کے ساتھ تھا۔ لیکن بے ہوش حالت میں۔ اسے ہوش میں گیا۔

"ست... تم کون ہو۔"

"بہت اچھے، شریف اور سید ہے لوگ۔"

"سید ہے لوگ ایسے کام کرتے ہیں؟" اس نے جل کر کہا۔

"جب اپسیں ستایا جائے تو۔ اپسیں ایسے کام بھی کہا پہلے ہیں۔"

"ہم نے تم لوگوں کو ستایا ہے۔" اس نے جان ہو کر کہا۔

"ہاں! ہم مسلمان ہیں۔"

"کیا مطلب! اگر تم لوگ مسلمان ہو تو ہم نے جسیں کہے ہے۔"

"یہ ایک بھی کمالی ہے۔۔۔ فی الحال ہمیں شرمندالی ہے۔۔۔ اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔۔۔ یہ تاذ۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں بھلا؟"

"چھا! اگر تم نہیں بتا سکتے تو پھر ہم بتا دیتے ہیں۔"

اب اسکے جھیڈے نے اپنے چڑے پر اس کا میک آپ نے

الاٹھ سے بالکل بے خبر رہے۔"

"یا مطلب؟"۔۔۔ وہ چونکا۔

کیا۔ ایک سختے بعد وہاں دوسرا چھپڑی موجود تھا۔ اور پہلا بھی۔

جیرت کا بست بنا اپسیں دیکھ رہا تھا۔

"اس کے کافذات بھی ساتھ لائے تھے۔"

"اب تمہاری جگہ صحیح میں شر جاؤں گا۔۔۔ اور مجھے ساتھی۔۔۔ البتہ مجھے ساتھ ہوں گے۔۔۔ آج ہم شرکی یہ کرنے کے ارادے ہے جائیں گے۔"

"تم لوگ فوراً پکڑ لے جاؤ گے۔"

"کھلے۔۔۔ میک اپ میں کوئی کی دلگشی ہے؟"

"تم بھری آواز کا کیا کر دے گے۔۔۔ شر کے دعاۓ پر جو گران ہے۔۔۔ ہمیں آواز بھی پہچانتے ہیں۔"

"پھر یہ بات ہے۔۔۔ تو پھر اب ذرا اپنی آواز بھی سن لو۔" یہ

کھلے۔۔۔ اس کی آواز میں ادا کئے

اس کی آنکھیں حرمت کی زیادتی سے اور بھی پھیل گئیں۔

"کمل ہے۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔"

"جب کیا خیال ہے۔۔۔ کیا ہم پکڑ لے جائیں گے؟"

"میک۔۔۔ اب نہیں۔"

"لیکن جب آپ اطلاع دیں گے۔۔۔ اس وقت شر میں ہماری

اللہ کوئا ہو جائے گی۔۔۔ جب کہ ہم چاہتے ہیں۔۔۔ شرکی پولیس

الاٹھ سے بالکل بے خبر رہے۔"

"کیا مطلب؟"۔۔۔ وہ چونکا۔۔۔

اس کا ہمارے پاس ایک ہی حل ہے۔۔۔ اور وہ یہ کہ ہم جیسیں

موت کے گھات اتار دیں۔"

"تن نہیں۔ نہیں۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"آپ یہ بات اس وقت کر رہے ہیں۔ جب ہم ہملے

چلے جائیں گے۔ تو تم پہلا کام یہی کرو گے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" اس نے یقین کر کر کہا۔

"یقین نہیں اور چلانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ جو ہم کہ رہے ہیں۔

تم ضرور کرو گے۔ لذماً مجبوری ہے۔ تھیں موت کے گھات اتارنا گا۔"

"رحم کر دی۔ مجھ پر رحم کرنے میں نے تو ساہے۔ سدا بست رحم دل ہوتا ہے۔"

"پاں! واقعی مسلمان بست رحم دل ہوتے ہے۔ اور تم ایسے ایش اس کی رحم دل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔"

"میں۔ میں۔ کچھ نہیں کروں گا۔"

"تم جھی بات ہے۔ تب تم ہمیں ہر طرح کی معلومات دو۔ دو دو۔ مانی کیروں کے کپڑے دو۔ ماک ہمارے باقی ساختی بھی تھیں۔ کیر نظر آئیں۔"

"تم فکر نہ کر دی۔ تم شریعت آرام سے بچ جاؤ گے۔"

بست ایجھے ہو۔ بلکہ میں تھیں اس سے بھی بہتر ترکیب ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میری گاڑی میں چھپ کر لے جاؤ گے۔

بھی بچک نہیں کرتا۔"

"نہیں! ہم آپ کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ آپ میں زین گے۔ باں ہم آپ کی گاڑی ضرور ساتھ لے جائیں گے۔ اپنے امران مرزا بولے۔

"اس سے یہ بہتر رہے گا کہ ہم انہیں گاڑی کے اندر چھپا کر لے جائیں۔ اور شریخت کر انہیں اور ان کی گاڑی کو فارغ کر دیں۔" افغان رحمان بولے۔

"واہ عالم رحمان۔ یہ تیادہ بہتر ہے۔ اس طرح چھپدہ ری صاحب کو دیاں گاڑی پر جاتے ہوئے بھی گمراں دیکھ لیں گے اور انہیں کی اگر بہ کا احساس نہیں ہو گا۔ بشرطکے کے چھپدہ ری انہیں کچھ نہ نہیں۔"

"میں۔ تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ مجھے زندہ چھوڑ رہے ہیں۔ بھی تم لوگوں سے غداری نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔

"بہت خوب۔ یہ طریقہ۔"

"اور ماہ دسری میں۔ وہ شریخت گئے۔ راستے میں کوئی رکاوٹ الائندگی۔ پھر انہوں نے چھپدہ ری کی گاڑی کو چھوڑ دیا۔ رخصت سماں ایک بار پھر اپنکے جشیدے نے اس سے کہا۔

"آپ کی زندگی اسی صورت میں محفوظ رہے گی۔ جب آپ اسے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔"

بُن کے بھی میں ہیں۔ اور شر کی سیر کرنے کے لئے آئے ہیں۔  
لا ایں کافی مکان کرانے پر مل سکتا ہے۔ یا پھر ہم کسی ہوٹل میں  
مرتے ہیں۔ سور علی خان بولے۔

"تیرے خیال میں اکل۔ ہوٹل سے کوئی مکان بہتر رہے گا۔  
اپنے ہم سے کی نظروں سے فجع کرنیں رہ سکتے۔"

"نیک ہے۔ چند اخبار خرید لیتے ہیں۔ ان میں اشتمار ہوتے  
ہیں۔ کارکے کے لئے خالی ہے وغیرہ۔" اسکے جدید سکراتے

اور اس مل جانہوں نے ایک مکان کرانے پر حاصل کر لیا۔  
نکے رات اسکے جدید اور اسکے کامران مرزا جنری گوم کے بارے  
میں معلومات حاصل کرنے نکل گئے۔ باقی لوگ گھر میں رہ گئے۔  
انہاں نے دہانے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لیں۔

"جب کم از کم راوی آج رات تک ہمارے لئے عیش یی عیش  
کا لامہ ہے۔" گھوونے ایسے میں کہا۔

"ان راوی صاحب کو سوائے عیش لکھنے کے اور آتا ہی کیا  
ہے۔ اصل نے جمل کر کہا۔

"یہ راوی صاحب تھے کون۔ اور کیا کام کرتے تھے۔" شوکی  
سے جان ہو کر کہا۔

"ہیں بیٹھا کرتے تھے۔ اور کیا کرتے تھے۔" فاروق نے

"

"میں سمجھتا ہوں۔ آپ ٹکر د کریں۔ میں اپنا دھدا  
کروں گا۔ آپ بے شک اپنی سم کے بعد قارخ ہو کر گاؤں جائے  
اور دیکھ لجھے گا۔"

"یہ بات تو ہمیں شرمیں ہی معلوم ہو جائے گی۔ اگر مکان  
نے ہماری ٹلاش شروع کر دی تو یہ آپ کی مہماں سے ہو گا۔"

"یہی طرف سے آپ بے ٹکر رہیں۔" اس نے کہا اور ہمراہ  
رخصت ہو گیا۔

"کیا خیال ہے جدید۔ یہ مجری کروے گا۔"

"نہیں۔ مجھے امید ہے۔ یہ ایسا نہیں کرے گے۔" ہمارا

اسے مار کر بھی ہم خطہ مول لیتے۔ اس صورت میں اس کی حد تک  
تحقیقت شروع ہوتی۔ پھر ہماری لائچ پولیس کی نظروں میں آئی۔

اب تو یہ سارے معاملے نہیں اٹھیں گے۔"

"الله مالک ہے۔ جدید۔ اب س سے پہلے اس ملک کے

ب سے بہتے سانہن دان جنری گوم کا ہاتھ چلاو۔ وہ اپنی تجوہ کاہد

موجود ہے یا نہیں۔ یا وہ کہیں اور ہے۔ اگر اس کا کوئی سر اسی

گلت تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خفیہ ہیڈ کو اڑ میں وہ خود ہو

ہے۔ اور ایکاں اس کے ساتھ ہے۔" پہنچ سرداؤ نے کہا۔

"لیکن اس سے پہلے ہمیں شرمیں اپنا کوئی تھکان نہا ہے۔"

"ہاں! ہمیں ایک گھر کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمارا

"چلو بھی۔ ہمارے لئے تو بے ہمارے انتہے تھے۔"

"یکن ہم ان کا ذکر ماضی کے حوالے سے کیوں کرو رہے ہیں۔ جب کہ وہ ابھی ابھی ہمارے لئے میش لگھو پچے ہیں۔" آنکھ کے میں حرث تھی۔

میں اسی لئے دروازے پر دلک ہوئی۔ ان سے کس کھڑے ہو گئے

○☆○

### تجربہ

الہار بھید نے باہر سے گزرتی ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ  
کیا۔ ان کے پاس سے یہ پہلی ٹیکسی تھیں گزدی تھی۔ "اعتیاقاً"  
الہار کی نیکیاں گزرتے دی تھیں۔ وہ ہر ممکن احتیاط کر رہے  
تھے۔ اسی لئے کہ خود وہ اس پات کی تھی کہ دشمن کو کافیں کان پتا  
کر سکے۔

ٹیکسی کے رکنے پر۔ وہ اس میں بیٹھے گئے۔

"الہ بہب۔ اکمال جانتا ہے۔" ڈرائیور نے انگریزی میں کہا۔  
امونہات سے آئے ہیں اور شہر کی سیر کرنے لگے ہیں۔ اور  
آدم بھد میں دیکھیں گے۔ پسلے میں اپنے ملک کے سب سے  
خوبیوں کی تھیں۔ دل ان کی تجربہ گاہ کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"رات کے وقت؟" اس کے لیے میں حرث تھی۔

باہر سے دیکھیں گے۔ اندر ہمیں کون گھنٹے دے گا۔ اور باہر  
لے کر کے دن اور رات کی کیا قید۔"

کوئی۔ اس نے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔

جلد تی وہ تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ گئے۔

"یہ بہت لبے چوڑے ایریے میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ تمہارے میں پیشے بیٹھے دیکھیں گے یا حکوم پھر کرے۔"

"نہیں حکوم پھر کرے آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

یکسی والا انسیں اتار کر آگے بیٹھ گیا۔ اس لئے کمیں کیا تھا۔ اس لئے کہ یہ عمارت بھی شرکی قابل وہ عمارتوں میں تال  
تھی۔ اگرچہ اس کو اندر سے دیکھنے کی اجازت بہت خاص لوگوں کی تھی۔ عام لوگ صرف باہر سے دیکھتے تھے۔

انہوں نے تجربہ گاہ کے گرد ایک پکڑ لگایا۔ دندالت کا  
مگر ان موجود تھے اور ہر گز رہنے والے کو فٹک کی نظر سے رکھے  
تھے۔ پکڑ لگاتے ہوئے وہ دور ہٹت آگے  
"اندر جانے کا کوئی راستا نہیں ہے۔ کوئی پاپ اپنے لئے نہیں  
جا رہا۔ آپ کیا کریں؟"

"کسی ایک دروازے کے گراونوں کا مظاہر کرنا ہو گا۔ آپ  
کامران مرزا بولے۔"

اور اس طرح یہ لوگ چونکے ہو جائیں گے۔ فدا الہیں  
رپورٹ کریں گے۔ ابھال پسلے ہی ہمارے ہارے میں فرمادیک  
لاد کے ہاتھ میں تھی۔ دلوں لاشوں کو انہوں نے دیوار کے  
کوئی نکہ ہم بیت المقدس میں کسیں بھی ذکھاری نہیں دے رہے۔ اس  
کے لذادہ اس قفر میں ہو گا کہ ہمیں جلد از جلد خالی رہا۔  
لائیں تھیں اور جنم ہتھ خون ہستا تھا۔

بلکہ لاکر لکھیں میں روکھا جاسکے۔"

"اہا یہ بھی ہے۔ لیکن تجربہ گاہ میں اگر داخل ہونا ہے۔ تو  
ایسا دوستے کے گراون کا کام تمام کے بغیر نہیں ایسا ممکن  
ہے۔"

"اہل بخوبی سوچتے رہے۔ پھر انپکڑ جیشید ہوئے۔  
آپ بیک کتے ہیں۔"

"وہ اس کے لیے ہمیں اور رات ہونے کا انتظار کرنا پڑے  
لے۔ اگر اس پاں گھونٹے پھرنے والے نظر نہ آئیں۔"  
لکھا چک ہے۔"

انپکڑ جیشید تلا کھولنے کی کوشش کرتے رہے۔ انپکڑ مرا چونکے کھڑے رہے۔ ایسے میں ایک گاڑی ان کے سامنے گزری۔ اور پھر رک گئی۔

"انپکڑ جیشید ہو شیار"۔ انہوں نے سرگوشی کی۔

"الله ماںک ہے"۔ وہ پر سکون آواز میں بولے۔

"مکاشن کوف کی بجائے۔ ہم بلوپاپ سے کام لیں گے۔ انسیں نزدیک آنے دیں گے"۔

"اوکے"۔ انپکڑ جیشید بولے۔

اب وہ چالی کو تکلے کے سوراخ کو چھوڑ کر ان کے بالکل پی کھڑے ہو گئے۔ اور گاڑی کی طرف دیکھنے لگے۔ گاڑی میں بیٹھے افراد دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اے۔ تمہارا ساتھی کمال گیا؟"

انپکڑ جیشید یہ سن کر ان کے بیچے سے کل اٹھے۔

"چوکس رہو۔ شر میں خطرہ ہے۔ کچھ غیر ملکی لوگ فر آئے ہیں اور گزبہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم اگت پر لگھا ہیں"۔

"لوکے سر"۔ انپکڑ کا مران مرا ہے۔

"لیکن یہ تمہارے بیچے چھپا ہوا کیا کر رہا تھا۔ اپنی جگہ پر کہا موجود نہیں تھا؟"

جس میں ایسے ہی سرہ۔ کوئی بات نہیں"۔

"اسے۔ یہ اس طرف کیا پڑا ہے"۔

ان الحالے ساتھی گاڑی کا دروازہ کھلا اور دو آدمی دروازے پر قدم لالتے لگئے۔ جسموں نے دیکھا۔ ان کے جسموں پر گاڑی تھی۔ اور جسموں میں پستول تھے۔ گاڑی میں اور کوئی نہیں۔ اس کا ایسا یہ دوہی تھے۔ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی نہیں۔ اس کی بھی بلوپاپ کا شانہ بنتا ڈالیں۔ ورنہ دوسرے ہی اس کا اپنے والا تھا۔ ان کے کپڑے دیکھتے ہی وہ گزبہ بھانپ

جنہوں نے پھوٹھیں مار دیں۔ دونوں آئے والے ہی کر کے سارے بھروسات ہو گئے۔

"اپنے ایسیں بھی دیوار کے ساتھ لگانا پڑے گا اور گاڑی کو بھی بٹکھا پڑے گا۔ ورنہ کوئی اور گاڑی آکر بھاں رکے گی"۔

"لیکن ہے"۔

اون لئے جلدی جلدی گاڑی اور لاٹیں ایک طرف کر دیں۔ اس کا کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ آخر دروازہ کھل گیا۔

"لیکن"۔ انپکڑ جیشید بولے۔

اون لئے لاٹیں اندر گھسیت لیں اور گاڑی بھی اندر کر دی۔

اور اسے ہند کرو گیا۔

ان کے سامنے ایک بہت وسیع بیزو زار تھا۔ تجوہ گاہ سے کافی دور تھی۔ وہ آگے بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ ملائیں۔ ہلاؤ سکتا ہے۔ لیکن یہاں کوئی نہیں تھا۔ عمل طور پر سنا ہوا تھا۔ کہ وہ ضور اپنے ماں باپ سے بات کرتی ہو گی۔ تھا۔ تجوہ گاہ کے تمام دروازے بند تھے۔ کس کوئی فرضی ایسا لالہ لالہ یہی کے ماں باپ کے گمراہا لگانا ہو گا۔ اس کے بغیر قلا۔

”یہ تو ایسے لگتا ہے۔ جیسے یہاں کام بند ہے۔“  
”اگر جیسی گوم اس ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ تو یہاں کام بند ہے۔“

گیا ہو گا۔“

اب انہوں نے تجوہ گاہ کا بھی ایک دروازہ کھلا اور اندر کی ایک بات سے خاطل ہو گئے۔ یہ خط جیسی گوم کی یہوی کے ماں ہو گئے۔ اندر کا جائزہ لیتے ہی انہوں نے اندازہ لگایا کہ ان اُنہاں سے لے کر تھے۔ اور ان پر ان کا پہا بھی چھپا ہوا تھا۔ میں کام بند ہے۔ گویا بہت پسلے جیسی گوم کو خفیہ طور پر اس عین میں ہیں اسی کی ضرورت تھی۔“

پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں ایک نئی تجوہ گاہ قائم کی گئی تھی۔ اور یہاں ایک بھروسہ جیسے میں ڈال کر وہ پاہر لکل آئے۔ لاشوں کو گرانے کا کام وہیں سے کیا جا رہا تھا۔  
ایک کمرے میں بند کر دیا۔ اور گاڑی کو بھی ایک طرف وہ مایوس ہو گئے۔ ان کا تو خیال تھا۔ کہ اب یہاں پہنچا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ایک تھیسی پکڑ کر سے کام لیا جا رہا ہے۔“

”اب ہم اس ہیڈ کوارٹر کا پہا کس طرح کائیں۔“  
”ایک لا خیال ہے۔ یہوی کے ماں باپ کو ہیڈ کوارٹر کا پہا رہا از کم جیسی گوم اور اہنال کا کسی نہ کسی سے رابطہ ضور ہو گا۔“  
”میں۔ ایسا نہیں ہے۔ لیکن دو کسی ذریعے سے بات ضرور ہے۔“  
”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے یہوی پچھل کو بھی صاف۔“  
”انسانگانہ اور یہاں سے پروفسر صاحب کا کام شروع ہو گا۔“

یہ سراغ نگانا ان کا کام ہے۔ کہ ہینڈ کوارٹر کس مت ہے۔  
فائل پر ہے۔"

گنگ ان کے ساتھی ہاتھ اور الحائے کھڑے تھے اور چار  
لائکن کوئی تانے کی طرف کھڑے تھے ان میں سے  
اور پھر وہ کرانے کے اس مکان کے مانے پئے۔  
گازی کو دیکھ کر چونک اٹھے

"ایں... یہاں کون آگیا؟"  
"اللہ ہی بستر جانتا ہے۔"

دو لوں تیسی سے اترے کرایدے کرانے لے چکا۔  
خود دروازے پر پہنچے۔ دیوارِ دالے پر معلوم ہوا۔ دندانہ لبرت  
ہے

اب انہوں نے پہلے اس گازی کا جائزہ لیا۔  
"چند افراد اس گازی میں یہاں تک آئے ہیں۔ اور اب  
اندر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آئے والے کون ہیں؟"

"اندر داخل ہوئے بغیر شاید ہم اندازہ نہیں لاسکتے۔"  
"لیکن ہم دروازہ کھول کر اندر نہیں جا سکتے۔ اس طرح  
پھنس سکتے ہیں۔ آئیے۔"

وہ مکان کے پھری طرف آئے۔ ایک پاسہ اور جایا فیض  
اس کے ذریعے وہ چھپ پر پہنچے اور پھر وہے پاؤں پیچے اترے۔  
"بھی کوئی جاؤ گے۔"  
"پہنچیں۔"

"یہ اس طرح نہیں مانیں گے۔"

"تو جس طرح مانیں گے۔ مٹاوہا۔" - آناب سکریل  
میں اسی وقت دو اونٹ سے مند گرے

○☆○

### تم وہی ہو

"اپنے ہائیکے۔ کیا۔ یہ تم لوگ کس طرح کرے ہو۔  
اپنے بیٹھے ہیں۔ انہی تو کھڑے ہے چوڑے دھوئے کر رہے  
ہے اور لب۔ اسے یہ تو۔ آپ لوگ ہیں۔ ہاںکل۔ یہ اندر  
کی عمارت ہے۔" - فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔  
"اپنے کھانے سے۔" - فاروق نے فوراً کہا۔  
"خوبی۔" اسپکٹر کامران مرزا نے آناب کی طرف دیکھا۔  
"کہاں کر رہا ہے۔" وردہ اسے سی آئے تھے۔  
"ہم۔ بھی تم لوگوں نے ان کے لیے اس قدر آسانی سے  
انکوں کھولے۔"

"اگر انہوں کی بات اندر ہی رہ جائے۔" - شوکی نے فوراً کہا۔  
"ہم اپنا کیا۔" اسپکٹر جشید سکراتے  
"آپ کیا کر آئے؟"

"آپ کا، دیر ان پڑی ہے۔ اس میں کجی ماہ سے کوئی کام نہیں

ہو رہا۔ گوا جی گوم اس خیلے ہیڈ کو اور میں موجود ہے۔ ہمارے یہاں آنے سے بھی پسلے۔  
ساختھی۔ "ت ام خطرے میں ہیں۔ جلدی کریں۔" شوکی نے گھبرا کر

"دامت حیرتے کی.... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" گھوٹے بڑے  
کھلے۔

"دروازے کی طرف پہنچے

ہمارے دینا ماف تھا۔ انہوں نے گھر کے دروازے کو تالا لگایا  
بنایا۔

"جی گوم کے یوں پہنچے بھی تجربہ گاہ کے راستی میں ہے  
ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ.... یا تو وہ بھی جی گوم کے  
ہیں۔ یا اپنے ماں باپ کے گھر ہیں۔"

"مہوں! لیکن اب ہم کیا کریں گے؟"

"اب ہم نہیں پرو فیسرداود کام کریں گے۔"

"میں.... میں.... یعنی کہ میں۔" وہ پہکلتے۔

"ہاں! ہمیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکلاہے۔ اب  
رک نہیں سکتے۔"

گاؤں کے ایک آدمی سے اپنیں جی گوم کی یوں کا گھر معلوم  
نہیں۔ آخر وہ ایک پرانے حولی نما مکان تک پہنچ گئے۔ پہلے  
نہیں ایک در سرے کی طرف دیکھا۔ پھر محمود کو دروازے پر  
تک رسنے کا اشارہ کیا گیا۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں بھی کچھ تیز ہو  
زیادہ دیر راز نہیں رہے گی۔ اور پھر پولیس کو یہاں پہنچنے میں وہ بھر  
لگے گی۔ نجھے تو حیرت ان پر ہے۔ آخر یہ یہاں اُسیں مل گئے۔

"اپ لوگ کون ہیں؟"

"ہم مت دور سے آئے ہیں۔ اور کھڑے رہ کے نہیں چاکیں

”اُن کا یہم آتا رہتا ہے ہا۔“

”اُل—آتا رہتا ہے۔ آپ پیغام تاویں۔“

”لیکن پیغام کسے آتا ہے؟“ انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں

ہیں؟ جاتا ہے۔ آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی  
ایسے۔ یہ میں وہدہ کرتا ہوں کہ جب بھی بات ہو گی۔ آپ کا پیغام  
سے ہاں گا۔“

”لیکن تم شکل ہے۔“ انسپکٹر جمشید سکرانے۔

”ایسا شکل ہے۔“ اس کے لجے میں حرمت جھی۔

”آپ نے فرملا ہے تا کہ ہمیں اس بات سے کوئی غرض نہیں  
انداز ہے۔“

”اُل تو ہمہ؟“ اس کے لجے میں حرمت تھی۔

”لیا ہم اپ کا نام جان سکتے ہیں۔“

”میں بدلنی گوئم ہوں۔“

”لیا گوئم۔ آپ سب کے ناموں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔“

”لیا ہاں! یہ ہمارا خاندانی نام ہے۔“

”لیا گوئی گوئی گوئی... شکل یہ ہے کہ ہمیں غرض ہی اس بات  
کے ہے کہ آپ ان سے رابطہ کس طرح کرتے ہیں؟“ انسپکٹر جمشید  
نے ٹھہر کر ہوئے گئے۔

”گے... دیے ہے آپ یہ تاویں۔ یہ جو ہی گوئم کا سرال ہے ہا۔“

”ہاں! آپ تھیک ہتھ پر بخشنے ہیں۔“

”شکریہ جتاب۔“ انسپکٹر جمشید یوں۔

”آئیے۔“ اس نے کما زادہ انہیں ڈرامنگ روم میں لے لے۔  
بخشنے کے بعد انسپکٹر جمشید یوں۔

”ہمیں مسٹر جیجی گوئم صاحب سے بہت ضوری کام ہے۔“

”لیکن ان کا یہاں کیا کام؟“

”ڈریکٹر۔“ ہم پسلے دار اکٹومٹ گئے تھے۔ ان سے ہاں ان  
ملاقات نہ ہوئی۔ آخر وہ کہاں ہیں؟“

”وہ ایک سرکاری سائنس دان ہیں۔ اس ملک کے سب سے  
بڑے سائنس دان سے ڈریکٹر سو سائنس دانوں کے اچھارن۔ سائنس  
دانوں کی پوری ٹیم ان کی ما تھی میں کام کرتی ہے۔ ان دونوں کی  
سرکاری مشن پر گئے ہوئے ہیں۔“

”لیکن کہاں! آپ بس اتنا بتا دیں۔ ہم وہاں جا کر ملاقات  
لیں گے۔“

”افسوس! یہ بات ہمیں معلوم نہیں ہے۔“

”وہ اچھا تھی۔ اگر کبھی ان کا پیغام آئے تو آپ ہمارا یہ  
انہیں دے سکتے ہیں نا۔“

”ہاں یہ کام میں کر دوں گا۔“

"آپ ملاظ کر گئے۔" بعین گوم بولا۔

"تی کیا فرمایا آپ نہ... میں پچھے ملاظ کر گیا۔" ان کے پیش میں حرمت تھی۔

759  
"بے ادب آپ چاہجے کیا ہیں؟" "ربات ہم پلے ہی تھا پکے ہیں کہ ہم ان سے ملاقات کرنا کرتے وہ ہم سے رابطہ کرتے ہیں۔ جب ضورت گھوں کے لئے انہیں معلوم نہیں۔"

"میں آپ کے پاس ہو آگہ ہے۔ جس کے ذریعے آپ ان بات کر لیتے ہیں۔"

"آپ سے بات کرتے ہیں۔ آپ نہیں کر سکتے۔ میں بات کر رکھتے ہیں۔"

"آپ کے ہیں۔ آپ کو بھی ساتھ لے گئے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ میں بھی ہونے کے ناطے وہ اکثر آپ سے بات کرتی ہوں گی۔"

"ہاں کرتی ہیں۔ آخر آپ چاہجے کیا ہیں؟"

"بس یہی جاننا چاہتے تھے۔" وہ سکرائے

"کیا مطلب... کیا جاننا چاہتے تھے؟" میں نے پوچھ کر کہ

"میں کہ وہ لوگ اکثر آپ سے رابطہ کرتے رہے ہوں گے۔"

"تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔ آخر وہ میری بھی اور بھر

دیا ہے۔"

"پاکل ہالکل... بھی وہ آلا کدھر ہے۔ جس کے ذریعے اپنے

ان سے بات کرتے ہیں۔"

"میں کہ وہ دکھا دیں۔"

"اوہ... اب میں سمجھا۔ اپنے اس کی آئیں ہے۔ تم نہ۔ تم لوگ ضرور وہی ہو۔"

"مگر تو یہیں"

"خوف سے مغلل گئیں۔"

"تھی سنہ پہلے یہ خوار کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا... ہو سکے ہیں۔ اس دہی نہیں بھی سمجھا دیں۔ ہم اپنے لئے کے لئے آئیں۔ وہ بہت بھولے داری سے ادا کریں گے۔" قابوق نے جلدی جلدی کہا۔  
اپنے ہمال والے اور سیدھے سادے سے لگیں گے اور یہ کہ میں لے کر بڑھتے پین کا ٹکار ہو جاؤں گا۔ لذات میں ٹکار ہو گیا۔ تم بھروسہ ہو۔"

"شروع کروی گروان سمجھ کی۔" آقاب نے ہمارا کہ "سمجھ کی ہی کی ہے تا۔ تا سمجھ کی تو نہیں۔"

"یار چپ رہو۔ اس وقت بہت سمجھیدہ بات ہو رہی ہے۔ محمد نے جلا کر کہا۔

"اوہ اچھا۔ پہلے یہ بتا دیتے۔"

وہ یک دم خاموش ہو گئے۔ اب انہوں نے اپنے بڑے طرف دیکھا۔

"غیر تھے بایجان۔ آپ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"انتظار کر رہا ہوں۔ کب تمہاری بات ختم ہو اور میں ان بات کروں۔"

"تھی نے کہا تھا۔ وہ مجھ سے اکہ مانگیں گے۔" اس نے شروع کریں گے۔

اپنے پہلے آپ ان سے بات ختم کر لیں۔ ہم دونوں نے کھنڈے اڑاکیں کہا۔

"آپ کیا سمجھ گئے۔ زرا ہمیں بھی تو سمجھا دیں۔" اچھا ہے۔

نے اس کی طرف دیکھا۔

بھاگیں۔ آنکھ نے آنکھ کرائے اٹھیا۔

”آپ کو اس طرح نہیں گزنا چاہیے تھے۔ گزنا کے لئے بھت سے طریقے ہیں۔“ آفتاب آنکھ پر ہوا اور اس کا ایک بھٹک لیا۔ اس نے فوراً خود کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی۔

”مجھے چھوڑ دو۔ مجھے پچھوڑ دو۔“ اس نے چلا کر کہا ”بھجی المکی بھجی کیا جلدی ہے۔۔۔ ابھی تو آپ بھت پر مکون لانا میں مشغول ہے۔ اچھا چلے۔ کمل چلتا ہے۔ ہم آپ کو دیں لائے ہیں۔ غالباً“ آپ اس آنکھ سکھ جاتا ہاٹتے ہیں۔ تاکہ آپ ان قوز پھوڑ دیں۔ لیکن ہدایات دی تھیں تا۔۔۔ جیسی کوئی نہ۔

”تم لوگ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔“  
”لیکن کون سے مقصد میں۔ آپ پسلے یہ تو ہائیں۔“  
”میں خوب جانتا ہوں۔“ اس نے زور لگاتے ہوئے کہا  
لیکن وہ خود کو چھڑانہ سکا۔ آخر تھک ہار کر اس نے بھاگیں ڈھیلا چھوڑ دیا۔

”آخر آپ لوگ کیا چیز ہیں؟“

”بیس دیکھے ہیں۔۔۔ آپ کے سامنے ہی ہیں۔“ آلات سکریڈ  
”اور اب آپ اس آنکھ کی طرف بھیں لے گئیں۔ آپ کا  
بھت مہربانی ہو گی۔“

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔“

”تو تمہرے ہاتھ میں نہیں مانیں گے۔۔۔ تمام دروازے اور گھر کیں  
بھت سے بکری دی جائیں۔“ محمد ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے

”اگر آپ کو اتنا ہی پسند ہے تو یہ لے۔۔۔ لیں۔“ محمد نے کہا  
کہ ان کی طرف پہنچا دیا۔ اب انکلہ جمیل نے اس کا ہاتھ  
اٹھا۔ اسے اسے یہ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ میرا بازو نوٹ جائے

”اب آپ نری سے بات کرتے رہے۔۔۔ ہم بھی آپ کو  
لکھتا ہیں۔ جب آپ نے اپنا رخ پدلا تو ہم بھی اپنے ڈھنپ  
لگا۔ اب آخر جمیل آنکھ کی طرف نہ لے گئے تو آپ کا یہ  
لام سعہ بھرا ہی پر بس نہیں کیا جائے گا۔۔۔ دوسرے بازو کی  
لیٹائیں گے۔“

”بھائی۔“ اس نے ذرے ذرے انداز میں کہا۔

”لکھا گئیں اس آنکھ کے پاس لے چلیں۔“  
”یہ۔۔۔ آئیے۔“ اس نے مشکل سے کہا۔

”اکیں اکیں ایک اندر ہوئی کر کے میں لے آیا۔۔۔ ایک الماری  
کا لام۔۔۔ اس میں رکھا ہوا ایک سیٹ ان کی طرف پہنچا دیا۔۔۔  
کھڑکی۔۔۔ آپ بھت اچھے ہیں۔۔۔ اتنے اچھے کہ جب

تک پاندہ نوئے کا یقین نہیں ہو گیا۔ آپ نے ہماری مار کوشش عی نہیں۔ خیری بہت ہے۔ اب آپ ایک بار جائیں۔۔۔ بلکہ ہم آپ کو پاندہ دیتے ہیں۔۔۔ تاک آپ کو اور وہ جلنے کی ضرورت نہ رہے۔۔۔

اور اسے پاندہ دیا گیا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"اگر آپ خود بات کرنا چاہیں تو کیا طریقہ ہے سفری۔"

"میں بات نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ یک طرف ہے۔۔۔ لیکن یہ اسے بات کرتے ہیں۔"

بات کرتے ہیں۔۔۔

"خوب... دیکھتے ہیں۔۔۔ آپ کی بات کس حد تک درست۔"

پروفسر داؤڈ مکرانے اور پھر آٹا لے کر بیٹھ گئے۔۔۔ انہوں نے اس

محاسنہ شروع کیا۔۔۔ اپنے آلات کے ذریعے اس کے ایک ایک

چیک کیا۔۔۔ پھر اپنے آلات کے تار اس کے ساتھ لایا۔۔۔

گوم کی طرف مرے۔

"مشریوفی گوم۔۔۔ اب جب تک جری گوم یا تمدنی بھی اسے

نہیں آ جاتا۔۔۔ اس وقت تک ہمیں اسی طرح بیٹھ رہا ہے۔۔۔

چاہے پیغام آئے میں ایک محنت لگ جائے۔۔۔ ایک بن فری بے

ہفت لگ جائے۔۔۔ یا ایک میدے لگ جائے۔۔۔ اگر آپ میں ان

تک اس حالت میں بیٹھنے رہنے کی ہمت ہے تو تھیک ہے۔۔۔ تو

سیٹ پر ان سے رابطہ کریں۔۔۔ اور ان سے بات کرو۔۔۔ لیکن بات کو

آٹا لے کے جیسے بہال کوئی گزبر نہیں ہے۔۔۔ جیسے تم عام حالات  
کے۔۔۔ اگر دو اچھی تم نے اپنی کوئی اشارہ دیا تو ہم جسمیں تو  
بیکاری کا نہیں ہجھڑیں گے۔۔۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن  
کے۔۔۔ اگر زندہ اپنی بیوی کے۔۔۔ ہاں اگر تم نے کوئی اشارہ نہ دیا تو  
کوئی ادا ہجھڑی کا وعدہ کرتے ہیں۔۔۔

"کام سلیمانی جھوٹ۔۔۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"سفید جھوٹ۔۔۔ کمال ہے سفید جھوٹ؟؟" شوکی نے حیرت زدہ

پرہلائیں طرف دیکھا۔

"لیکن اپنی آنکھوں سے سفید جھوٹ دکھاؤ پھر یہ مانیں گے۔۔۔

کام سلیمانی جھوٹ۔۔۔

ذہن کام ہونے کے بعد بھلا تم زندہ کیوں چھوڑنے لگے۔۔۔

ذہن کام ہونے کے تو کیا میں انہیں صورت حال نہیں بتا دوں

کوچھ لکھ۔ اس بیماری پر تم ہم پر سفید جھوٹ کا اواام لگا رہے

اے اور کیا۔۔۔ تم اس بات کی وضاحت کر سکتے ہو۔۔۔

لیکن لیکن نہیں۔۔۔ ہم مسلمان ہیں۔۔۔ جب کسی سے کوئی وعدہ

تک اسے ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔۔۔ بات ہوتے کے بعد ہم

رتوں نہست ہو جائیں گے۔۔۔ اور اگر تم نے کوئی گزبر نہیں کی تو ہم

تمہیں جان سے ہرگز نہیں ماریں گے۔ لیکن تمہیں یہاں بھوڑا نہیں جائیں گے۔ اس لئے تمہیں ساتھ لے جانا ہو گے۔ ہال میں ہونے پر ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ ہمیں تم سے کوئی اتفاق نہیں ہے۔

"اچھی بات ہے۔ میں رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

"خیال رہے۔ انہیں کوئی اشارہ ہرگز نہیں دیتا۔ اس صورت میں ہم تمہاری زندگی کی محنت نہیں دے سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ٹکرنا کرو۔"

اور پھر اس کے کھنے پر آئے کا سونے بٹن دیلایا گیا۔ اس بلب جلنے بھجنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دوسری طرف سے آئے اشارہ ہو رہا ہے۔ آخر تین منٹ بعد دوسری طرف سے ایک ہلاکتی آواز سنائی دی۔

"جھی گوم بات کر رہا ہوں اپا جی۔ کیا بات ہے۔ خدا ہے۔"

"بُس بیٹھی۔ طبیعت گمراہی تھی۔ ذرا میری گورا سے بات کراؤ۔"

"اوہ اچھا۔ میں اسے سیٹ پر بیٹھتا ہوں۔ اور کلی آزادی نہیں۔"

"نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

انہوں نے عصوس کیا کہ وہ مجھس انہیں دعو کا دینے کی کوشش کیں کر رہا۔ پھر اس کی بیٹھی کی آواز سنائی دیئے گئے۔ دلوں اور ہر اور لامائی کرتے رہے۔ اور آخر انہوں نے بات چیت ختم کر دی۔ اور ایسا پروفیسر داؤڈ کے اشارے پر کیا گیا۔

"دوسری طرف سے سیٹ بند کر دیا گیا۔ اس وقت تک پروفیسر الہ کے گلات اپنا کام کرتے رہے تھے۔ بات چیت بند ہونے پر وہ اپنے گلات پر جھک گئے۔ آخر سیدھے ہوتے ہوئے پولے۔ "آخر کار اللہ کی مہربانی سے میں نے یہ جان لیا ہے کہ ہیڈ کو از کل سست میں ہے۔"



"ہم اس بات پر تین نہیں کر سکتے۔"

"تیر پھر آہ ساتھ لے جائیں۔"

"نہیں۔ اس صورت میں جب آئے پر بیویام وصول ہو گا تو اپ بات کرنے کے لئے ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اس طرح انہیں بیدا ہو گی۔"

"لیکن آخر ہمرا جرم کیا ہے۔ آخر مجھے کس بات کی سزا دی بلکہ کی۔" اس نے چلا کر کہا۔

"مسٹر رونی آواز بلند نہ کر۔ اس طرح بھی تم کوئی فائدہ مل نہیں کر سکو گے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کا آخر کیا جرم تھا۔ انہیں کس جرم کی پاداش میں پھیلوں کی بارش کا نشانہ بنایا گیا۔۔۔ لکھتی میساں بنایا گیا۔ کیا ہم نے کبھی کسی عیسائی کو زیدتی مسلمان کسی کو شش کی ہے۔" انکھڑ جھیڈے سرو آواز میں کہا۔

رونی گوم ساکت رہ گیا۔ ان کے اس سوال کا اس کے پاس انہیں جواب نہیں تھا۔ اور پھر وہ اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔۔۔ یہ یہاں سفر کی تھیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اس گاؤں سے خدا کی جنیں بھی خریدیں۔ کرائے کی ایک گاڑی بھی انہیں مل گئی۔ روانہ ہوئے سے پہلے انہوں نے رونی گوم سے کہا۔

"مسٹر رونی۔ اب تم ہمارے ساتھ سفر کو گے۔ گاؤں کے لئے نہیں ہمارے ساتھ جاتے ہوئے دیکھیں گے۔۔۔ تم انہیں تباہ کے

## حضرت

"بہت خوب پروفیسر صاحب۔ اب آئے گا مرا۔"

"لیکن جمشید۔ ابھی مجھے سو نیصد کامیابی کی امید نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں صرف سوت معلوم کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

"آپ کے پاس سوت تو محفوظ ہو گئی ہے نا۔"

"ہاں! اب ہم اس سوت میں سفر شروع کر سکتے ہیں۔"

"تب ہم یہیں اپنے سفر کی تیاری شروع کریں گے۔ اب ہ وقت اس آئے کے آس پاس رہیں یا اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھ گے۔۔۔ رونی گوم کو فوری طور پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں انہیں کہا چینے وغیرہ کے لئے ضرور کھولا جائے گا۔ البتہ جب ہمارا سفر شروع ہے جائے گا اور ہم دارالحکومت سے لکل جائیں گے، اس وقت ہم انہیں کھول دیں گے اور یہ آزادانہ ہمارے ساتھ سفر کر سکیں گے۔"

"بہتر ہو گا کہ تم مجھے یہیں پہنچوڑ دو۔"

"ہم مجبور ہیں مسٹر رونی گوم۔"

"میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔"

کہ تم ہمارے پرائے دوست ہو اور ہمارے ساتھ بیان کے لیے کوئی کاروائی میں ایک کمزیری میں ہوں۔“  
ربے ہو۔ کیا تم بالکل تباہ ہو۔“  
”ایہ بات جلد بیانیت کا بھانڈا پھونٹے دیکھو گے۔ ان شاء  
”ہاں! میری یہدی فوت ہو چکی ہے۔ اور گوریا کے کام  
کوئی اولاد نہیں ہے۔“  
”گوریا۔ یعنی جسی گوم کی یہدی۔“  
”ہاں! یہ جو تم ان کے راستے کا سراغ لگنے میں کامب  
کئے ہو ٹائے۔ یہ گوریا کی نادانی ہے۔ جسی گوم تو کمی لازم  
چھوڑنے پر چار نہیں تھا۔ انسیں ذر تھا کہ تم لوگ کہیں مل کر  
پہنچ جائے۔ لیکن گوریا نہ مانی۔ اس نے میں کہا کہ آخوند لوگ بر  
بھلا کس طرح آس کو گئے۔ اور جو تو یہ ہے کہ یہ دلائلیت اور  
کو نہیں بتتا چاہا۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ بولے  
”ہاں! ابطال نہیں جانتا کہ یہاں میرے پاس کوئی ایسا گز  
جس پر جسی بمحض سے یا میں اس کی یہدی سے بات کرتا ہوں۔“

”اوہ! اس بات پر ہم بھی جیران تھے کہ ابطال سے ٹھیک اپنا الہام کے تم خود نے دار ہو گے۔“  
”میرج ہو گئی۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے

”ہاں! اس کا افسوس بمحض ساری زندگی رہے گا۔“  
”تملی کیت کا مistrad کیجئے کے لئے بے جھن ہو گیا ہوں۔“

”تو گوریا تم بھی جسی گوم، ابطال اور اشارة کے ان سب  
تائید کرتے ہو۔“

"مجھے واقعی معلوم نہیں۔ اس لے فوراً کلہ۔

"ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ کہ جمیں نہیں معلوم۔"

اب ان کی گاڑی روان ہوئی۔ لوگوں نے گاڑی روک دی۔

روپنی سے پوچھا سے کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اس نے وہی جواب دی۔

اسے بتایا گیا تھا۔ اور پھر وہ گاؤں سے باہر نکل گئے۔ اب

ہٹانے کا کام پروفیسر داؤڈ کا تھا۔ ان کی نظر پر آئے غم۔

جیونی سڑکوں سے ہوتے ہوئے اٹارچہ کے دارا حکومت سے الی ان

کل گھنے۔ راستے میں انہوں نے ایک اچھی گاڑی بھی نہیں لکھی۔

گاؤں والی گاڑی لبے سفر کے قاتل نہیں تھی۔ کافی عذر میں

بھی انہوں نے گاڑی میں رکھ لیا تھا۔

وہ راستے میں آئے والے ہر شہر اور گاؤں سے ڈیکھ رہے۔

ضرورت کی بہت سی جیزس خود کے لئے بھی گاڑی دی

نہیں لے جاتے تھے۔ بلکہ ان میں سے ایک دا "از کسی"

تھے۔ اس قدر احتیاط دیکھ کر روپنی بھی جہان ہو رہا تھا۔

"یار تم لوگوں ہو کیا گیا ہے؟" خان رحمان کی آواز۔ انہیں

چونکا دیا۔

"کیا ہوا انکل؟" آصف بولا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو وہ کیا کیا ہے؟"

"یعنی پات کیا ہے۔ پات بھی تو ہائیں۔" گھوٹے کہا۔

"میں قسمیں کر رہا ہوں کہ بیات کیا ہے؟" وہ سکرائے۔  
آئیں ہمکے۔ آپ کا ارادہ ہمارے کان کاٹنے کا تو نہیں۔"  
خمرکوں کے کان کاٹ کر میں کیا کروں گا۔ ان کا اچار ڈالوں

"کان کا اچار۔ بھی وادی پہاڑ میں کیسا ہوتا ہو گا۔" مکھن  
کان کا اچار۔ بھی وادی پہاڑ میں کیسا ہوتا ہو گا۔

"ہلا۔" پروفیسر داؤڈ بولے۔ اچار ان کی کمزوری تھا۔  
"پروفیسر صاحب۔ کھانے والے اچار کی بات نہیں ہو  
پہنچاں اپنے کامران مرزا مکھرا اٹھے۔

"اں سے کیا قرق پوتا ہے۔ اچار کا نام تو آ کیا۔ واقعی اور تو  
نام طوری جیسیں خرید لی ہیں۔ بس اچار نہیں لیا ہے۔۔۔ اب  
لہلات آتے گا تو اچار بھی لے لیں گے۔"

"کم بھی۔ ایسے الفاظ سے پہنچ کر۔ جو ہمارے سفر کے  
لئے روٹے بن جاتیں۔"

"یعنی اب۔ جلدی کر کے کیا کریں گے ایجاد؟"  
ایک۔ بھی پر تو ایک ایک پل بھاری ہے۔۔۔ زراسوچھ۔۔۔ جو  
اکیں بھوت سوت بیسانی بنے ہیں۔۔۔ وہ پا جماعت نماز پڑھنے کے  
لئے رہے۔ گھوڑوں میں وہ چھپ کر پڑھتے ہیں۔"

"اہا۔ یہ تو ہے۔"

"میں جلد از جلد اس خول کو توڑو چاہتا ہوں۔ جو انہوں کے نام سے اپنے اوپر پڑھایا ہے۔ انہوں نے بندہ ہاتھ آواز کہتے ہیں۔ لگرنے کر دو۔" شوکی بولا۔

"ہو گئے شروع۔ یار غان رحمان۔ تم اپنیں کیا کہ رہے ہیں۔"

"میں کہ رہا تھا۔ ان لوگوں یہ کیا ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنے اذراہیں لیتا ہوں۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"میں کیوں انکل۔ لیکن بھی کیا جلدی پڑ گئی۔ الفاظ و ایسے لئے کی۔ کہہ دری تو ہمارے پاس بھی رہنے دیں۔" فاروق نے گھبرا کر

"اگ۔ کیا چیز۔" پروفیسر داؤن نے حیرت سے کہا۔  
"تھ۔ الفاظ۔" فاروق بولا۔

"دست تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"جب اپنیں کوئی بات نہیں سمجھتی تو۔ یہ دست تیرے کی کہ ایک چالیتے ہیں۔ ہیں بڑے حضرت۔" رفعت نے شوخ آواز میں

"یہ حضرت کی موٹھ کیا ہوتی ہے؟" آصف فوراً بولا۔  
"ہوئی ہو گی حضرت۔" آفتاب بولا۔

"از رحمت تم بھی کم حضرت نہیں ہو۔"

"ہوں۔ ہاتھیک ہے۔ اللہ ہمیں کامیاب کرے۔"

"بھول ہے تھاری۔" روشن نے مت ہایا۔

"اچھا اچھا۔ دیکھا جائے گا۔"

"وہ بات تو روئی گئی۔ جو انکل کہا چاہا رہے تھے۔"

"اوہ ہا۔ پتا نہیں انکل کیا کہ رہے تھے اور کیا کہ بخت۔ انکل ذرا ایک بار پھر دھرا اسیں کے اپنی بات کو۔"

"ایک بار کیا میں تو دھرا دوں گا ہزار بار۔" انہوں نے فوٹ کر کہا۔

"من نہیں۔ نہیں۔ اتنی زیدہ بار دھرانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے کافلوں سے دھنی نہیں ہے کوئی۔" رفعت نے یہ کہا کر کہا۔

"مگر ہے۔ یہ صاحبہ بھی بولیں۔" آفتاب مسکرا یا۔

"تم لوگ کسی کو بولنے کا موقع دو گے تو کوئی بولے گا۔" بات تو تم صاف اچک لے جاتے ہو۔ فرحت نے جعلے کے اڑاں کہا۔

"چلو چیزو۔ کوئی بات نہیں۔ صاف ہی اچک لے جاتے ہیں۔"

"عزت افراطی کا شکریہ۔ رفعت مکرانی۔"

"لو اور سنو۔ یہ ان کی عزت افراطی ہو رہی ہے۔"

"بھی عزت افراطی کا کیا ہے۔ وہ تو کسی صورت میں ہے۔"

"عزت افراطی ہو نصری۔" پروفیسر داؤڈ جلدی بولے

"آپ بھی ہمارے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔"

"خروزے کو دیکھ کر خروزہ رنگ پکڑتا ہے تا۔ یہ کون کی خاص بات نہیں۔" پروفیسر مکرانی۔

"زیستھے انکل۔ آپ ہمیں بے شک خروزہ کر لیں۔ جیسے کو نہیں۔ کم از کم آپ خروزے نہیں ہو سکتے۔"

"یار خان رحمان۔ وہ تماری بات تو رہ ہی گئی۔" اسپکٹر بدھ

"کیا مطلب؟" اسپکٹر کامران حمزہ چوکے

"وہ تو میں کب کی واپس لے چکا۔ کیونکہ اب اس کی مدد

ہی نہیں رہ گئی۔" خان رحمان بولے

"عزم مطلب یہ کہ یہ خاموش خاموش تھے۔ کچھ بول نہیں ات

تھے۔ سفریور ہو چلا تھا۔ اللذا میں نے ان سے کہا کہ آخر نہیں،

کیا گیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ باتیں کیوں نہیں کر رہے۔ لیکن از

بات کی وضاحت سے پہلے یہ شروع ہو گئے۔"

"حد ہو گئی۔ آپ تو ہمیں پھر دے گئے۔" اس نے

"نہ نہیں تو۔ میں نے تو کوئی چکروکر نہیں دیا۔ میں تو  
لیکے ساتھ شروع سے اب تک اس گاڑی میں بیٹا ہوا ہوں۔"

"الیں نے فوراً کہا۔  
الیا آپ گاڑی میں بیٹھے ہیئے کسی کو کوئی چکر نہیں دے

"مہماں پنا نہیں۔ پوچھ کر بتاؤں گا۔" خان رحمان بولے

"اور پوچھیں گے کس سے۔"

"منور علی خان سے۔"

"لگتا کیا۔ یہ کسی نے میرا نام لیا تھا؟" منور علی خان

"پسکھ۔" کسی گمرا سوچ میں گم تھے۔

"آپ کہیں پہنچے ہوئے تھے کیا؟" شوکی بولا۔

"نہ۔ نہیں۔ پنا نہیں۔ میں کہاں تھا۔۔۔ اور کہاں نہیں

لے بات کیا ہو رہی ہے۔"

"انکل خان رحمان آپ کو جائیں گے۔"

"کیوں بھی خان رحمان۔ کیا معاملہ ہے؟"

"اب کیا خاک معاملہ رہ گیا۔۔۔ جب تم سن ہی نہیں رہ

تھے۔"

"ایک بات کی خوشی ہے۔" قرزاںہ بولی۔

”بس ایک بات کی۔ میکن اتنے لیے چوڑے سفر کے بعد  
بہت سی باتوں کی خوشی ہوئی جا بیسے۔۔۔ تب کہیں جا کر کام پڑھا۔۔۔  
ایک بات کی خوشی تو ابھی راستے میں ہی ختم ہو جائے گی۔۔۔ فاروقی براہ  
”بیال کی کھال اتارنا اسے کہتے ہیں۔۔۔ رفتت نے تملا کر کر  
”شکر کو رفتت۔۔۔ ابھی اس نے تمہاری کھال نہیں اتاری۔۔۔  
محدود ہے۔۔۔

”خیز۔۔۔ ان میں یہ بہت نہیں ہے۔۔۔

”کیا کہا۔۔۔ کس بات کی بہت نہیں ہے مجھ میں۔۔۔“ وہ دل سے  
چوک کر کر کہا۔۔۔

”رفعت کی کھال اتارنے کی۔۔۔

”یہ کیا مشکل کام ہے۔۔۔

”ایک منٹ اٹکل۔۔۔ ذرا گاڑی روکیں۔۔۔“ رفتت نے جا کر  
کہا۔۔۔

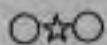
خان رحمان نے گھبرا کر گاڑی روک لی۔

”کیا کرتے ہو۔۔۔ گاڑی کیوں روک لی۔۔۔“ اسپکٹر کامران مرزا سے  
مشہد بنا دیا۔۔۔

”ابھی ابھی رفتت نے ہی تو کہا ہے۔۔۔ گاڑی روکنا اٹکل۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ یہ تو آپس میں جھکڑ رہے ہیں۔۔۔ اب کیا ہم بات بک  
پر گاڑی روکیں گے۔۔۔“

”میکن اٹکل۔۔۔ اب جب کہ گاڑی روک گئی ہے۔۔۔ میں نیچے کو  
لکھاں۔۔۔ آپ ذرا فاروق سے کہیں میری کھال اتار کر دکھائے۔۔۔“  
”جاق۔۔۔ بھائی۔۔۔ اب اتار کر دکھاؤ کھال اس کی۔۔۔“ اسپکٹر جیشید  
نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔۔۔  
اور رفتت کے پیچے ہی فاروق نے بھی چھلا گک لگا دی۔۔۔



"ہمیں ہمیں۔ یہ لڑکی تو کچھ زیادہ ہی بیٹھ چھے کر باقی کر رہی ہے۔ اکل آپ اسے سمجھائیں۔" - آصف بولا۔

"اگلے کون سے اکل سے کہا ہے؟" - پروفیسر واؤ بوکھلا گئے۔

"تی بیس۔ یوں سمجھ لیں۔ سمجھی اعلان سے کہا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہم سب ان دونوں سے کہتے ہیں۔ وہیں اگر ان پر آ جائیں۔ ورنہ ہم مل دیں گے اور تم دونوں کو پیول آنا پڑے گا۔ اسکے کامران مرزا بولے۔

"ار بیپ رے۔" - فاروق گمرا اٹھا۔

"حلہ کرنے سے ذر رہے ہو، اس لئے بھاگ رہے ہو۔" - رفت مکرائی۔

"اگر یہ بات ہے تو اب نہیں جاؤں گا۔ چاہے پیول ہی سفر کرنا پڑے۔"

"اور وہ تمہارے بھائی بھی ڈر کر اوپر ہی رو گئے۔"

"اف۔ اب میں بداشت نہیں کر سکتا۔ میں ایک ہی وار میں سوچنے دکھا دوں گا۔" - محمود نے یہ کہ کر نیچے چھلانگ لگائی۔

"اڑے اڑے۔" - کبی آوازیں ابھریں۔

"خیدار محمود۔ تم لڑائی میں دخل نہیں دے گے۔ ورنہ میں بھی پلان میں کوڈ پڑوں گا۔" - آصف گرجا۔

"تم دیکھے نہیں رہے۔ یہ کیسے دھوئے کر رہی ہے۔"

## لیکن.....

"یہ۔ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اسیں روک دیں رہے۔" - رونی گوم نے مارے جیت کے کہا۔

"انہیں روکنا لوہے کے چنے چباتا ہے۔ اس لئے نہیں بول رہے۔" - محمود نے متھا لیا۔

"لیکن یہ لڑکی اپنے آپ کو رخصی کر لے گی۔" - رونی نے بوکھلا کہا۔

"بس آپ دیکھتے جائیں۔" - آصف مسکرا یا۔

اوھر رفت اور فاروق آئنے سامنے کھڑے تھے۔ اور وہاں سوچ رہے تھے۔ اب کیا کریں۔ فاروق کس رخ سے رفت، رکرے اور رفت کس طرح اس کا وار روکے۔

"اب سوچ کیا رہے ہو۔ وار کیوں نہیں کرتے؟" - محمود نے کر کہا۔

"اگر ایسا ہی حمل کرنے کا شوق ہے محمود بھائی۔ تو آپ جائیں۔" - فاروق نے پھاڑ کھانے والے لبجے میں کہا۔

"تو کرنے دو۔ تمسارا کیا جا رہا ہے۔" آصف بولے۔

"اگر اس نے یہی بھتے تم سے کہے ہوتے پھر دیکھتا۔"

"ہاں ہا! میں یہی بھتے تم سب سے کہتی ہوں۔ تم سب مل کر جاؤ۔ میں تم سب کو بھتی کا ناج خداوں گی۔"

"شش۔ شاید۔ تمسارا دماغ چل گیا ہے۔" فرحت بولے۔

"دشش شاید نہیں۔ یقیناً کہو۔" فرزانہ نے منہ بٹایا۔

"تم دونوں بھی آجائو۔ اور ان کا ساتھ دو۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں۔" فرزانہ جلا کر ہٹوں کی طرف مڑی۔

"نہ صرف دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ سن بھی رہے ہیں۔ کیا تم ہمیں انہا اور بہرہ خیال کرتی ہو؟" اسکلز کامران مرزا نے جلا کر کہا۔

"حد ہو گئی۔ آپ لوگوں میں کہیں ہم لوگوں کی رو جسیں حلول نہیں کر سکیں۔"

"عن نہیں۔ ارسے باپ رے۔" خان رحمان بوکھلا کر بولے

"اب تم کیا کہتے ہو آسف۔ اب تو رفت سب کو بھتی کرتے ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں تمساری طرف سے لڑوں گا۔ ایک آں میں اس کا ساتھ دینے کے لئے اڑا۔ اوپر سے یہ ہم سب لکارائے۔ حد ہو گئی۔"

"ہاں ہو گئی۔ میں بلا وجہ نہیں لکار رہی۔"

"ہاں۔ تو تم لکارنے کی وجہ بھی رکھتی ہو۔"

"ہاں بالکل۔ یہ دیکھو یہ رہی وجہ۔"

ان القلاط کے ساتھ ہی رفتت نے سڑک سے نیچے چھلانگ لگا

لی اور پھر یہ جاوہ جا۔ قاروں اور آصف اس کے پیچے دوڑے۔ بس

ہایا تھا۔ یا تی لوگ گاڑی کو بھول کر اس کے پیچے دوڑ پڑے۔

"یہ لڑکی ضرور پاگل ہو گئی ہے۔" منور علی خان نے بھتا کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" خان رحمان بولے۔

"لور مم۔ میرا بھی۔" پروفیسر داؤڈ بولے۔

پڑ لئے خاموشی رہی۔ بس دوڑتے قدموں کی آواز گوئی

لئے۔

"آپ کچھ نہیں کہیں گے۔" محمود نے حیران ہو کر اپنے والد

اے اسکلز کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

"ہم ایسا نہیں بھتھتے۔" اسکلز کامران مرزا بولے۔

لیکن آپ دونوں کے خیال میں رفتت کا دماغ نہیں چل گیا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔ اس نے یہ سب ضرور کسی وجہ سے کیا

سکے۔ ورنہ وہ جانتی ہے۔ محمود اور قاروں وغیرہ سے جسمانی لڑائی میں

ہنس جیت سکتی۔"

"لیکن۔ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"یہ تو اب اس سے پوچھنے پر معلوم ہو گا۔"

دوڑتے ہوئے وہ دور کل آتے..... اور آخر پھوٹی پارٹی ان تک  
پہنچ گئی..... یہاں سب رفتہ کو گھیرے کھڑے تھے اور وہ ہاتھ بولنے  
کھڑی تھی۔

”یہ کیا..... اتنا دوڑنے کے بعد ہاتھ ہوڑ دیے ہیں۔“

”ہاں! اس لئے کہ میں آپ سب کو گاڑی سے دور لانا چاہتا  
تھی۔“

”لیکن کیوں؟“

”اس لئے کہ اس لئے کر۔“ وہ اگھنے گئی۔

”ہاں ہاں! چار بار اور اس لئے کہ اس لئے کہ کو۔ مگر  
پیٹ بھرے گا تمہارا۔

”میرا خیال ہے..... اس گاڑی کے ذریعے ہماری گھرائی ہو رہی  
ہے۔ اس گاڑی میں کوئی ایسا آکہ لگایا گیا ہے..... جس کے ذریعے“  
لوگ ہم سے بہت دور رہ کر تعاقب کر سکتے ہیں..... یہ بات میں گاڑی  
میں یا آس پاس نہیں کہ سکتی تھی۔ اس لئے آپ لوگوں کو یہاں سے  
آئی..... ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ لوگ۔ یہ تو میری ایک چکلی کی گل  
مار نہیں۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”لگایا کہا۔ ہم تمہاری ایک چکلی کی بھی مار نہیں۔“ احمد۔  
بھٹاکر کہا۔

”اوہ! میں الٹ کر گئی۔ مطلب یہ کہ تم لوگ نہیں۔ اس۔  
یا“ گھوڑہ بڑھ دیا۔

”اوہ۔ تم تم کی سمجھ لو۔“

”اُنمیں۔ ہم کی سمجھ لیں۔ اب تمیں مزا چکھانا ہی پڑے۔

”تمیں بھی۔ میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔ پہلے ہم تعاقب  
کرنے والے سے بھیش کے۔ کیس آگے چل کر وہ ہمارے لئے  
یہاں لامبا صحت نہ بن جائیں۔ لیکن رفتہ تمیں یہ احساس کس  
سماں ہوا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمیں غلط فہمی ہوئی ہو۔“

”ہوں۔ خبیر۔ ابھی چیک کے لیتے ہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ یہ احساس مجھے کیوں نہیں ہوا۔“ فرزانہ نے  
کہا۔

”ہو سکتا ہے۔۔۔ تم کسی دوسرے پسلو پر خیالات میں کم روی  
کہے کوئی لکھا بات نہیں۔“

”تمیں ہم یہ محظوظ کر رہے ہیں رفتہ ہمارے کان کاٹنے کی گل  
گدھ ہے۔“

”توہہ توبہ۔“ رفتہ نے گھبرا کر کہا۔

انہوں نے ایک لب اچھر کاٹا اور سڑک کی طرف بڑھے۔ انہوں  
نے ایک بڑی سفید گاڑی کو سڑک کے کے کنارے کھڑے دیکھا۔

”یہ کیسے معلوم ہو گا کہ یہ لوگ واقعی ہمارا تعاقب کر رہے  
ہیں؟“ گھوڑہ بڑھ دیا۔

بے محل سے نہیں اترتی۔“  
”ان لوگوں کے بارے میں ہم بہت زیادہ نہیں جانتے۔ لیکن  
دو توں ضرور جانتے ہیں۔۔۔ مسٹر رائل سے تو دوچار بار ان کی  
لہب اوپر بھی پہنچی ہے۔“  
”ان بھروسوں کا نتیجہ کیا تھا؟“

”مسٹر رائل کے مقابلے میں بھی لوگ کامیاب رہے ہیں۔“  
”میں تو کہتا ہوں۔۔۔ اگر ہمیں حکم دیا جاتا تو ہم انہیں کب کا فتح  
لپڑھتے ہیں۔“

”یہ اتنا آسان نہیں۔“

”میں اسی وقت نائز پہنچنے کا دھماکا ہوا۔“ دو توں ہری طرح اچھے۔  
”لہو تو پر اخفاکر نیچے اتر آؤ۔۔۔ اب تم اس گاڑی میں تو سفر  
کر سکتے۔“

”اس گاڑی کی گونج نے ان کے ہوش اڑا دیے۔۔۔ وہ گاڑی سے  
چھکتے۔۔۔ اس کا ایک نائز پہنچ گیا تھا۔  
ٹبلائش۔۔۔ درختوں کی طرف آجائے۔ تم ہمارے بارے میں جو  
کہا ہے تھے۔۔۔ ہم اس کے مطابق ہی لکھن گے، گلرنہ کرو۔“  
”ان کے سامنے آ گئے۔۔۔ ان کی ٹلاشی لی گئی۔۔۔ اور جیبوں  
لہلہل اور دوسری جیزوں نکال لی گئیں۔“

”تم ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ لیکن

”اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم میں سے چند یہاں فحیرتے ہیں۔  
باقی لوگ گاڑی پر جائیں اور گاڑی شارت کر لیں۔۔۔ میں اسی وقت آ  
ان لوگوں نے بھی گاڑی شارت کی تو پہاڑ صاف ہو جائے گی۔“  
”لیکن ہمیں کس طرح پہاڑے گا کہ انہوں نے شارت کی کہے  
نہیں۔۔۔ ایکپلہ کامران مرزا بولے۔“

”وقت ملے کر لیتے ہیں۔۔۔ گاڑی شارت کرنے کا۔“

”یہ صحیک رہے گا۔“

اور پھر نصف لوگ گاڑی کی طرف روانہ ہو گئے۔ وقت میں  
پر گاڑی کا انہیں شارت کیا گیا۔۔۔ اور سفید گاڑی کا انہیں شارت  
کیا۔۔۔ لیکن گاڑی آگے نہ پڑھی۔۔۔ صاف ظاہر ہے۔۔۔ اگلی گاڑی  
اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔۔۔ یہ لوگ اگر تعاقب کر رہے تھے تو اسے  
آگے جانے پر ہی روانہ ہو سکتے تھے۔

خوبی دیر بعد گاڑی کی طرف جانے والے بھی اوت آئے۔۔۔  
وہے پاؤں سفید گاڑی سے نزدیک ہوئے لگئے۔۔۔ درختوں کی اونٹتے  
انہوں نے دیکھا۔۔۔ گاڑی پر چار آدمی سوار تھے۔۔۔ اور بے چینی سے  
بارگزی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”یہ لوگ بہت عجیب ہیں۔۔۔ مسٹر رائل اور مسٹر ایکال بنی کی  
وجہ سے تو ان کی طرف سے پریشان نہیں ہیں۔“

”مسٹر رائل اور ایکال کسی سے پریشان ہو جائیں۔۔۔ یہاں

یہ تو تھا۔ کس خوشی میں تعاقب کر رہے تھے۔

تھا۔

وہ ساکت کھڑے رہے۔ شاید ان کے پاس کوئی بواب اس بھی آگ لگا دو۔ اپنکے کامران مرزا نے کہا۔

اس سیٹ کو بھی آگ لگا دی گئی۔ فوراً ہی وہ جل کر راکھ ہو

اپ تمارا کیا کیا جائے؟"

"اہم۔ ہمیں آپ یہیں چھوڑ دیں۔ ہم کسی طرح واپس چلے گئے۔"

"تمارا مقام پاس چھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہم کسی اور طرف تکل جائیں گے۔"

"اُس سے یہ بہتر ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

"تھی۔ یہی آپ کی مرضی۔"

ان کا سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔

"ہاں۔ اس گاؤں کو آگ لگانا یعنی نمیک ہے۔ جلدی کر کر

"اُنکل۔ پھر ہم ان کا کیا کریں گے۔"

"بھی یہ ہمارا سے پیدل جائیں گے۔ یا پھر ہم اسیں گی رہ

لے لیتے ہیں۔"

"چلنے نمیک ہے۔" آصف نے کما اور چلا گیا۔

اب ان کے رنگ زرد پر پچکے تھے۔ آصف جلدی کار کر کا

لگا کر واپس آگیا۔ پھر انہوں نے کار کے دھماکے کی آواز سنی۔

"چھا یہ تارو۔ کس کے حکم پر تعاقب کر رہے تھے۔"

"مقامی پاس کے حکم پر۔"

"وہ کون ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟" اپنکے جشید بولے

"ہم نہیں جانتے۔"

"تعاقب کے بعد تم روپورث کس طرح دیتے۔"

"ایک سیٹ کے ذریعے۔"

"وہ! آصف تم گاؤں میں سے وہ سیٹ نکال لاؤ اور اُن

آگ لگا دو۔"

"تھی۔ کیا فرمایا۔ آگ لگا دوں؟"

"ہاں۔ اس گاؤں کو آگ لگانا یعنی نمیک ہے۔ جلدی کر کر

"اُنکل۔ پھر ہم ان کا کیا کریں گے۔"

"بھی یہ ہمارا سے پیدل جائیں گے۔ یا پھر ہم اسیں گی رہ

لے لیتے ہیں۔"

"بھت ہی تو کوئی نہیں ہو رہی تھی۔ نہ جانے ان باتوں کو کیا ہو

اے کہ ہوتی ہی نہیں۔" فاروق نے منہ بھایا۔

"تمارا تو چل گیا ہے دلاغ۔۔۔ بھلا باتوں کی کیا مجال کہ نہ

لگا کر واپس آگیا۔ پھر انہوں نے کار کے دھماکے کی آواز سنی۔

"لے لیتے ہیں۔"

"آصف نے کما اور چلا گیا۔

اب ان کے رنگ زرد پر پچکے تھے۔ آصف جلدی کار کر کا

لگا کر واپس آگیا۔ پھر انہوں نے کار کے دھماکے کی آواز سنی۔

"جب کوئی بات نہیں سمجھتی تو ہم بالکل اوت پاک مل کر شروع کر دیتے ہیں۔" فرزان نے مت بنایا۔  
 "تو کیا ہوا۔۔۔ اوت پاک باتیں بھی تو باقی ہی ہوتی ہیں۔۔۔ اور اس کی بات درست ثابت ہوئی۔۔۔ ان کا یہ سفر واقعی آسانی اشغال نے جلدی سے کہا۔  
 "تمن میں نہ تجوہ میں۔" آصف بولا۔  
 "یہ۔۔۔ یہ تم نے اشغال کے لئے کہا ہے۔" محمود نے براہ راست کہا۔  
 "میرے آلات نے اس سمت میں اشارہ کیا تھا۔" پروفیسر داؤد کہا۔

"نہیں۔۔۔ ہم سب لوگ اس وقت ایسے ہی ہیں۔۔۔ بے شکن یہاں تک تو ہمیں دشمن کا ہڈی کوارٹر نہیں ملا اور سانتے میں نہ تجوہ میں۔" "مجھے تو آج تک پہا بھی نہیں چلا۔۔۔ اس کا مطلب کیا ہے۔" "مجھے برف کہ نہ جانے یہ کتنے ملیوں تین میں نہ تجوہ میں کا۔" "محالوں کے مطلب۔۔۔ ذرا آسانی سے بھگ جیں گی۔" "اہ! یہ برف کی وادی ہے۔۔۔ یہاں سارا سال برف جی رہتی ہے۔۔۔ برف کبھی نہیں پکھلتی۔۔۔ اس میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔۔۔" "تو ہم محالوں کے پکڑ میں آتے کیوں ہیں۔" "ہم ان کے پکڑے میں نہیں آتے۔۔۔ یہ ہمارے پکڑ میں جاتے ہیں۔۔۔ بے چارے کیسی گے۔" آصف بولا۔  
 "لو! اب محالوں بھی بے چارے ہونے لگا۔۔۔ ہر ان ایسا کون رہ جائے گا جو بے چارہ نہیں ہو گا۔" "مجھی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" اسپر بد

نہیں ہو رہی تھی۔

"اف مالک کیا اس برف کے اندر کیس ہینڈ کوارٹر ہاں  
ہے۔" فرزانہ کی آواز سب کو چوتھا دوا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد حیرت زده رہ گئے

"آپ اپنے آلات کے ذریعے چیک کریں۔ کیس آلات ہل  
میں آگے کی طرف تو اشارہ نہیں کر رہے۔"

"اوہ! ایک مٹ۔" وہ بولے۔ اور پھر اپنے بیگ میں سے  
آلات نکال کر برف پر بیٹھ گئے  
چھ مٹ تک وہ ان کا بغور معانک کرتے رہے۔ پھر کامیں آزاد  
میں بولے۔

"اف مالک۔ اس کا ہینڈ کوارٹر ضرور اس برف میں ہی کیس  
ہے۔"

"مارے گئے پھر تو۔" فاروق بولا۔

"وہ کیسے؟"

"آخر ہم برف میں کیسے سفر کریں گے۔ یہاں تو حد تک  
برف تھی برف ہے۔"

"یہ بھی کوئی بات ہے۔ پسلے ہمیں یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔  
ہینڈ کوارٹر یہاں سے کتنی دور ہے۔" اسکری جشید بولے۔

"کیوں انکل۔ کیا آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں؟"

"مجھے کچھ کام کرنا پڑے گا۔۔۔ پھر اندازہ لگ سکے گا۔۔۔  
تو پھر آپ کام کریں۔۔۔ ہم ذرا دوڑ کا لیں۔" محمود بولا۔  
"دوڑ کا لیں۔۔۔ کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔  
"خون ہختے لگ گیا ہے۔۔۔ بھاگ دوڑ کر اس کو گرم رکھ سکتے  
ہیں۔"

"ہاں تھیک کہا تم نے۔۔۔ ہم سب دوڑ کا لیں کے۔" اسکر  
اڑان مرزا بولے۔  
"لیکن رہو گے تم میرے آس پاس ہی۔" پروفیسر داؤد گمراہ  
ایسے۔

"ہاں! آپ گھردہ کریں۔"

اور پھر وہ بھاگنے دوڑنے لگے۔ پروفیسر داؤد آلات پر جت  
لئے۔ آخر پندرہ مٹ بعد ان کی آواز پر سب ان کے گرد جمع ہو گئے۔  
"ہاں انکل۔۔۔ کیا رہا۔"

"یہ برف یہاں قریباً ایک سو کلو میٹر کے فاصلے تک پھیلی ہوئی  
ہے۔۔۔ ہینڈ کوارٹر کم از کم پچاس کلو میٹر آگے ضرور ہے۔۔۔ فی الحال  
ہبھاگات اس سمت میں اشارہ کر رہے ہیں۔۔۔ لیکن یہ ہاتھ کے  
تل نہیں ہے کہ فاصلہ کتنا ہے۔۔۔ بس میں اندازہ ہی لگا سکتا ہوں۔"  
پچاس کلو میٹر کا فاصلہ برف پر کس طرح ملے کیا جا سکتا ہے  
پروفیسر صاحب۔" خان رحمن نے گمراہ کر کہا۔

”ہاں! نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ ہم جم کر رہے ہیں گے۔۔۔“  
”ایسی لئے انسوں نے یہ جگہ متحب کی ہے۔۔۔“  
”لیکن۔۔۔“

فاروق نے تیز آواز میں کہا۔

○☆○

## نہیں

اس لیکن کے بعد تمصاری زبان میں بھی خون جم گیا کیا؟“ آصف  
لے بھاکر کہا۔

”لیکن ہمارے پاس فرزاد، فرحت اور رفتہ موجود ہیں۔۔۔ یہ  
کہاں ترکیب ہائیں گی۔۔۔“

”ان حالات میں ہم ترکیب کمال سے لا کیں؟“ فرزاد نے مند

”ہاں فرزاد۔۔۔ ترکیب تو نہیں کوئی نہ کوئی اپنے ماغوں سے  
کہاں ہو گی ورنہ۔۔۔ انپکڑ جمیڈ ہو لے۔۔۔“

”ورنہ کیا۔۔۔ کیا آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ دھمکی کا یہاں کیا کام۔۔۔ میں تو خبردار کر رہا ہوں۔۔۔  
لیکن یہیں ترکیب نہ چاہیں تو ہم اس برف پر ہی جانیں دے دیں  
کے۔۔۔“

”کیا مطلب۔۔۔ آپ ہاکی گی صورت میں واپس نہیں جائیں  
کے۔۔۔“

"پھر واپس جا کر ہم کیا کریں گے۔ ان مسلمانوں کے ساتے کسی نظر سبھی اخھا سکھیں گے۔ جنہوں نے بجوری کی مالیت میں سیاستیت قبول کی ہے۔ اور جو اندر سے اب بھی مسلمان ہیں۔ یا اپنے گھر میں پھر کر تمازیں پڑھ رہے ہیں۔"

"باتیں آپ کی بھی تھیک ہیں۔ اچھا ہم اپنے داغوں پر لوار ڈالتی ہیں۔"

"ویکھنا۔ کہیں داغوں پر برف نہ جم جائے۔"

تو یون سر جوڑ کر بیٹھے ٹھیکیں۔ ہاتھ لوگ لگے پھر بھاگ درد کرنے۔ ایسے میں پروفسر داؤڈ نے گمراہی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے باپ ربے۔"

"کیا ہوا انکل۔ بھوک لگ گئی کیا؟" شوکی مکرا یا۔

"نہیں۔ ایک خوفناک خیال آیا ہے۔"

"اور وہ کیا؟" اسکر کامران مرزا جلدی سے بولے  
"اس وقت تو ہم بھاگ دوڑ کر اور اچھل کو کر اپنا ہون گرم کر رہے ہیں۔ رات کو یہ کیسے کر سکیں گے۔"

"اوہ۔ وہ ہنس پڑے۔"

"ہائیں۔ تم لوگ ہنس رہے ہو۔"

"جی ہاں اور کیا کریں۔ ہنسنا ہی پڑتا ہے۔"

"لیکن میں نے تو ایک بہت سمجھدہ بات کی ہے۔"

"جس طرح باری باری جاگ کر اور سو کر وقت گزارا جاتا ہے۔ اب بھی ہم اسی طرح کریں گے۔"

"یعنی پہلے کچھ لوگ جاتے رہیں گے۔ اچھل کو دکھتے رہیں گے۔ ہاتھ سوتے رہیں گے۔"

"ہم اور کیا۔"

"لیکن سونے والے سوتے ہی رہ جائیں گے۔"

"ویکھا جائے گا۔ جب اوکھی میں سر دیا تو موسلوں کا ذر کیا۔"

آخر پہلے۔

"توبہ ہے۔ جسیں ایسے میں بھی محلوں سوجھ رہے ہیں۔"

"اب اپنی تائیں۔ ہم کیا کریں؟"

"کم بختوں نے عجیب جگہ جتی ہے۔"

"لیکن وہ خود کس طرح وہ رہے ہوں گے۔"

"تمہوں نے بیڑ دغیرہ لگا رکھے ہوں گے۔"

"اب کیا کریں۔ سوال تو یہ ہے۔"

"سہرا خیال یہ ہے کہ آج رات یہیں گزاری جائے۔ اس سے ایک یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ہم رات کے وقت زندہ وہ سکھیں گے یا نہیں۔ اندازہ ہونے کے بعد ہم آگے سفر شروع کر سکتے ہیں۔"

"ایک اور آئینڈا دوں آپ کو۔" رفت مکرا یا۔

"مکریہ رفتت۔ ان حالات میں اگر تم کوئی آئینڈا دو گی تو مزا آ

جائے گا۔ غلن رحمان بولے

"پچاس کلو میٹر کا فاصلہ جلد طے ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا۔ بہت جلد طے ہو سکتا ہے۔ شاید تمہارا دامغ میل کیا ہے۔ لیکن اس میں تمہارا بھی کیا قصور برف کے اس جہاں میں دامغ نہیں چلیں گے تو اور کیا چلیں گے۔" منور علی خان بولے

"اوہ پہلے اس غریب کی پات تو سن لو۔" اسپکٹر جشید سکرانے "اچھا۔ کوئی بھی رفت۔"

"ہم سکیٹ کر کے جائیں ہیں۔"

"بہت خوب رفت۔ وہ مارا۔" اسپکٹر کامران مرزا چلا کے اور برف پر بچوں کی طرح اچھنے لگے۔

"آپ تو کچھ زیادہ ہی خوش ہو رہے ہیں۔"

"یہ بات ہی اس قدر نوردار ہے۔" اسپکٹر جشید بولے

"لیکن معاف کیجئے گا۔ ہمارے پاس سکیٹ کا سامان کمال ہے۔ بغیر سامان کے ہم کس طرح سکیٹ کر سکیں گے۔"

"سماں درخت موجود ہیں۔ چھڑیاں ان سے بینائی جاسکیں گے۔ وہ گئے پاؤں میں پسندے والے لوہے کے سکیٹ۔ ان کا مسئلہ انکل منور علی خان حل کریں گے۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ان کے تھیلے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن اس میں لوہے کی اتنی جیزیں نہیں ہیں۔ کہ ہم میں سے ہیس کے ہدوں کے لئے سکیٹ کے جوتے بن سکیں۔" منور علی خان نے ایک سانہ انداز میں کہا۔

"لیکن ہم سب برف پر مل کر کیوں جائیں۔ آپ کم از کم بد آل کے لئے تو سکیٹ کا سامان تیار کر سکتے ہیں ہا۔" فرشت

"ایسا مطلب فرشت۔ کیا یہ ساری ہم ہم میں سے صرف ایک ال برکت ہے۔" اسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

"تھا نہیں۔ ہم سب جائیں گے۔ لیکن سکیٹ ایک آدمی سے کا۔" فرشت بولی۔

"ہم یونک ہے۔ وہ بے چارہ باقی سب کو اپنے اوپر سوار کر سے جائے گا۔" محمود نے جمل بھیں کر کیا۔

"تھی نہیں۔ باقی لوگ اور طرح جائیں گے۔"

"آخر طرح۔"

"ہم نے اُن وی پر ایک قلم دیکھی تھی۔ اس میں دو پہاڑوں کا ایمان ری باندھ کر اس روی کے ذریعے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کو اڑ جاتے ہیں۔ جب کہ دونوں پہاڑوں کا فاصلہ بہت تھا پہاڑوں فٹ کریں کھائی تھی۔"

"بات اب تک پلے نہیں پڑی۔" آصف بروایا۔

"اس نے کہ تمہارا دماغ برف چڑے چلا گیا ہے۔ برف اسی طرح پہاڑ سر کرنے والے اور چڑھتے ہیں۔۔۔ لیکن اس نے کہ گھاس تو ہیں ملے گی نہیں بے چاہے کو۔۔۔ فزانہ ہو۔۔۔" اسی رفتار میں کم ہو گی۔"

"اور تم تو اس طرح کہ رہی ہو۔۔۔ جیسے تم اس کی بہت کوئی صورت میں ہمیں برف پر چلتا ہو گا اور اس طرح ہمیں قوتِ تجدید ہو سکتی ہے، کیونکہ برف میں پاؤں دھنس دھنس ہو۔۔۔"

"ہاں! میں جان گئی ہوں کہ فرحت کیا کہتا چاہے رہی ہے۔۔۔ مجھے سخت ہو سکتی نے بھی دہ قلم دیکھی تھی۔۔۔ انکل منور علی خان کی رہی۔۔۔ ہاتھ کا شکنہ کاش ہمیں معلوم آئے گی۔۔۔"

"اوپر پہاڑ کہاں ہے اٹھا کر لائیں گے ہم۔۔۔ نکھن بولا۔۔۔"

"ہاں پہاڑ تو ہماری عطاوں پر پڑ گئے ہیں۔۔۔ اٹھا کر کیسے اسے کھینچیں گے۔۔۔ اس کقدر کاش نہ ہو سکے۔۔۔ ہم کبرا کھینچیں گے۔۔۔ فرحت نے منہ بھایا۔۔۔"

"بھی فرحت۔۔۔ وضاحت کرو۔۔۔ منور علی خان بولے۔۔۔"

"ایو۔۔۔ بات سمجھیں۔۔۔ ہم دو مخفیوں کثیریاں دو اپنے درشان۔۔۔ علی خان۔۔۔ آپ کے پاس کتنی بھی رہی ہو گی۔۔۔"

کی کاشیں گے۔۔۔ ایک کی لمبائی اپنی ہو گی دوسرے کی کم۔۔۔ اپنی مدد والی لکڑی اس طرف برف میں گاڑ دیں گے اور کم لمبائی والی لکڑی اس کا مطلب یہ ہے۔۔۔ ہم ایک بار لکڑیاں گاڑ کر ایک کلومیٹر جگہ گاڑی جائے گی جہاں تک آپ کی رہی جائے گی۔۔۔ ان لکڑیاں اک بہو سمجھیں گے۔۔۔ اس طرح ہمیں تین لکڑیاں تیار کرنا ہوں گی۔۔۔ سروں پر آپ کی ٹھکاری رہی باندھ گی جائے گی۔۔۔ اور اس طرح ہمیں تین لکڑیاں تیار کر لکڑی بخود دوسری لکڑی تک بچھ جائیں گے۔۔۔ صرف ایک آدمی بکٹ۔۔۔ انہارہے۔۔۔ اس سلسلے میں بھی ہمیں کاری گری و کھانا ہو گی۔۔۔"

کے آگے جاتا رہے گا اور لکڑی آگے جا کر گاڑتا رہے گا۔۔۔ آصف بولا۔۔۔"

"اس میں تک نہیں کہ اس طرح ہم برف پر سڑک بجھے۔۔۔ لکڑیاں تیار کرنے کے سلسلے میں۔۔۔ ان کا چلا سرا ہو برف میں

"کووا تم ایک وقت میں دو کلو میٹر آگے بہھ کتے ہیں۔"  
"ہاں! ان شاء اللہ اب ہم ہینڈ کوارٹر تک بہنچ جائیں گے۔"  
"اور دہاں اپنالا ہو گا۔"

"چلو اس بھانے ہم اپنالا کو دیکھ بھی لیں گے۔ نا ہے۔  
اے آج سب کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن ہینڈ کوارٹر میں موجود لوگ تو  
ہاں سے دیکھ پکھے ہوں گے۔"  
"لکھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ ان کے آگے بھی نہ  
نہ ہے۔"

اب ان کا سفر شروع ہوا۔ یہ تجربہ کافی دلچسپ رہا۔ لوہے کے  
خدا کے ذریعے دو دو کلو میٹر تک ری پر پھسل کر آگے پڑنے لگے۔  
اور اپنالہ کامران مرزا اور انسکر جمیش پاری پاری سکیٹک کر کے  
لگے ہارہے تھے۔ وہ آگے لے جا کر لکڑی گاڑوئیتے۔ اور ری اور  
الٹ سرے میں پھضادی جاتی۔ اس طرح دو دو کلو میٹر اور آگے بھو  
لتے پچھلی لکڑی کو آٹھاؤ کر ری کے ذریعے کیٹ لیا جاتا۔

"اس طرح وہ پیدل چلتے سے بیچ گئے تھے۔ ورنہ پچاس کلو میٹر  
اصل طے کرنا ان کے لئے بہت خوناک مسئلہ ثابت ہوتا۔ اور اسی  
بے اہلal نے شاید اس جگہ کو منتسب کیا تھا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ  
اکی اس کے ہینڈ کوارٹر تک نہیں بہنچ سکے گا۔ لیکن یہ زندہ جاوید  
اکی اس کی سوچ کو غلط قرار دینے پر تھے ہوئے تھے۔ ایسے میں

گاڑنا ہو گا۔ توک دار بھالا جانے گا۔ تاکہ یہ فوج میں آمدیں  
دھنس سکے۔ اور اوپر والے سرے پر ایسا گز حاصل کا ہو گا۔ ان  
میں سے ری فوراً پھنس جائے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے۔ اس پر کام ابھی شروع کر دی۔"  
"میرا خیال ہے۔ ہم کل یہ کام شروع کریں گے۔ آج ادا  
ہم آرام کر لیتے ہیں۔ اپنے اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔ مج سویں ۱۹  
شروع کر دیا جائے گا۔ انسکر کامران مرزا نے کہا۔

اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ اور گاڑی میں آرام کر  
کے لئے آیئی۔ یہ رات انہیں چیز تیسے اس جگہ پر بر کرنا تھی۔  
کھانے پینے کا سماں وہ ساتھ لائے تھے۔ اس کو اب اختیاہ سے غصہ  
کیا جا رہا تھا۔ ان حالات میں مزید خواراک کا انتظام بھی وہ نہیں کر سکے  
تھے۔ یہاں تو کہیں نادیں بھی نہیں تھے۔ جو درخت تھے۔ انہیں  
کوئی پھل بھی نہیں تھا۔

کچھ سوتے رہے۔ پکھو اونچھتے رہے۔ اس طرح رات ام  
گئی۔ دوسری صبح انہوں نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا۔  
پہلے تین کافی سوئی اور لمبی لکڑیاں کافی سکیں۔ ان کے پالے  
مرے توک دار بھالے گئے۔ سکیٹک کے لئے اونے کے لئے جو  
تیار کئے گئے۔ اس کام میں سور علی خان کا فکاری تھیلا بہت بام  
آیا۔ ری کی بھی جب یہاں کی گئی تو وہ دو کلو میٹر کے قریب بن گا۔

لہاں طرح بالکل سیدھے راستے پر یہاں تک آ جائیں گے۔  
”خوبی۔ اب انہیں فوری طور پر موت کے گھنات اتارنا ہو گا۔۔۔  
لیں آ رہا ہوں۔۔۔“

”بھی تو آپ کے لئے ایک خبر اور ہے سب سے مجھے افسوس  
ہے۔۔۔ مارٹی نے کہا۔

”جلدی کو۔۔۔ دوسری طرف سے بھانا کر کیا۔  
”وہ برف پر سفر کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے سفر کرنے کا لوگوں  
لڑکہ نکالا ہے۔۔۔ یہ تو آپ کا خیال ہی تھا کہ وہ برف پر سفر نہیں کر  
سکتے۔۔۔“

”ایا مطلب۔۔۔ انہوں نے کیا طریقہ نکلا ہے؟“  
مارٹی نے جب اسے طریقہ تابا تو ابطال کے منڈ سے بے انتیار  
۔۔۔

”نہیں!!“

○☆○

ان کے اس کام کو دیکھنے والا بھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف پہلے کوئی  
جو انہیں ساتھ لانے پڑے تھے۔۔۔ روشن گوم اور چار آدمی کاں  
والے۔۔۔ اور بس۔۔۔ وہ حیرت سے آنکھیں چھاڑے ان کی ان کوشش  
کو دیکھ رہے تھے۔

انہیں اس بھم میں ساتھ نہیں لیا گیا تھا۔ گاڑی کے پیسے  
چھوڑ دیا گیا تھا۔۔۔ لیکن گاڑی کی چانی اسکے جمیں نے نکالی تھی۔  
درست وہ لوگ گاڑی کو لے کر فرار بھی ہو سکتے تھے۔۔۔ ہاتھ غیر ضروری  
لوگوں کو بھی وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

”جلد ہی سب لوگ ان چاروں کی نظروں سے او جمل ہوئے  
اور ایسے میں ان میں سے ایک نے اپنے جوتے کی ایڑی میں سے ایک  
نخا ساڑا نیسہ نکلا اور اس پر کسی سے سلسلہ قائم کرنے لگا۔۔۔ بلدی  
آواز سنائی دی۔۔۔

”یہلو۔۔۔ ابطال بات کر رہا ہوں۔۔۔“  
”اور میں مارٹی ہوں باس۔۔۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے  
انہیں اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کہ ہمارا آپ سے ہاتھ لٹک دیا  
ہے۔۔۔ ان سے بھی ہماری تلاشی لینے کی چوک ہو گئی۔۔۔ لیکن وہہری  
تک پہنچ پکے ہیں۔۔۔“

”لیا کر رہے ہو۔۔۔ وہ برف تک پہنچ گئے۔۔۔ ابطال دعاوا۔۔۔  
”ہاں بس! میں نہیں جانتا تھا۔۔۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔۔۔

## ایک دھماکا

قیامت ہے کلویز کا فاصلہ ملے کرنے کے بعد ہی ان کے ہاتھ و  
من ہوتے لگتے۔ اس جگہ درجہ حرارت نقطہ انعام سے گرا ہوا تھا۔  
ان حالات میں ان کا خون نہ بنتا اور کیا ہوتا۔

”جیشید! ہم بچاں کلویز کا فاصلہ کس طرح ملے کریں گے۔  
ہماری حالت تو بہت غیر ہونے لگی ہے۔“ پروفیسر داؤڈ گھبرا کر بولے۔  
”ہوں! یہ مسئلہ بھی ہے۔ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔“  
سائنس و انس میں.... یہ آپ تائیں۔“ اسکٹر جیشید ہے چارنگ کے،  
میں بولے۔

”یہ دھوپ بھی تو کوئی حرارت پیدا نہیں کر رہی۔“ گواہیں  
سورج بھی بے بس ہے۔“

”بھی یہ سب اللہ کی قدرت کے ظارے ہیں۔“ اللہ نے یہاں  
یہ ثابت کیا ہے کہ ایک سے بڑھ کر ایک پیدا فرمائے ہیں اس نے  
برف کی اس وادی میں سورج کی نہیں چلتی۔“

”سوال یہ ہے۔ ابھال اور اس کے ساتھی کس طرح یہاں سے

نکاٹ ہوں گے اور پھر انہوں نے تو اس برف میں اپنا ہیڈ کو ارزہ بھی  
لے لی۔ آخر دہ کس طرح کامیاب ہوئے ہوں گے۔“

”اصل مسئلہ ہے ساز و سامان کا۔ وہ لوگ تو اپنے ساز و سامان

بیٹھ آئے ہوں گے۔“

”لیکن اس مسئلے میں اتنی رازدہی سے کام لیا گیا ہے۔ لذا وہ  
اللہ تو یہ تو ساتھ لا نہیں سکتے تھے۔“

”اس کے لئے بھی کوئی ترکیب کر لی گئی ہو گی۔“ ہو سکا ہے۔  
لیکن والد آدمیوں کو ابھال ساتھ لایا ہو۔ ان سب کو کام ختم ہوتے

لے لیا ہو تو موت کے گھاث اتار دیا ہوا ہے۔“

”اوہ!“ ان کے ہاتھ سے ایک ساتھ لٹکا۔

”طلب یہ کہ ہمارے پاس وہ سامان نہیں ہے۔“

”بان جیشید۔ ہمیں واپس جانا ہو گا۔ پھر کسی سامان کے ہم یہ  
کام کلویز ملے نہیں کر سکیں گے۔“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”آپ تو۔ ہماری ہمتیں توڑ رہے ہیں۔“

”اس طرح سفر کرنے میں سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں  
لگتا۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔“ وہ تو آکر رہے گی۔.... لیکن اپنے  
دلی رضا کے لئے کچھ توکر کے جانا چاہیے اس دنیا سے۔“

”آپ تھیک کہتے ہیں۔ میرے ہاتھ پر جواب دے رہے

ہیں۔“ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"اور ہمارے بھی۔ ہم تو یہ جھے کلوئیز کا راستا بھی نہیں  
نظر نہیں آ رہا۔"

"خوبی۔ اس کا حل تو میرے پاس ہے۔ آئیے والیں دوڑا کتے  
ہیں۔ دوڑ کر جانے میں کچھ نہ کچھ خون ضرور گرم ہو گا۔ اور کلوئیز  
کلوئیز تو خیر دوڑی یہیں گے۔ اس طرف تو پھاٹ کلوئیز ہیں۔"

اور انہوں نے والیں دوڑ لگا دی۔ وہ مسلسل دوڑتے رہے  
یہاں تک کہ جب وہ وادی کے کنارے پہنچے۔ ان کے جنم کی "ہے  
تک ضرور گرم ہو گئے تھے۔ انہوں نے فوراً گازی کی طرف رہا  
کیا۔ باقی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ گازی کی  
طرف بیدھنے لگے۔

"حیرت ہے آپ تو بہت جلد واپس آ گے۔" باقی لوگوں سے  
ٹھہر لجھے میں کہا۔

"ہاں! ہم مجبور ہو گئے۔ وہ چاروں کہاں ہیں۔" اسپکٹر کامران  
مرزا نے پوچھ کر کہا۔

"وہ تو آپ لوگوں کے روائے ہوئے کے فوراً بعد ہی گازی میں  
کر دینے گے تھے۔"

"واہ! اچھا۔" تب پھر آپ باہر کیوں رہے۔"  
"بس یو نہیں۔ جب سردوی حد سے بڑھتی تو ہم بھی گازی میں  
چل جاتے۔" روفی نے کہا۔

"گازی میں داخل ہوئے۔ ان چاروں نے اپنی حیرت سے

"کیون۔ دال نہیں گلی شاید۔"

"ہم! خون میتے لگا تو ہمیں والیں آتا چاہا۔ اس برف کی وادی  
میں کوئی خالد بھی کامگیر نہیں ہے۔"

"لیکن تم لوگ فوراً گازی میں آپسے تھے۔ آخر کیوں۔"

"ہمیں باہر نیا وہ سردوی لگ رہی تھی۔ بس یہ سوچ کر اس میں  
لیکھ کر کہیں سردوی سے خضری نہ جائیں۔"

"ہوں۔ چلو خان رحمن۔ بلندی کرو۔"

"لیا مطلب۔ کیا آپ واپس جا رہے ہیں؟" ان میں ایک نے  
پوچھ کر کہا۔

"ہاں! یہاں رہنا تو غلظہ کر مرنے کے برادر ہے۔" اسپکٹر کامران  
ہاتھ اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر نہ جانے کیوں ان کے چہرے پر

ہمیں ظراٹے گے۔ وہ سرسری آواز میں بوٹے

"لیکن خیر تھے۔"

"تھی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارے واپس جانے کی خبر پر تم کچھ کہرا سے کے

"انہیں نہیں۔"

میں لے کر اہے۔ گاڑی سے نیچے اتر جاؤ۔ انسوں نے سرو  
کیلی کلد  
وہ اور ایسے اتر گئے ان کی آواز نے ان کے جسمون پر لرزہ  
لرز کر لیا۔

پتو گان رحمان۔ اب گاڑی اشارت کرو۔ اسپکٹر کامران

ایا مطلب۔ کیا آپ ہمیں بھیں محو کر چلے جائیں گے؟

ہاں تم ذرا یہاں کی آب و ہوا کے مزے پھسو اور اب

زندہ سے اپنے اہل کو روپورٹس دیتے رہو۔ ہمیں کوئی اعتراض

وہ ساکت رہ گئے۔ اور پھر تلاشی لینے پر زالیزہ جب سے

ہاں کی خاتون اپنے اہل سے ملاقات ہو تو اس سے کھانتے پہنچنے کی چیزیں اور

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

ذرا بھی خاتون کا سفر بھی شروع کر سکتے ہو۔ ہمیں اس پر بھی کوئی

کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس کی خاتون کی طرف سے اپنے اہل کے

"ایک منٹ خان رحمان۔" اسپکٹر کامران مردا سانگی  
دیکھ کر رکتے کا اشارہ ڈالے۔ اس نے کہ وہ گاڑی اشارت کرچے  
انسوں نے اٹھنے بند کر دیا۔

"تم لوگ اٹھ کر کھڑھ ہو جاؤ۔"

"اگر... کیوں۔ کیا بات ہے؟" ایک گھبرا کر ہوا۔

"میں خود میں جاتا۔ لیکن اتنا جاتا ہوں کہ کبی بات  
خوب۔ فی الحال تو ہم تم لوگوں کی تلاشی لیں گے۔ اس نے  
جسیں ساتھ لاتے وقت ہم یہ غلطی کرچے ہیں کہ تھاری تلاشی  
لی گئی۔"

وہ ساکت رہ گئے۔ اور پھر تلاشی لینے پر زالیزہ جب سے

"اے! مالک۔ اس کا مطلب ہے۔ تم لوگ اہل کے ہے۔  
اوی ہو۔"

"ہاں! ہیں۔" ایک بولا۔

"اور ہمارے یہاں تک پہنچنے کی اطلاع بھی تم اسے دے دے۔

"ہاں! دے چکے ہیں۔"

"تب تم گاڑی سے نیچے اتر جاؤ۔"

"کیا مطلب؟" وہ چوہنکا۔

رہی.... سب چپ چپ تھے۔ اس خاموشی کو انکار جیسے تھا۔ اس سے انداز میں کہا۔

”مکیا ہو گیا ہے سب کو۔ ساتپ تو نہیں سو گو گیا۔“ ایک طرف تو کہ رہے ہو۔ حد ہو گئی۔ دوسری طرف کہ ”واپس جاتے ہوئے مرا انہیں آ رہا۔“

”یہاں مرنے سے تو بہتر ہے۔“ خان رحمان بولے۔ ”مگر کیا ہے۔ ابھی تو یہ کے گا کہ افسوس ہے۔ یہ ہے، وہ ”مگر یا۔۔۔ ہم اس بھم میں ناکام ہو گئے ہیں۔“ محمود نے کہا۔ ”مگر یہ کہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔“ فاروق نے کہا۔

”انداز میں کہا۔“

”ہاں! اس وقت تک تو یہی کجا جا سکتا ہے۔“ اسکے بعد فاروق نے کہا۔

”اور ابطال کو فتح ہو گئی ہے۔“ شوکی لے دکھ بھر لے کر ”مگر یہ وغیرہ وغیرہ کی بھی ایک ہی کی۔ بھی وغیرہ وغیرہ کی کی تو کہا۔

”ماہو سانہ پاتیں نہ کرد۔ ماہو ہی گناہ ہے۔“ امت تحریکی۔ اب وغیرہ وغیرہ کو لے بیٹھے۔ محمود نے

”لیکن پھر ہم شوخ و چچل پاتیں کس طرح کریں۔“ اس کے بعد فاروق نے کہا۔

”اوہ ماں لے بیٹھے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے۔ اس ابطال کا سوچیں۔“

”بھی جیسی بھی کر سکتے ہو۔۔۔ میں کرو۔“

”افسوس تو یہی ہے۔ آج تو پاتیں ہم سے دلتگی کیا۔“ اس کے بعد فاروق نے کہا۔

”افسوس تو یہی ہے۔ آج تو پاتیں ہم سے دلتگی کیا۔“ اس کے بعد فاروق نے کہا۔ ”ہم کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔ پچاس کلو میٹر کا قابلہ ہم افسوس نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔ آج کیسی چاہیق ہیں ہم سے۔“ اس کے بعد فاروق نے کہا۔ ”ہم ابطال سے جنگ کس طرح کریں کہ رہی ہیں۔ جاؤ ہم نہیں بات کرتے تم سے۔“ فاروق نے کہا۔ ”اہم ہو جو دینہ کوارٹر کو کس طرح تباہ کریں گے۔۔۔ میری تو کچھ کہا۔

”حد ہو گئی۔۔۔ اب پاتیں روٹھنے بھی لگیں۔ ان کے درمیان میں کوئی بھجو گیں نہیں۔“ اس کے بعد فاروق نے کہا۔

”بن گھٹے۔۔۔ اور آنکھیں بھی نکل آئیں۔۔۔ کمال ہے۔“

"اب آرام کرنے میں بھی مشکل نہیں آئی۔"  
"تم مشکل کی حل کیا جاؤ۔" فراز نے منہ بولایا۔  
"اب تم سے کون مفرما رے۔"

"تم لوگ ہی مارو کے اور کون مارے گا۔"  
"فوس! آصف نے سردا آہ بھری۔

"یہ افسوس کہاں سے نکل آیا۔" فراز نہ پڑھ سکی۔  
"میرے منہ سے۔"

"تین اس کی کوئی وجہ بھی تو ہوئی چاہیے۔" فراز نے  
"میوں! کیا ہم بغیر وجہ کے کوئی بات نہیں کر سکتے۔" رفت۔  
کہا۔

"گرنے کو تو ہم کیا نہیں کر سکتے۔" فراز نے فوڑا کیا۔  
"غلط... بالکل غلط۔ ہم برف پر سفر کر کے ابھال تک نہیں  
کے۔"

میں اسی وقت ٹرانسیور پر اشارہ موصول ہوا۔

"غاموش! اب کیا کیا جائے۔" ایک جشید بولے۔

"آپ ان میں سے کسی کی آواز میں بات کریں۔" فراز  
جلدی سے کہا۔

"غدن رحمان گاڑی کا اجھن بند کر دو۔"

انہوں نے گاڑی روکی اور اجھن بند کر دی۔ اب ایک بیٹھا  
لیا۔ اب برف کے بنے ہوئے تو نہیں ہیں۔" ایک جشید

سایہن کا ہم دیکھا۔  
"بلوڈ مارٹن۔"

میں ہاں مارٹن ہات کر رہا ہوں۔" وہ بولے۔  
"اے ایکٹر جشید۔ تو گویا اپ لوگوں نے مارٹن اور اس کے  
دوستے والے میہر جھین لیا ہے۔" ابھال ہسا۔  
پہچانی کی۔ فرمائیے کیا بات ہے۔"  
مگر یہ لکھا تھا۔ مقابلے کے لئے۔ لیکن آپ لوگوں کا تو  
وہ کہاں نظر نہیں آیا۔

میں اس کی کوئی وجہ بھی تو ہوئی چاہیے۔" فراز نے  
"میوں! کیا ہم بغیر وجہ کے کوئی بات نہیں کر سکتے۔" رفت۔  
کہا۔

کہا۔ اب داپس چاہ رہے ہیں۔"  
خواہی رنی کر کے پھر آئیں گے۔"  
لیکن ان شاء اللہ۔"

میں اسی وقت ٹرانسیور پر اشارہ موصول ہوا۔  
غاموش! اب کیا کیا جائے۔" ایک جشید بولے۔

"آپ ان میں سے کسی کی آواز میں بات کریں۔" فراز  
جلدی سے کہا۔

لے جھلا کر کہا۔

”انگارے تو نہ چایا یہ اس سے تو مجھے یہ کہنا پڑتا تھا کہ کہیں آپ آگ کے بننے ہوئے تو نہیں ہیں۔“ اس نے اسی کہا۔  
”چھی بات ہے..... ماں سے جو پوچھتا چاہتے تھے۔“  
پوچھ لیں۔“

”بیس ان سے لی کرنا چاہتا تھا کہ آپ لوگ تو کہیں ہیں۔  
نہیں ۲ رہے۔ جب کہ انہوں نے چلایا تھا کہ آپ لوگ ہر فہرست  
کے آرہے ہیں۔“

”کیسی جگہ چھی ہے؟“  
”مان گئے بھی ہے۔“

”مان تو خر میں بھی آپ لوگوں کو گیا۔ یہاں تک آپنا  
کوئی کم کارنامہ نہیں ہے۔“

”چھا۔ اب ہم چلتے ہیں۔“  
”اور ماں وغیرہ کیا یہاں۔“

”اوہ۔ اچھا کیا۔“

”ایسا مطلب..... کیا آپ انہیں کھانے پینے کو بھی نہیں دیں گے  
تو وارت کا انتظام بھی نہیں کریں گے ان کے لیے۔“

”نہیں..... بے کار لوگوں کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“  
”ووہ..... اوہ۔“ اسکرٹ جمشید بولے۔

”جی..... اوہ..... کس لیے۔“

”کس ایسے ہی۔“

اور انہوں نے سیٹ بند کر دیا۔

”لکھن رحمان گاڑی واپس لے چلو۔ اب انہیں لے گر آتا  
ہے۔“ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ لیکن آگے بڑا  
کہ ورنہ وہ تو واقعی مارے جائیں گے۔“

”لیکن انہیں وہاں چھوڑ کر آنے کی ضرورت کیا تھی؟“ خان  
زادے بخدا کر کہا۔

”بھی۔ میں نے سوچا تھا۔ ابھال کے خاص آدمی ہیں۔“

”مان تو ساتھ رہیں گے تو گزید کریں گے اور ہمیں ان کی گمراہی بھی کرنا  
اپنے لیں۔ لہذا ابھال خود انہیں سنبھال لے گا۔“ لیکن وہ انہیں مرنے  
لے چھوڑ رہا ہے تو ہمیں کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“

”آپ بھی عجیب ہیں۔۔۔ بہت عجیب۔“ روشن گوم بولا۔  
”ان چاروں کو آپ کے لے دادی کے کنارے پر باندھ دیا  
ہیں کیا کروں۔۔۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔“ وہ سکرائے  
ہیں۔“

”اوہ۔ اچھا کیا۔۔۔ وہ تھے بھی اسی قابل۔“

دیکھا کہ یہ گاڑی تو وہی ہے تو وہ حیران بھی ہوئے۔ نزدیک آئیں۔ مارلی نے فوراً کہا۔

”آپ لوگ والپس آگئے۔“

”باں! ابطال نے تم لوگوں کو سارے دینے سے انکار کر دیا ہے۔“ اس ایک کیا۔ اس کا ہر حکم فوراً ماٹا۔ جو اس نے کیا۔۔۔ بس ہماری اس سے ٹرانسیور پر بات ہوتی ہے۔۔۔ اسے تمہارے کولے کیا۔۔۔ ایک عرصے سے اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔۔۔ اور شیئ۔۔۔ لہذا ہمیں تم لوگوں کو لینے کے لئے وہیں آتا چاہا۔“

”کیا۔۔۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔۔۔ ابطال کو ہماری کچھ نہیں۔۔۔“

”ہاں بالکل۔“

”نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔۔۔ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ اور

لہر اتا ہے۔۔۔ کیا تم نے ابطال کو دیکھا ہے۔“

”نہیں۔۔۔ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔“

یہاں بیٹھے ہی اس انتظار میں ہیں کہ جب وہ سیٹ پر رابطہ قائم کریں۔۔۔

”اوہ۔۔۔ کوئی ایک تو ایسا ہو گا۔۔۔ جس نے اسے دیکھا ہو گا۔“

”اس کی ماں نے۔۔۔ اس کے باپ نے۔۔۔ لیکن وہ دونوں اس

لہپٹن میں ہی مر گئے تھے۔۔۔ لہذا اسی کو نہیں معلوم کہ ابطال کون

”اوہ۔۔۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ ابطال ایک نام ہے۔۔۔ صرف نام۔۔۔ وجود

”محبود۔۔۔ گفتگو انسیں ساڑو۔“

”لیکن ہم یہ کس طرح سمجھ لیں۔۔۔ جب کہ ہم اس سے بات

گفتگو سنائی دینے لگی۔۔۔ ساری گفتگو سن کر ان کے چہرے لک گئے۔۔۔ لہر لپکے ہیں۔“

”اُرے ہاں۔۔۔ کیا آپ نے وہ ٹرانسیور پھیک روا۔“

”نہیں۔۔۔ کیوں۔۔۔ اس کو پھیکنے کی کیا ضرورت۔“

محبود نے ٹیپ کا ہٹن دیا دیا۔ ان کے درمیان ہونے والے گفتگو سنائی دینے لگی۔۔۔ ساری گفتگو سن کر ان کے چہرے لک گئے۔۔۔ لہر لپکے ہیں۔۔۔

پھر مارلی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔۔۔ وہ چند باتی تواز میں بولا۔۔۔

”اوہ۔۔۔ آپ اس خیال سے لوٹ آئے کہ ہم یہاں الفر کرم

”وہ جب چاہے... اس کو آگ لگا سکا ہے۔“  
پھٹ سکا ہے“  
”اڑہ۔“

میں اسی لئے ایک دھماکا ہوا۔

○☆○

دھاکے کی آواز کے ساتھ ہی گاڑی الٹ چکی۔ خان رحمان  
لارڈ زارڈ رکھ سکتے۔ برقرار رکھتے بھی کیسے۔ دھاکا سن کر تو  
کوہاں پڑتے تھے۔ اور پھر گاڑی نے آگ پکڑ لی تھی۔ وہ جلدی  
خراپر اکل آئے۔ اور گاڑی سے بھاگنے لگے۔ پھر گاڑی کے  
باکہ بیٹے دھاکے سے اڑ گئے۔

”اب کیا کریں۔۔۔ ہم تو پیدل ہو گئے ہیں۔“  
”ہم والپیں پیدل ہی چال پڑتے ہیں۔۔۔ اللہ نے چاہا تو کوئی گاڑی  
ناہیں گی۔“

اب ان کا پیدل سفر شروع ہوا۔۔۔ اب وہ ساز و سالان سے بھی  
لارڈ کے تھے۔۔۔ ہاں ان کی خفیہ بیویوں میں کچھ نقصی اور چند قیمتی  
بے اب بھی موجود تھے۔

”سفر ماملی تم۔۔۔ ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟“

”لی۔۔۔ کس سلطے میں؟“

”بلال کے ہیئت کو اڑتک جنپے کے سلطے میں۔“

بیوی کیس کے بیڑے بھی موجود تھے۔ ان کی مدد سے دو رفتہ پکھلا کر اُم کا رکن تھے۔

822

"چھا خبیر تھا میں کسی گاؤں یا شریعت میں تو نہ اپنے تھے۔

رواتر اپ انسین معلوم تھا۔ لہذا دوبارہ سفر میں کوئی دشواری

لے لیں اور آخر وہ پھر وادی کے کنارے بیٹھ گئے..... پروفیسر داؤد  
انہی آلات کی مدد سے سفر شروع کیا۔ اب سب کے یہاں میں

بے نہ۔ اور ہاتھوں میں چھڑیاں۔ جسموں پر جدید لباس جو بر قافی  
لباس کے لئے بنائے گئے تھے۔ ان لباسوں کے درمیان گیس بھری

لے گی۔ ہمیزوں کی ہد سے اس گیس کو گرم رکھا جاتا تھا... اس  
نے ان برقانی علاقوں میں بھی گرم رہ سکتا تھا... اس بار انہیں یرف

میں تھے جیسے کہ انہوں نے یہ پچاس کلو میٹر طے کر لیے۔

اس مقام پر ہنچ کر انہوں نے چاروں طرف دیکھا..... ان کے دل  
اگئے ان کے چاروں طرف صرف برق ہی برق تھی۔ صرف

سمان نظر آرہا تھا اور آسمان پر سورج بھی... لیکن یہاں دھوپ  
مکمل گردی نہیں تھی۔

پولیس ماحب بے یہاں تو کہیں ہیڈ کوارٹر تھیں ہے۔ اسکلر

”اُ برف کے نیچے کمیں ہٹایا گیا ہے۔ اب یہاں سے میرا کام  
کیون ہوتا ہے۔“

”ہاں! وہاں آپ جو کمیں مے کرس مے۔“

三

بے خل۔ اور ہاتھوں میں چھڑیاں۔ جسموں پر جدید لباس جو بر قانی ان کے لئے پہنائے گئے تھے۔ ان لباسوں کے درمیان گیس بھری

لے گوئے۔ یہ بڑوں کی ہد سے اس گیس کو گرم رکھا جاتا تھا۔۔۔ اس نے انہاں پر قانونِ علاقے میں بھی گرم رہ سکتا تھا۔۔۔ اس بار انہیں یہ فر

مرکل بازدرا بھی دشوار نہ لگا۔ لیکن پچاس کلو میٹر طے کرنا بھی آسان  
لیکن قل۔ پیسے سے انہوں نے یہ پچاس کلو میٹر طے کر لیے۔

اس مقام پر ہنچ کر انہوں نے چاروں طرف دیکھا..... ان کے دل  
ان کے چاروں طرف صرف برف ہی برف تھی۔ صرف

آسمان نظر آرہا تھا اور آسمان پر سورج بھی.... لیکن یہاں دھوپ  
بلگری نہیں تھی۔

پروفیسر ساحب۔ یہاں تو کمیں ہیڈ کوارٹر تھیں ہے۔" اسکے

"اہر ف کے نجی کیس بنا لایا گیا ہے۔ اب یہاں سے میرا کام  
کی اونٹا ہے۔"

وہ اپنے آلات لے کر کام میں مصروف ہو گئے۔ بالآخر دھڑکتے دلوں کے ساتھ انہیں کام کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ انہی کی چیزیں گزر گئے۔ ان حالات میں... اس قدر سرو مقام پر ان کی ٹھیکانے کی بوندیں دیکھ کر اسکنر جیش حیران رہ گئے۔

"کیا اپ کو کامیابی نہیں ہو رہی ہے؟ فیر صاحب۔"

"نہیں۔ میں میری طرح ناکام ہو گیا ہوں۔ اس نے کلیا طریقہ اختیار کیا ہے کہ کسی ہم کے آلات بھی کوئی اشارہ نہیں۔"

"اف مالک! اس برف کے جہان میں ہم اب کیا کریں گے۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ برف پر تو سراغ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔" آصف بولا۔

"پہلے تو آپ کے آلات اشارہ دے رہے تھے۔"

"ہاں سوت کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ اور یہاں آخران آلات نے گویا اشارہ دیا ہے۔ لفڑا اور آگے جانے کی اب ضرورت نہیں رہی۔ بیڈ کوارٹ اگر ہے تو میں کہیں ہے۔ لیکن گھماں ہے۔ یہاں سے کتنا بیچھے ہے۔ یہ بھیں کچھ معلوم نہیں۔"

"پھر یہ کس طرح معلوم ہو سکے گا؟" فرزان کھونے کی اندازیں بولی۔

میرا خیال ہے۔ ہم سب کو مل کر کوشش کرنی پڑے گا۔ اور یہ ہوا بیچھے چاہی ہو۔ لیکن کوئی کھٹک گھونٹنے کے بعد بھی

ہے یہ۔ ایطال ہم سے ملی اور چھبے والا کھیل کھیل رہا ہے۔ اس  
ٹنڈل کیں کہ ہیڈ کوارٹر اس وادی میں کہیں ہے۔ لیکن ٹنڈلوں  
تلل پر بھی ہوئی اس وادی میں وہ کہاں ہے۔ یہ ہمیں معلوم  
نہیں۔ ہمیں دھوکا دینے کے لئے اس نے کچھ آلات اور اورڈ فن کر  
لیے ہیں۔ تاکہ آلات ہمیں اور اورڈ فن پر مجبور کرتے رہیں۔  
لیکن ہم اصل جگہ تک نہ پہنچ سکیں۔

"اف مالک۔"

"آئیے واپس چلیں۔" اسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تی کیا کہا۔ واپس چلیں۔" محمود بولا۔

"ہاں! ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ گیس ختم ہونے پر تو ہم  
الیں بھی نہیں جائیں گے اور ہمیں غصہ کر ہرجانیں گے۔"

اب ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا۔ وادی کے کنارے پر پہنچ کر  
لندہ گاڑی میں بھی آئی۔ گاڑی کا انجمن اشارت کر دیا گیا۔ تاکہ  
الیکہ چاکے۔

"اب آپ کیا سکتے ہیں پروفیسر صاحب؟"

"مجھے اس کی چال کا جواب دینے کے لئے بہت سے آلات کی  
بہت ہے۔ اور وہ یہاں ہیں نہیں۔"

"وہاں ہمیں شر جانا پڑے گا۔"

"لکھ کسی بیسے شر تک جانا پڑے گا۔ وہاں سے آلات مل

انہیں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ ایک بار پھر انہیں مالوی لے آگئرا۔  
پروفیسر صاحب۔ آپ ایک بار پھر اپنے آلات کے لارے  
کوشش کریں۔ شاید ہم ہیڈ کوارٹر کے آس پاس نہیں ہیں۔ ڈبل  
اسپکٹر کامران مرزا کہتے رکھ گئے۔

"یا پھر کیا؟"

"یا پھر یہ کہ۔ ایطال نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔"

"ایطال نے دھوکا۔ کیا مطلب؟" وہ ایک ساختہ بولے۔

"ہاں ہیڈ کوارٹر یہاں ہے ہی نہیں۔ البتہ اس نے یہاں کوئی  
ایسی چیز چھپائی ہے۔ جس کی طرف پروفیسر صاحب کے آلات انہاں  
دیتے رہے ہیں۔ درجنہ ہیڈ کوارٹر یہاں نہیں کہیں اور ہے۔"

"تن نہیں۔"

"وہ سکتے ہیں آگئے۔ کیونکہ یات آگر ہی تھی تو کوئی کم خلاف  
یات نہیں تھی۔ وہ اس وقت برف کی وادی میں تھے۔ ان کے  
چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ گویا برف کے سندھر میں تھے۔  
تھے۔ اور ان کے پاس جو کچھ بھی سلان تھا۔ وہ آخر کتب تک حالت  
وے سکتا تھا۔ یا اس کب تک انہیں گرم رکھ سکتے تھے۔ گیس کب  
تک چل سکتی تھی۔ گیس کے ختم ہونے پر یا اس سرو ہونے لئے ان  
پر اس وادی میں نہ مرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا۔

"نم۔ میرا خیال ہے جیشید۔ اسپکٹر کامران مرزا نمیں ہے۔"

"تو پھر اس کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔" اپنے جشید

"ہاں! تمیک ہے۔"

اب انہوں نے دوسری سوت میں سفر شروع کیا۔ ایک بار پھر انہیں سیکٹگ کرنا پڑی اور اس دفعہ قریباً 70 کلومیٹر سفر کرنا پڑا۔ سفر ہی وہ گیس کا بھی حساب کتاب رکھ رہے تھے۔ انہیں اس بات کا بہت ذر تھا کہ یہ صم اس قدر طویل نہ ہو جائے کہ ان کا گیس کا بند ختم ہو جائے اور وہ سردی سے غلظت کر ہلاک ہو جائیں۔ اس لئے صم ناتمام رہ جاتی۔

70 کلومیٹر پر بچ کر انہوں کے چاروں طرف دیکھا۔ وہاں بھی کیا ہیڈ کوارٹر کے کوئی آثار نہیں تھے۔

"بس تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"بھی ہم زیادہ سے زیادہ ایک کلومیٹر دور تک صاف دیکھ لئے ہیں۔ اور اگر کوئی چیز ہوگی تو بالکل برف کی رنگت کی تو وہ تو تجھے قاطع سے بھی نظر نہیں آئے گی۔ ہیڈ کوارٹر یہاں آس پاس ہی لکھ ہے۔ اور اب ہمیں ہوا کی آمد و رفت کے لئے جو پاپ یا نیکلیں دیکھو تو کہیں گئی ہیں۔ ان کو ملاش کرنا ہو گا۔ جب تک ہم یہ ملاش نہیں کر لیتے۔ اس وقت تک ہیڈ کوارٹر کا اصل مقام دریافت نہیں ہو گا۔" پروفیسر داؤن نے وضاحت کی۔

لکھن گے۔ پھر میں ان آلات کے ذریعے ایک آہ تیار کروں گا۔ اور وہ آہ ہیڈ کوارٹر کا سراغ لگانے میں ضرور ہماری مدد کرتے گا۔ اور اور ہو یا گئے آلات کو تو وہ نوت نہیں کرے گا۔"

"چلنے پھر اب یہ بھی کر لیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ انہیں اب پھر دوں اور صالح کرنا پڑیں گے۔"

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" انہوں نے کندھے اپھائے۔ وہ دوڑ دوڑ کے ایک شرپنچے۔ اب بھی مارٹی اور اس کے ساتھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ اب تو وہ قریب قریب مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگے تھے۔ اس شر سے سامان فرما گیا۔ پھر وہ ایک مکان میں آگئے اور وہ وہاں پر دیکھ داؤن نے آہ تیار کرنا شروع کیا۔ اس پار انہیں میں دن تک انتظار کرنا پڑا۔ تب کہیں جا کر وہ ایک بار پھر برف کی وادی کی طرف سفر کرنے کے تھل ہوئے۔ وہی سارا سامان مزید خریدا گیا۔ یعنی گیس و فیروز۔

وادی کے کنارے بیٹھ کر پروفیسر داؤن اپنے آلات پر جست گئے اور پھر ان کے مند سے مارے جیت کے لکھا۔

"اٹ ماک۔ ہم تو پسلے بالکل ملا موت میں سفر کرتے رہے ہیں۔ ابطال ہمیں دھوکا دینے میں کامیاب رہا ہے۔"

"تو کیا اب کوئی اور سوت دریافت ہو گئی ہے؟"

"ہاں! اب ہمیں اس طرف جانا ہو گا۔" انہوں نے اشارہ کیا۔

"کیوں انکل۔ کیا آپ کے آلات بالکل درست مختام کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے۔"

"نہیں۔ اس لئے کہ یہاں بھی اس نے چالبازی سے کام لایا ہے۔ آلات علاقہ ستون میں اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی جس طرف سے ہم آئے ہیں۔ اس طرف اشارہ دیتے ہیں جب کہ پسلے اس طرف اشارہ نہیں تھا۔ اگر ملتا تو ہم یہاں تک کیوں آتے، پھر تو یہی ہی رک جاتے۔ مطلب یہ ہوا کہ ابھال یا جیری گوم نے یہاں بھی پورا چلا�ا ہوا ہے۔"

"مطلوب صاف ہے۔ ہم آلات کے ذریعے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اب ہمیں اپنے آنکھوں، ہاتھوں اور ہیروں کی خدمتے ہیڈ کوارٹر کو ملاش کرنے ہو گا۔ اپنکڑ جشید ہو لے۔"

"ہاں جشید۔ یہی بات ہے۔"

"مشکل یہ ہے کہ ہم لیاس میں سے جو حصہ بھی باہر نکالتے ہیں۔ وہ سن ہو جاتا ہے۔ ادھر ہاتھ نکالتے ہیں، ادھر وہ سن ہو جاتا ہے۔ پاؤں نکالتے ہیں، پاؤں سن ہو جاتا ہے۔ مس پر سے لیاس ہٹاتے ہیں، سن ہو جاتا ہے۔ آنکھوں پر اگر ہم نے دھراتے شیئے والے خود نہ لگائے ہوتے تو شاید ہماری آنکھیں جنم کر رہے جائیں۔ ان حالات میں ہم ملاش کریں تو کیسے۔" اپنکڑ کامران مرزا ہو لے۔

"صرف اور صرف آنکھوں سے۔" پروفیسر داؤڈ سکرتے

"بہت بہتر!"

اور وہ ادھر ادھر مجھل کر ہیڈ کوارٹر یا اس کا کوئی نشان ملاش لے گے۔

"شاید یہ ہماری زندگی کی سب سے نیادہ طویل اور مشکل ترین اپنے۔ اپنے میں آصف بولا۔"

"الله ماںک ہے۔ اب یا تو ہم ہیڈ کوارٹر کو ملاش کر لیں گے یا انہیں جائیں دے دیں گے۔ تاکہی کی صورت میں ہم واپس نہیں چل سکتے۔"

"گویا آپ بھی طارق بن زیاد کی طرح اپنی کشتیاں جلا رہے ہیں۔ فزادہ مسکرائی۔"

"لکی سمجھو لو۔" انہوں نے کہا۔

اب ان کا درمیانی فاصلہ پڑھنے لگا۔ وہ ایک دوسرے سے دور لے گے۔

"اگر کسی کو کوئی چیز نظر آجائے تو وہ آکو کی آواز نکالے گا۔"

"ہم سو رہاں تک پہنچ سکھیں۔"

"اس سے پسلے کہ تم لوگ ہیڈ کوارٹر ملاش کریں۔ پسلے مجھ سے اکارٹو۔"

ایسے میں ایک آواز برف کی واوی میں گونج گئی۔ یہ آواز بالآخر الیک تھی۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن ابھال کیس

”اُم یہ خیال کر رہے ہو کہ میں کسی جگہ پہنچا ہوا ہوں۔“

نظر نہ آیا۔

”اور یہ تو مسٹر ایطالی کی آواز ہے۔ مبارک ہو۔“

لہلہ

”چاہو کیا؟“ ان میں سے کوئی بولے۔

”بالکل خلاط خیال ہے۔ میں تم لوگوں کے درمیان موجود چکا۔

”یکین.... یہ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔“ آصف سکریا۔

”اس لئے کہ یہ تو آج تک کسی کو بھی نظر نہیں آئے۔“

”اوہ ماڑا رسید کر رہا ہوں۔ تاکہ تم جان لو۔“ میں عورتوں کی طرح

ہواں میں ہو۔“

”کیا آئیں گے؟“ فاروق نے منہ بنا لایا۔

”بالکل صحیک بات کی۔“ دل خوش کر دیا تم سے۔ تم سے

”ان کے ان لفاظ نے انہیں پریشان کر دیا۔“ وہ سب ایک سلوک کروں گا۔“ ایطالی کی آواز سنائی دی۔

”یکین میں اس حتم کا کوئی اعلان نہیں کر رہا۔“ یہ نوٹ

”اب تھے۔ اس جگہ برف بالکل سخت تھی۔“ برف پر اچھتے کوئے

لیں۔“

”کیا مطلب؟“ ایطالی کے لبجے میں حیرت تھی۔

”دسرے یہ کہ برف پر آگے تو میں ہرگز لحاظ نہیں باپلے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔“

”مطلب یہ کہ اگر آپ میری زوپر آگے تو میں ہرگز لحاظ نہیں باپلے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔“

”اپنکے خان رحمان کی تھوڑی پر بہت زوردار مکالگا۔“ ان کے کروں گا۔“

”یہ تم لوگوں کی زندگی کا انوکھا ترین اور خوتاک ترین معتقد ہے۔ ایک تیرچیج لٹکی اور وہ برف پر لے لیئے نظر آئے۔

”گا۔“ اور آخری بھی۔ میں تمہاری زوپر آگیا تو ہرگز لحاظ نہ کر سکا۔ ”میرا خیال ہے۔“ اب تم لوگوں کو یقین آگیا ہو گا۔ کہ میں

”میں ضرور تم سے نہیں کروں گا۔“

”یکین میں نہیں کروانے کے موڑ میں نہیں ہوں۔“ البتہ میں

”اے برف خان رحمان کی طرف دیکھنے لگے۔“ اسکے بعد جسید نے ان

”ایک درخواست ہے۔“ آپ عورتوں کی طرح چھپ کر ہاتھیں

”اوہ اکار اور کیلے۔ منہ شیرخا ہو گیا تھا۔“

”کریں۔“ سارے آجائیں مردوں کی طرح۔“ فاروق نے منہ بنا لایا۔

”ارے یہ تو مسٹر ایطالی کی آواز ہے۔ مبارک ہو۔“

”یا تو مسٹر ایطالی کی آواز ہے۔“

”یکین.... یہ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔“ آصف سکریا۔

”اس لئے کہ یہ تو آج تک کسی کو بھی نظر نہیں آئے۔“

”اوہ ماڑا رسید کر رہا ہوں۔ تاکہ تم جان لو۔“ میں عورتوں کی طرح

ہواں میں ہو۔“

”کیا آئیں گے؟“ فاروق نے منہ بنا لایا۔

”بالکل صحیک بات کی۔“ دل خوش کر دیا تم سے۔ تم سے

”سلوک کروں گا۔“ ایطالی کی آواز سنائی دی۔

”یکین میں اس حتم کا کوئی اعلان نہیں کر رہا۔“ یہ نوٹ

”اب تھے۔ اس جگہ برف بالکل سخت تھی۔“ برف پر اچھتے کوئے

لیں۔“

”کیا مطلب؟“ ایطالی کے لبجے میں حیرت تھی۔

”دسرے یہ کہ برف پر آگے تو میں ہرگز لحاظ نہیں باپلے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔“

”مطلب یہ کہ اگر آپ میری زوپر آگے تو میں ہرگز لحاظ نہ کر سکا۔“

”اپنکے خان رحمان کی تھوڑی پر بہت زوردار مکالگا۔“ ان کے کروں گا۔“

”یہ تم لوگوں کی زندگی کا انوکھا ترین اور خوتاک ترین معتقد ہے۔ ایک تیرچیج لٹکی اور وہ برف پر لے لیئے نظر آئے۔

”گا۔“ اور آخری بھی۔ میں تمہاری زوپر آگیا تو ہرگز لحاظ نہ کر سکا۔ ”میرا خیال ہے۔“ اب تم لوگوں کو یقین آگیا ہو گا۔ کہ میں

”میں ضرور تم سے نہیں کروں گا۔“

”یکین میں نہیں کروانے کے موڑ میں نہیں ہوں۔“ البتہ میں

”اے برف خان رحمان کی طرف دیکھنے لگے۔“ اسکے بعد جسید نے ان

”ایک درخواست ہے۔“ آپ عورتوں کی طرح چھپ کر ہاتھیں

”اوہ اکار اور کیلے۔ منہ شیرخا ہو گیا تھا۔“

”کریں۔“ سارے آجائیں مردوں کی طرح۔“ فاروق نے منہ بنا لایا۔

"خان رحمان۔ تم ہوش میں تو ہو۔" وہ کھرا گھٹے  
"سم۔ میں۔ ہاں ہوش میں ہوں۔ لیکن بے ہوش۔  
بدترے میرا سر سن ہو گیا ہے۔"  
"گلنہ کمع ابھی نمیک ہو جاؤ گے۔ یہ کہ کر انہوں نے  
کے سر کو خلاف سمت میں ایک جھٹکا دوا۔ اس طرح میرا ہائی ان  
گیا۔ داتتوں سے خون پہ رہا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی رک گیا۔ اور  
قدر سردی میں خون بے چارہ کیا کرتا۔  
"کیا اب پسلے سے بستر ہو؟"

"ہاں! میرا خیال ہے۔۔۔ تصوڑی دری تک میں اور بستر بیال  
گا۔۔۔ لیکن جمیشید یہ کیا۔۔۔ تم میدان جنگ چھوڑ کر میرے گدیا  
گئے۔۔۔ ایسے میں اگر ابطال تم سب پر ٹوٹ پڑے تو کیا سب ہیں ملنا  
گرے نظر نہیں آؤ گے۔۔۔ یہ جنگ کے اصولوں کے خلاف ہے۔۔۔ اگر  
سامنی اگر گرتا ہے تو گرتے۔۔۔ اس کی پرواہ کرو جمیشید یہ کہ  
ہمیں جیتنا ہو گی۔"۔۔۔ خان رحمان نے چند باتی آواز میں کہا۔  
"ہاں! یہ جنگ ہمیں جتنا ہو گی۔۔۔ تم گلنہ کو۔۔۔ اواب ایسے  
سے لیٹ جاؤ۔۔۔ یہ کہ کروہ انھوں کھڑے ہوئے

"یہ تو صرف میری شرافت ہے کہ تم سب اپنے ہی ہیں،۔۔۔ کہ  
نظر آ رہے ہو۔۔۔ ورنہ جب تم سب خان رحمان پر جنگ لے گئے۔۔۔  
اس وقت تم سب کا یہی حال کر سکتا تھا۔۔۔ اور اب میں تمہارے ایسے

لہ میں ساتھی کو نیچے لٹانے لگا ہوں۔۔۔ اسکے جمیشید۔۔۔ اسکے کامران  
لا۔۔۔ تم لوگ اس دنیا کے ذہین ترین لوگ گئے جاتے ہو۔۔۔ اور  
لہے کارنائے اس پات کا ثبوت بھی ہیں۔۔۔ لیکن آج کا دن تمہاری  
خیال کا دن ہے۔۔۔ آج تمہاری عظیں کام کرنا چھوڑ دیں گی۔۔۔ تم کچھ  
کے سر کو خلاف سمت میں ایک جھٹکا دوا۔۔۔ اس طرح میرا ہائی ان  
ان الفاظ کے ساتھ ہی پر فسردا ہو کا جنم پلند ہو گیا۔۔۔

○☆○

"ایک دست ہو گئی۔ میں نظر آتا بند ہو گیا تھا۔ آئن شائن کا ادھر میرے ہاتھ لگ کیا تھا۔ اس فارمولے کی بدولت اب میرے ہم سے کسی کی آنکھیں نہیں بکرا تھیں۔ میں کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ اور ایسا مستقل طور پر ہو گیا ہے۔ اب تو میں خود بھی اگر ہم کر تم لوگوں کو نظر آ جاؤں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے مارے جھٹ کے لگا۔

"میرے مرنے پر بھی میرا جسم نظر نہیں آئے گا۔"

"لیا تم اپنے آپ کو دیکھ کر ہو؟"

"ہاں میرا جسم مجھے نظر آتا ہے۔" اس نے کہا۔

اس کی آواز بھی چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ کی کو یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کس وقت کہاں سے پات کر رہا ہے۔ لیا ایک جگہ غر کے بات کر رہا ہے۔ یا اوہ دوسرے چل پھر کے دھاک دوڑ کر۔۔۔ اپنیں اپنے جسموں میں مشتی کی لہس دوڑتی محسوس کر رہا۔ اس کیفیت سے وہ زندگی میں پہلی بار دوچار ہوئے تھے۔۔۔ اہل نے جرال میں تھرم کا مقابلہ کیا تھا۔۔۔ لی کاف کو ٹکست دی تھی۔۔۔ کل آنکھ کو مارا تھا۔ ان گست پڑے مجرموں کو بھی کا باج چھالا۔۔۔ لیکن آج جیسی صورت حال انہیں بھی پیش نہیں آئی تھی۔۔۔ لیکن اپنی زندگی بھر کی سلیمان گم ہوتی محسوس ہوئیں۔۔۔

"ہمیڈ کو اور ڈکھاں ہے؟"

## میں پھر آ رہا ہوں

جونہی اہلکار نے پروفیسر داؤد کا جسم نیچے پنا۔ اپنے جشید ان کے نئے بچھے گئے۔ اور وہ چوت کھانے سے ہال ہال بچے۔

"مسٹر اہلکار۔ حمیں پہلی ناکامی مبارک ہو۔" فرزان چکل۔

"بہت خوب۔ واقعی یہ جیرت ناک بات ہوئی۔ میری زندگی میں ایسا لمحہ پہلی بار آیا ہے۔۔۔ تم لوگوں کی تعریف کرنے کو تھا۔۔۔ مگر انہوں۔۔۔ اب میں تم لوگوں کو زندہ نہیں پھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ تم ایک مسلسل خطرہ ہو۔۔۔ ایک بار پروفیسر کو پہلا لیا، اپنے جشید۔۔۔ لیکن کب تک پچاؤ گے۔۔۔ اب میں انھا کر نہیں پہلوں گے۔۔۔ دیے ہی ان پر وار کروں گا۔ جس طرح خان رحمان پر وار کیا تھا۔"

"ایک منٹ اہلکار۔۔۔ پہلے ہم چد باتیں کر لیں۔" فرد

چالائی۔

"بہت خوب لیں! تم بہت چالاک ہو۔۔۔ لیکن میں تمہاری ہم چالاکی کا جواب دوں گا۔۔۔ کوئی کیا باتیں کرنا چاہتی ہو۔"

"آخر تم نظر کیوں نہیں آتے۔"

پر خلڑاک ثابت ہو سکتے ہو۔"

"اہا اکر یہ بات ہے تو پھر تو ہم سب پروفیسر صاحب کے ادو ز پا جاتے ہیں۔" اسکلز کامران مرزا نے فوراً کہا۔  
"بلاکل نہیں۔"

اور انہوں نے پروفیسر داؤڈ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ان کے جسم میں نزدیک رہ کر دے بھی اس طرح کہ درمیان میں کوئی خلاشہ ہے۔ ان کے جسم بھی آپس میں ملے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر ابطال اور ائمہ بغیر نہ رہ سکا۔

"اس بات پر کہ تم پروفیسر صاحب کو کوئی تقاضا نہیں ہے؟" سکو کے۔ اس نے کہ اب یہ میری لہن ہیں ہیں۔ میں ان کے جنم پر اسی طرح چھا رہا ہوں کہ تم کسی طرف سے بھی وار کر لے یہ دار میرے جسم پر پڑے گا۔"

"نہیں جھشید۔ خود پر یہ قلم نہ کع۔ تم اس حکم کے اہم ترین افراد میں سے ایک ہو۔ میں تو تم دونوں کے بعد ہو سکتا ہوں۔" بھی سانسی نقطہ نگاہ سے۔ اب میں نے جیسیں یہاں تک پہنچا رہا ہے۔ اب میری زندگی اس قدر یقینی نہیں رہ گئی۔ پلانٹ کو ہاہم لوگ ہی کر سکو گے۔"

"ایسا ہے۔"

"اہم داؤ کیا فائدہ۔" رفتہ نے منہ بٹایا۔

"ایسا مطلب؟" ابطال کے لئے میں حرمت تھی۔

"آس پاس ہی کہیں ہے۔" لیکن تم اس تک نہیں بیٹھ سکے گے۔ اور میں پروفیسر داؤڈ پر بھرپور وار کروں گا۔ اس نے کہ میرے لئے اور میرے اس پلانٹ کے لئے تم سب سے زیادہ خلڑاک ہیں۔"

"لیکن میرے دوست بھے افسوس ہے۔" اسکلز جھشید کی آواز سنائی دی۔

"افسوس! اس بات پر افسوس۔"

"اس بات پر کہ تم پروفیسر صاحب کو کوئی تقاضا نہیں ہے؟" سکو کے۔ اس نے کہ اب یہ میری لہن ہیں ہیں۔ میں ان کے جنم پر اسی طرح چھا رہا ہوں کہ تم کسی طرف سے بھی وار کر لے یہ دار میرے جسم پر پڑے گا۔"

"نہیں جھشید۔ خود پر یہ قلم نہ کع۔ تم اس حکم کے اہم ترین افراد میں سے ایک ہو۔ میں تو تم دونوں کے بعد ہو سکتا ہوں۔" بھی سانسی نقطہ نگاہ سے۔ اب میں نے جیسیں یہاں تک پہنچا رہا ہوں۔ اب میری زندگی اس قدر یقینی نہیں رہ گئی۔ پلانٹ کو ہاہم لوگ ہی کر سکو گے۔"

"یہی تو تمہاری خوش نہیں ہے۔ پروفیسر داؤڈ۔" ابطال بولا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ سب مل کر پلانٹ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔"

"آپ نہیں جانتے... یہ مشکل ترین بھک ہمیں کس طرح جیتنا ہے۔ لہذا آپ ہمیں اپنی مرضی کرنے دیں"۔ اسکرچ جشید اداں انداز

میں سکرائے  
"اچھا چیز ہے تمہاری مرضی۔ لیکن یاہ میں تمہیں پتے ہوئے کس طرح دیکھے سکوں گا۔ میری جان تو ایسے ہی کل جائے گی"۔  
"آپ آنکھیں بند کر لیں"۔

"افروں... میں تمہاری ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا"۔  
"اچھا چیز ہے آپ کی مرضی"۔

"لو ان سکرچ جشید... میں وار کرنے لگا ہوں... اپنے پروفیسر کو بچا کر ہو تو بچا لو"۔

انہوں نے پروفیسر داؤو کو اور بھی ڈھانچہ لیا۔ اچانک اسکرچ جشید کی کمر پر گموں پاڑا گر گیا۔ ان کے منہ سے ایک بھی افجح کل گئی۔ میں اسی لمحے اسکرچ کامران مرزا بھلی کی تجزی سے حرکت میں آئے۔ انہوں نے اسکرچ جشید کے جسم کے آس پاس تجزی سے ہاتھ پالائے۔ لاکر انہال کے جنم کو چھو سکیں۔ لیکن ان کے ہاتھ ہوا میں لرا کر رک گئے۔

"بہت خوب اسکرچ کامران مرزا... میں جانتا تھا۔ تم لگا کر گئے۔ بالق لوگوں کو آس پاس سے ہٹا دینے کا مقصد بھی تھا۔ لیکن میں یہ بھی تو جانتا تھا کہ تم کس رخ پر کھڑے ہو۔ تمہارے علاوہ بھلا بھلا

"مطلوب یہ جب داو دینے والا ہی نظر میں آ رہا تو داؤ کا فلم آئے گی"۔

اہٹھال کی نہیں کی آواز سنائی دینے گی۔ مشکل یہ تھی کہ "اے کی آواز کی سوت کا اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے۔ ورنہ مقابلہ تھا۔ حالات میں بھی کیا جا سکتا تھا۔

"تم سب کو پروفیسر داؤ صاحب سے چٹ جانے سے ہم تھا میں رہیں گے اسکرچ کامران مرزا"۔ ایسے میں اسکرچ جشید بولے۔ "کیا مطلب۔ اودہ میں سمجھ گیا۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ سب لوگ پروفیسر صاحب کے پاس سے ہٹ آئیں"۔

"تھی۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ہٹ آئیں"۔ میو کے یہ میں حیرت تھی۔

"ہاں! اکل تھیک کر رہے ہیں"۔

"جو عکس۔ لیکن یہ حکم سمجھ میں نہیں آیا"۔ فاروق بولا۔ "بیو کہا گیا ہے۔ وہ کو"۔ اسکرچ جشید نے سرو آواز میں کہ "اور وہ سب ان کے جسم کے پاس سے دور ہٹ گئے۔ صرف اسکرچ جشید ان پر چھائے رہ گئے۔ یہ دیکھ کر پروفیسر را بولے۔

"میں تو کہتا ہوں جشید۔ تم بھی ہٹ جاؤ۔ میرے پھرستہ مارنے کھاؤ"۔ پروفیسر بولے۔

پر اور کون حمل کر سکتا ہے۔ لذائیں نے بھی ایسے رخ سے دار کیا  
تم اپنے دار میں بالکل ناکام ہو جاؤ۔  
اس کے الفاظ نے ان کی روی سی ہمیں بھی ختم کر دیا۔  
انہیں اپنے اپنے جو شدید کی طرف دوڑتے۔

”خدا! وہیں تھمود۔ میری پرواہ کرنے ابھال کو پکڑنے کی  
کوشش کرو۔“ اپنے جو شدید نے کمزوری آواز میں غرا کر کر۔  
سب کے سب نمکن گئے۔ اپنے جو شدید بڑی طرح ترپ رہے  
تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی انہوں نے پرد فیض را اور کوچہ روی ملن  
چھپایا ہوا تھا۔

”میرا خیال ہے۔ ایک اور دار کی ضرورت ہے۔“ ابھال بوا  
”عن۔ نہیں۔“ محدود بے قراری سے آگے بڑھا۔  
”تم نے سنائیں۔ وہیں رہو۔“

ان سب پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ برف کی اس والویں  
انہیں پہنچنے آ رہے تھے۔ محاورتاً نہیں۔ حیستاً۔ جسموں میں  
سترنی کی لمبیں پار پار دوڑ رہی تھیں۔ ان کی زندگی میں اس سے نہ  
خوناک مقابلے کا موقع کبھی نہیں آیا تھا۔

”میں پھر دار کر رہا ہوں جسید۔ خود کو بچا سکتے ہو تو بچا لو۔“  
ان الفاظ کے ساتھ ہی اپنے جو شدید کامران مرزا نے چھلانگ لگائی۔  
اور کسی بہت سخت جنم سے نکلا۔ انہیں اپنا پورا جسم سن ہوتا  
تھا۔

”اوی ہو۔“  
”میں۔ میں اس سے ٹکرایا ہوں۔“ وہ سرت سے بھر پر انداز  
انہیں اپنے اپنے جو شدید کی طرف دوڑتے۔

”بہت خوب اپنے کامران مرزا۔ اس پار تھا دیکھ کی وجہ  
میں اپنے جو شدید پر دار میں کر سکتا۔ لیکن۔ تم اس حتم کی  
اٹھ میں دوبارہ کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔“  
”اگر واپس تم بتائے بغیر آؤ گے۔۔۔ ہندی اسی کو کہتے ہیں۔“  
لائب جعلیا۔

”پہنچا ڈھنی تو ازان قائم رکھو۔ غصے کو پاس نہ آتے دے۔ نہ  
اصحاح کا فکار ہونے کی کوشش کرو۔“ اپنے کامران مرزا نے سرد  
لایہ میں کمل۔  
”نہیں میرے نخجے دشمن۔ میں ہتا کر آؤں گا۔“  
”لیکن تم نے اپنے جسم پر کیا لپیٹا ہوا ہے۔“  
”ایک ایسا لپا۔۔۔ جو ایک طرف تو مجھے اس سردی سے بچاتا  
ہے۔۔۔ وسری طرف دشمن کے دار سے۔۔۔ تم سب مل کر اگر مجھ پر کے  
رہا تو مجھی میرے جسم پر چوتھت نہیں گئے گی۔۔۔ لیکن ایسا موقع بھی تم  
اہل کو مشکل سے ملے گا۔۔۔ بلکہ قریب قریب یہ ناممکن ہے۔۔۔ میں  
ایسا دار پر فیض را کوئی دار کرنے جا رہا ہوں۔۔۔ اپنے جو شدید انہیں بجا  
تھا۔۔۔ تو بچا لو۔“

ہے بڑا ہو گیا۔ مارے تکلیف کے ان کی جان پر ہن گئی۔ لیکن  
ہن نے اس کی کلاں نہ چھوڑی۔

ای وقت اسپکٹر کامران مرزا نزدیک آگئے۔ انہوں نے اسپکٹر  
بیوی کے دنوں ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اہل کو کمر سے پکڑ لیا۔  
”میں کا دوسرا ہاتھ قابو میں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ میرا طیہ  
کرنے گا۔“

”دوسرा ہاتھ میں پکڑوں گا۔ کامران مرزا تم کمری پکڑے

جوہی میں آئے کر لو۔ میں تم لوگوں کی گرفت سے اس طرح  
لے کر ہوں جس طرح حکمن میں سے بال۔“

”اب تم جھوٹ بولنے پر اتر آئے ہو۔“ اسپکٹر جیشید بولے  
”وہ کیسے؟“

”پہنچ کلائی مجھ سے چڑا نہیں سکے اور ہم سب کی گرفت  
لے لیں جاؤ گے۔“

”اس کی وجہ ہے۔ سب کی گرفت سے لکھا میرے لے آسان  
کے۔“ اب تم دیکھ لو گے۔“

”تب پھر اپنی کلائی کیوں نہ چڑا سکے۔“

”میں نے کہا تا۔ اس کی وجہ ہے۔“ اس نے فس کر کہا  
”خیبر دیکھا جائے گا۔“

”آؤ۔ اُو بھی۔“ اسپکٹر جیشید مکارے

ای وقت ہی اسپکٹر کامران مرزا نے ایک بار پھر چلا گئے۔  
لیکن ان کی یہ چلا گئے خالی گئی۔ وہ برف پر گئے۔ اور اسکے با  
گھے۔ اس وقت اسپکٹر جیشید نے اپنے سر کی طرف کوئی ولن جملے  
محسوں کی۔ یہ ان کی چھٹی حصتی۔ انہوں نے فوراً دنوں باقی  
اوپر کر دیے۔ اور پھر وہ جان گئے کہ اہل کا ہاتھ ان کے دلوں  
ہاتھوں میں آگیا۔ ساتھ ہی ان کے جسم کو ایک زبردست بندگی  
ان کا جسم کی فٹ اونچا چھلا۔ مگر انہوں نے اہل کے ہاتھ پھر گئی۔  
چھوڑے۔ ساتھ ہی وہ چلا گئے۔

”مسٹر اہل کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اسپکٹر کامران  
جلدی کریں۔“

اور اسپکٹر کامران مرزا انہ کر ان کی طرف دوڑے۔

”میں زیادہ دیر ہوں۔“ اسپکٹر جیشید کے مذہب  
لکھنے والے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ان کے مذہب پر ایک فولادی نا  
لگا۔ لیکن انہوں نے اس کا ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا۔ اس کے وار کوہ  
وسرے ہاتھ سے روک سکتے تھے۔ لیکن وہ صاف محسوس کر رہے  
تھے۔ کہ وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اور اگر وہ اس کی کلائی  
سے ہاتھ ہٹاتے تو کلائی قبضے سے نکل جاتی۔ اس طرح اہل کا ہاتھ آزاد  
ہوتا۔ لیکن وہ کسی قیمت پر بھی اہل کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ان ا

اُس وقت تک منور علی خان بھی نزدیک آچے تھے اور اس کا

دوسرا کھانی کو پکڑا چکے تھے۔  
”میں کا نہیں... میں پتھر کا بنا ہوا ہوں۔ اپ جلدی سے باقی  
وں بھی مجھے پکڑ لیں۔ پھر نہ کہنا۔ ابھال کو چھوٹے کی حست رہ  
لگدی ہے بھی مجھے زندگی میں پہلی بار کسی نے اس طرح قابو کیا  
ہے۔ اس کا لمحہ حدود رہے خونگوار تھا۔“

چھوٹی پامیں اس کی ناگہوں سے پلت گئی۔  
”بیوں... کوئی نہ تو خیس گیا۔“ ابھال بولا۔  
”نہیں۔ سب آگئے ہیں۔“  
”اب بجھ پر وار بھی کر لیں۔“

”نہیں۔ ایمانہ کرنا۔ خود ہمیں چوت لگے گی۔“ خان رحمان  
ہائے

اس وقت تک منور علی خان بھی نزدیک آچے تھے اور اس کا  
دوسری کھانی کو پکڑا چکے تھے۔  
”کہیں تو اب ہم بھی آگے آ کر اس کی ناقیں قابو میں کر  
لیں۔“ محمود نے کہا۔  
”ہاں ٹھیک ہے۔“

”اوہ جیشید۔ مجھے اجازت دو۔ میں اس کے سرپردار کے  
ڈالوں... درتہ مجھے حست رہے گی۔“ خان رحمان کی آواز سنائی دی۔  
وہ بڑی مشکل سے اختنے میں کامیاب ہوئے تھے۔  
”لیکن ایمانہ ہو۔ تمہارا نشانہ چوک جائے۔ ظاہر ہے۔ اس  
کا سرکب نظر آ رہا ہے۔“

”کوئی بات نہیں۔ اندازہ بھی تو کوئی چیز ہے۔“  
”اچھی بات ہے۔ تم اپنی حست پوری کر لو۔“  
خان رحمان آگے آئے اور اپنے دامیں ہاتھ کا مکانہ لے کر  
اس کے سرپردار۔ ان کا یہ مکاپکھ اس حرم کا تھا کہ میدان جگہ میں ہی۔  
کئی دشمنوں کا سر توڑ چکا تھا۔

”لیکن جو نبی مکا لگا۔ ان کے اپنے من سے جیا تکل گئے  
انہیں یوں لگا چیزے انہوں نے پتھر پر مکا دے مارا ہو۔  
”کیوں کیا ہوا؟“ ابھال بہا۔  
”اہوگی۔“ شوکی نے کاٹ کر کہا۔  
”پتا نہیں۔ تم کس مٹی کے بنے ہوئے ہو۔ ہاتھ نوت آئے۔“  
”ایک لفڑاڑہ تم بھی کر دے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی ابھال کا جسم گھونٹنے لگا۔ اس کے ساتھ اگرچہ اتنے آدمی چھٹے ہوئے تھے۔ لیکن۔۔۔ اس کے پاؤں وہ بھروسہ گھوم رہا تھا۔۔۔ جیسے پھوٹے پھوٹے کھلونے اس کے جسم سے پڑے ہوں۔

انہوں نے پورا نور لگایا کہ وہ اپنیں نہ گھما سکتے۔ لیکن « اسے روک نہ سکتے۔ اسکر جشید اور اسکر کامران مرزا بھی نور کا پیشے۔

اور پھر اس کے گھونٹنے میں تیزی آگئی۔ مغبوطی سے پکڑو بھتی اسے۔۔۔ ورنہ دور جا کر گروگے۔۔۔ اسکر کامران چلائے۔

انہوں نے اپنی گرفت اور مشبوط کر لی۔۔۔ لیکن اس کے پہلوں جوں جوں اس کے گھونٹنے میں تیزی آ رہی تھی۔۔۔ اپنیں یہاں گھوٹا ہو رہا تھا جیسے اب ان کے ہاتھ اس کے جسم سے پٹے کر اب ہے۔ اور پھر اخلاق دور جا کر گرا۔۔۔ ساتھ ہی اس کی پنج بھی سال دی۔۔۔ اس کے بعد تو نبر لگ گیا۔۔۔ ایک ایک کر کے وہ دور کرتے ہے۔۔۔ گھٹے۔۔۔ یہاں تک کہ اسکر جشید اور اسکر کامران مرزا بھی چھٹے نہ سکتے۔

وہ چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ ان میں اٹھنے کی امتیز تھی۔۔۔ لیکن سب ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

”اب پوہنچ رہا ڈک کو کون۔۔۔ اورے!!“  
ابھال کے منہ سے حرث زدہ انداز میں لکلا۔  
○☆○

کمال باتکتے ہیں۔ کیس بھی جائیں۔ اور اگر یہاں سے فرار ہونا  
اچے ہیں تو آپ سب کو جانے کی اجازت ہے۔ میں تو تم لوگوں کے  
طلبے پر صرف اس لئے آیا تھا کہ کیس تم ہید کوارٹر کو نہ ٹلاش کر  
لے دوئے تو تم ہمارے لئے زرا بھی خطرے کا سبب نہیں ہو۔ دیکھو تو  
کلم پھر کر ہمارے خلاف ہمارے اس منحوبے کے خلاف کچھ بھی  
نہ ہو۔ ہمیں کوئی پروا نہیں۔ لیکن اس طرف کا رشتہ کرنا۔  
ب کیا خیال ہے۔ واپس جانا ہے یا میں وہ کر مقابلہ کرنا ہے۔ ”  
”لیکن رک کر مقابلہ کریں گے۔“

اپناتو بھر پلے میں پروفسر داؤڈ کو پکڑ لوں۔“  
القلال کی آواز سنائی دو اور بھر گویا وہ وہاں سے دوڑ لگا کہا۔  
ٹلب ہمیں موقع مل گیا ہے۔ ہبھ کوارٹر کو جلاش کرنے کا۔  
بلدی کرے۔ فرزانہ کی عجل مندی سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔“ انکھوں  
امران مرزا نے دلی آواز میں کہا۔

وہ فوراً حرکت میں آگئے۔ اگرچہ جسم چونوں سے چور چور ہو،  
بہت سردی بھی یہاں شدت کی تھی۔ اس کے پاؤں وہ اپنی  
لکٹ میں آتا پڑا۔ وہ جلدی ادھراً دھرا کی آمد و رفت کے  
لئے کوئی چیز تلاش کرنے لگئے۔ ہمہ کوارٹر اگر یہ ف کے اندر کسیں  
افر تھے تو وہا کے لیے ضرور کوئی سوراخ یا پاٹ وغیرہ رکھا گیا ہو گا اور  
ناکی اپنی تلاش تھی۔

انگل والی

پروفیسر داؤد والی سے قاتب تھے۔ خود ان کے اپنے ساتھی  
جیلان نہ گئے کہ پروفیسر داؤد کمال پڑے گئے۔ انہوں نے جلدی ملک  
ایک دوسرے کی طرف ریکھا۔ فرزانہ بھی قاتب تھی۔ کویا جس اور  
وہ سب ایقلال کے جنم سے چمٹ رہے تھے تو فرزانہ اس کام سے  
رہی تھی۔ اور اس نے خود کو پچھے دور لڑکا لیا تھا۔ پھر جب وہ تم  
دھا تھا تو فرزانہ پروفیسر داؤد کو لے کر کہیں دور لڑک کی۔  
”یہ ارسے کس خوشی میں آپ کے منہ سے لکلا مژہ اہل  
فائدہ نے جک کر کہا۔

”اوہ!“ ابھال بولا۔  
”اور اب اس اوہ کی  
”تم لوگوں میں ابھی  
میں جرت تھی۔

”مجی بس.... کیا کریں.... اس سکت سے چچھا خیس پھوٹا۔“  
”روپیسر داؤ و عاٹ ہے، اور ان کے ساتھ فزان بھائی۔“

اپنالہ بیوی کے الفاظ گویا درصیان میں ہی رہ گئے۔ اسی وقت  
لڑکے پاس آ کر گئی۔ اور پھر پوسٹر بھی دم سے گردے  
ہے ابھی زویک ہی تھے کہ پکڑے گئے۔  
مگر فرزانہ تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا۔ خان رحمن  
کیا غاہ بڑا کارنامہ کیا۔ کچھ دور بھی نہیں لے جاسکی  
لیا۔

”جین تھارے اس کارنامے کی وجہ سے ہم پلانٹ ٹلاش کرنے  
کا کامب ہو گئے ہیں۔“  
”ایسا کام“ وہ پڑائی۔  
”یہ دیکھ پاتھپ۔ ہوا کی آدم و رفت کے لئے۔“  
”اں لے دیکھا۔“ جنار نما ایک پاتھپ اور تک پلا کیا تھا۔ یہ  
لہوکے لئے تھا۔ اور اس برف کی پوری دادی میں بس کی ایک  
کاروںی تھی۔  
”اس میں تک نہیں کہ تم لوگ بہت ہی خوب صورتی سے اس  
کا پاتھپ میں کامیاب ہو گئے ہو۔ لیکن۔“  
”لیکن کیا؟“

”لیکن میرے ہوتے ہوئے تم پلانٹ کے اندر نہیں پہنچ سکو۔“

اپنالہ پوسٹر داؤڈ کی ٹلاش میں جا چکا تھا۔ لیکن ان کے اس  
زیادہ وقت نہیں تھا۔ کسی وقت بھی اپنالہ آ سکتا تھا۔ ناگہرے  
فرزانہ پوسٹر داؤڈ کو لے کر زیادہ دودر تو نہیں جا سکی ہو گئی۔ ہاں ابکے  
ہات ضرور تھی۔ اور وہ یہ کہ سختیں چار تھیں۔ اپنالہ کو یہ سلم  
نہیں تھا کہ وہ کس سمت میں گئے ہوں گے؟ لہذا اس طرح اسے مکون  
لگ سکتی تھی۔ بہر حال انہوں نے اس موقعے سے قائمہ الملا خور  
لیا۔

اور پھر رفتہ کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔  
”میں ایک جلال دار پاتھپ دیکھ رہی ہوں۔ اس سے گرم ہا  
خانج ہو رہی ہے۔“  
وہ سب اس طرف دوڑ پڑے۔ پاتھپ کو دیکھتے ہی اپنالہ جید  
بڑے۔  
”بس! میں ہے پلانٹ۔ اب اس میں کوئی بیک نہیں۔“  
”ایک عدد کامیابی مبارک ہو۔“  
”لیکن! ہمارا مسئلہ پوسٹر صاحب کا ہے۔ ان کی مدد کے لیے  
اس پلانٹ کو چاہ نہیں کر سکتیں گے۔“

”ہم الوکی آواز نکال کر انہیں یہاں بلا سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے  
کہ اپنالہ کا کیا کریں۔ جب تک وہ صحیح سلامت ہے۔ ان را نہ  
لکھ کر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ گوا۔“

"ویرا مار کیا؟" آفتاب جوان ہو کر بولا۔

جوان پھل گئی۔ میں کہ رہا تھا۔ اب روکو میراوار۔"

"امت تیرتے کی۔" آفتاب نے بحثا کر کہا۔

"اے خبواں۔ جو میرا سمجھے کلام استعمال کیا۔ وہ بھی فاروق

ناتھ دقت۔ فاروق تم نے اب تک اسے دن میں تارے نہیں

تھے۔ کیا یہ کلام ہے کرنا پڑے گا۔"

"اگر تم نے فاروق کی کوئی مدد کی تو میں آفتاب کی مدد کے لیے

ایکہ جاؤں گا۔ پھر نہ کہا۔" آصف بولا۔

"تساری تو انکی کی تھیں۔" محمود تھلا کر بولا۔

تو آفتاب سنبھلوں میں وار کر رہا ہوں۔" یہ کہ کر فاروق

اپنے طرف جھٹا۔ آفتاب نے اس کی پیٹی میں آنے سے بچتے کی

لیکن کوشش کی، لیکن نفع نہ سکا اور اس کا دھکا لگنے سے چاروں شانے

ڈالے۔ پھر ٹھکٹا ہوا چلا گیا۔

"اب میں تمہیں لڑکاتا ہوں۔" آصف بھنا کر فاروق کی طرف

لیکن منہ کے مل گرا، کیونکہ محمود کی سرکاری نائک چل گئی

کر اے۔ آفتاب ہن۔

"خدا۔ یہ تم لوگ کیا ہڑیوںک مچا رہے ہو۔ ہم اس وقت

اپنے مقابلے پر ہیں۔ یہ مقابلہ پسلے ہی کچھ کم خوفناک نہیں

کہ اور سے تم نے اپنا مقابلہ شروع کر دیا ہے۔" اپکر جشید

"تو پھر آ جاؤ مسٹر اپنال ہو جائیں دو دو ہاتھو۔" محمود۔ بھار کہا۔

"اوہو۔ یہ مدت۔" اپنال حیرت زدہ رہ گیا۔

"کیوں مسٹر اپنال۔ کیا ہوا۔"

"ہوئا کیا تھا۔ میرا خیال تھا۔ اس قدر مار کھانے کے بعد تم

میں اب ٹوٹے بھڑنے کی سکت نہیں رہ گئی ہو گی۔"

"آپ سکت کی بات کو چھوڑیں۔ مدت کی بات کریں۔ اس

مقابلہ کر لیں۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔" آفتاب نے منہ بھلایا۔

"خداوار آفتاب۔ تم ان کی بھلائی کی بات نہیں کر سکتے۔"

فاروق نے چلا کر کہا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئے ہو۔" آفتاب بھی جواب میں چلا یا۔

"تم لوگ مسٹر اپنال کی بھلائی کی بات کرو گے تو میں پاگل ہی ہو

سکتا ہوں۔ اور اب میں تمہیں دن میں تارے دکھاؤں گا۔ تھی تو

ناج نچاؤں گا۔ تو ہو جاؤ تیار۔" یہ کہ کر فاروق اس کی طرف جھٹا۔

آفتاب نے بے تحاشہ اپنی جگہ سے چھلانگ نکلی اور فاروق منہ کے مل

گرا۔ آفتاب ہن۔

"اچھا۔ اب تم بھی رہے ہو۔ اب میں نہیں رکون گا۔"

"تو پسلے کون سا تم رک گئے تھے۔" آفتاب ہن۔

"یہ لوپنچھے روکو ویرا مار۔" فاروق نے بحثا کر کہا۔

دھائے۔

”اوپر سے تو نہیں اپا جان۔ یخے سے ہی شروع کیا ہے۔ ان تو وہ چنار سا ہے۔ ہوا کا چنار۔“ فرزانہ بولی۔ ”بھنوں کی بات کاتی ہو۔ شرم کو فرازنا۔“ فرحت لے بلا کر کہا۔

”کیا! تم نے مجھے بے شرم کیا۔ ابھی مزا پچھاتی ہو۔“

فرزانہ اور فرحت ایک دوسرے کی طرف جو چھٹیں۔ تو میدان میدان جگ کا مختصر پیش کرنے لگا۔

”میں اپنیں الگ کرتا ہوں۔“ یہ کہ کر انپکڑ جسید اندھا وہ اندھا زمین آگے بڑھے۔ لیکن اونہ سے من گرے۔“

”انپکڑ کامران مرزا مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی۔“

”کیا مطلب۔ تو پھر کسی امید تھی۔“

”آپ نے ناگ کیوں اڑا دی۔“

”میں نے۔۔۔ نہیں تو۔“

”اب آپ جھوٹ بھی بولنے لگے۔“

”ہمیں۔ آپ نے مجھے جھوٹا کیا۔ ابھی بتانا ہوں۔“

انپکڑ کامران مرزا انپکڑ جسید پر حملہ آور ہوئے۔ دلوں میں خوفناک جگ ہونے لگی۔

”اے باپ رے۔۔۔ یہ کیا ہونے لگا۔ خان رحمان۔ اے اور بہت دور تک لوٹھتے چلے گئے۔

خود میں غان۔ تم لوگ آگے بیٹھ کر اپنیں روکو۔“ پروفسر داؤڈ گھبرا کر اے۔ ”جی۔ جی۔ ہم روکیں۔ یعنی کہ ہم۔“ خان رحمان نے گمرا رکھا۔ ”تو اور کیا فرشتے اتریں گے روکتے کے لئے۔“

”خوبوار! منور علی خان۔ مگر خلن رحمان آگے بیٹھنے کی کوشش ایں تو اپنیں روک لیتا۔“

”منور علی خان اور مجھے روکیں گے۔“ خان رتمان نہیں۔

”ہمیں تو آپ کے خیال میں آپ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں۔“

”خونج میں رہا ہوں۔ کوئی بھاؤ نہیں جھوٹا۔“

”یہ بات ہے۔ تو پھر اب ذرا میری طاقت دیکھیں۔“

”رسی انکل۔۔۔ رسی۔“ فرزانہ چلائی۔

”انکل رسی۔۔۔ اچھا۔ اب تم میرا مذاق بھی اڑانے لگے۔ تم لے گئے انکل رسی کیا۔۔۔ میں تم سے بھی بیٹ لون گا۔“ منور علی خان لے گلا کر کہا۔

ادھر خان رحمان نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا ہاتھ بہت نوردار تھا۔ پلے ہی پلے میں منور علی خان لے چکتے چلے گئے۔ پھر بخٹھ اور بخٹھا تر اندر اڈا میں خان رحمان پر حملہ آور ہوئے۔ اس پار خان رحمان اے اور بہت دور تک لوٹھتے چلے گئے۔

ادھر اپنے جشید اور اپنے کامران مرزا میں ہولناک بگ ہو  
الا تھی۔ ایسے میں رفت و دوڑتے ہوئے منور علی خان کی طرف  
اپنے۔

”رفعت ابے وقوف نہ ہو۔“ تارے درمیان میں نہ آؤ۔“ خان  
اپنے براۓ۔

رفعت نے فوراً خان رحمان کی طرف دیکھا۔ اور انہیں آنکھ  
سٹھانہ کیا۔

”خان رحمان تھیک کہ رہے ہی رفت۔“ نزدیک نہ آتا۔  
اپنے تماری پٹختی تیار ہو جائے گی۔ اور یہاں کے فرماتے ہے پٹختی  
کی۔ تماذا ہے کار جائے گی۔ تم ہمیں جانتے اس وقت دو  
ہملا کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے۔“

”خیوار منور علی خان۔“ جو بھے ہاتھی کملے ہاتھی ہو گے تم  
کیل میں رہتے رہتے ہاتھی نہیں ہو گے تو کیا انہن ہو گے۔“  
خان رحمان دھاڑتے۔

اسنتے میں رفت منور علی خان کی کر تک پٹختی گئی۔ اور اچھل  
کی گرون سے پٹت گئی۔ انہوں نے جلا کر کملے۔

”اے ارسٹن۔ یہ کیا۔“ دماغ تو نہیں پہل گیا۔ اترو۔ کیا  
لائی طرح چٹت گئی ہو۔ شیر کی طرح چیڑھاڑ کر رکھ دوں گا۔“  
”اکل۔“ فرزانہ کی بات پر توجہ دیں۔ رہی تکال کر چاروں

”میں آ رہا ہوں۔ اٹھنے کی صلت نہیں دوں گا۔“  
”اکل رہی۔“ فرزانہ نے چلا کر کملے۔

”خیوار۔“ یہ وقوف لڑکی۔ جو بھے اکل رہی کملے زمان  
گدی سے سمجھنے لوں گا اور پھر واپس نہیں دوں گا۔“  
”کیوں۔“ کیا اپنے منہ میں فٹ کر لیں گے۔“ رفت کے لیے  
میں حرمت تھی۔

ایسے میں رفت نور سے چھ گی۔ اس کے دماغ میں بھی فرزانہ  
کے الفاظ گوئیتے گئے۔ اکل رہی۔ وہ منور علی خان کی طرف دواڑ  
پڑی۔

”خیوار۔“ تم تارے درمیان میں نہ آتا۔ ورنہ ہمیں جاؤ گی۔“  
”کیوں آنتاب۔“ دانتوں پیسے آ رہے ہیں تا بھوک سے مقابلہ  
کرنے میں۔“

”میں بھی حسین ہاکوں پتے چبوارہا ہوں۔“  
”بھائی تھوڑے سے پتے ادھر بھی دے دو۔“ بھوک ھوسیں  
ہونے لگی ہے۔ پروفسر داؤ خوش ہو گئے۔  
”چلو جاؤ۔“ پسلے اکل کو پتے دے کر آؤ بھڑکوئیجے کیس کے۔“  
قاروں پسنا۔

ساتھ ہی اس کی تھوڑی پتے آنتاب کا مکا لگا۔ جواب میں اس  
لائی طرح چٹت گئی ہو۔ شیر کی طرح چیڑھاڑ کر رکھ دوں گا۔“  
نے اس کے سر پر ایک ہاتھ جڑ دیا۔

طرف سہمائیں۔ ابھال اس کی پیٹ میں آکتا ہے۔“  
”اوہ!!“ وہ دھک سے رہ گئے

”میں انکل خان رحمان کے کان میں بھی لی کنے جا رہی ہوں۔ آپ مجھے جھٹکا مار کر گردیں۔ پھر آپ دونوں گتھم گتھا جائیے گا۔ ابھال کبھی کسی کی طرف دیکھ رہا ہو گا۔ تو کبھی کسی کی طرف۔ آپ کو تھیلے سے ری ٹکانے کا موقع مل جائے گا۔“  
”اوہ اچھا۔“ انسوں نے بیل آواز میں کما اور پھر بلند آواز میں پولے۔

”میری گردن چھوڑتی ہو یا مزا چکھاؤں۔“

”خیں چھوڑوں گی۔ آپ انکل خان رحمان سے نہ اڑیں۔“  
”اور میں تمہارا انکل نہیں۔۔۔ بڑی آئیں انکل والی۔ یہ لو۔“  
یہ کہ کر انسوں نے زور سے جھٹکا دیا۔ رخت اچھل کر گری اور خان رحمان کی طرف لڑکتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے ان ایک بیڑ کڈلیا۔

”ہی کرتی ہو بے دقوف لڑکی۔۔۔ میرا بھر چھوڑ فی۔۔۔ یہ کسی چڑکا و میں ہے۔۔۔ ویسے بھی ہم ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو یہ کے چڑکے سے چھٹے رہنا پسند کرتے ہیں۔“  
”انکل۔۔۔ منور علی خان کو اپنے تھیلے میں سے ری ٹکانا ہے۔۔۔ لہجہ جشید اور اسپکٹر کامران مرزا کے درمیان ہو رہی ہے۔ ان کا آپ ان سے گتھم گتھا ہو جائیں۔“ اس نے سرگوشی میں کما۔

”اوہ اچھا۔“ انسوں نے بیل آواز میں کما۔ پھر سخت لیچے میں

۔۔۔

”تم یوں باز نہیں آؤ گی۔“

”یہ کہ کر بھر کو ایک جھٹکا دیا۔۔۔ اور رفتہ دور جا گری۔۔۔ میں کھول کر دیکھا تو شوکی اس پر جھٹا ہوا تھا۔

”تمہارا ان لوگوں نے یہ حال کر دیا۔۔۔ اور ہم انکل کہتے نہیں تھے۔۔۔ میں اب ان سے بیٹھ لوں گا۔“

”ان سب سے۔۔۔ کن سب سے۔۔۔“ کھن نے جیران ہو کر کہا۔

”یہ جو لڑ رہے ہیں۔۔۔ پسلے تو میں مزا چکاؤں گا۔۔۔ انکل خان انکل کو اور انکل منور علی خان کو۔۔۔ اس نے جمل کر کہا۔

”ہمیں۔۔۔ تم اپنے انکل سے لڑ کے۔“

”تو کبھی نہیں رہے۔۔۔ انسوں نے رفتہ کو کس بری طرح جھٹکا دیا۔۔۔“

”ہاں! دیکھ رہے ہیں۔۔۔ چلو میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔“

”پھر ہم بھی کیا کریں گے۔۔۔ رک کر۔“ اشغال نے فوراً جواب دیا۔۔۔

اب وہ چاروں بھی ان کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ اوہ رہ گتھم گتھا

۔۔۔ تھے۔۔۔ لیکن اس وقت میدان میں سب سے زیادہ ہوناک جنگ

آپ ان سے گتھم گتھا ہو جائیں۔“ اس نے سرگوشی میں کما۔

کہتے تھے کہ ان کے ساتھی بھی میدان میں تھے۔ یہ حلاط دکھ کر اسکر جشید بلند آواز میں بولے۔  
”میں اپنے ساتھیوں کو حکم دتا ہوں کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور آواز میں پر لیٹ جائیں۔“  
”لیکن اب ابجان۔ اس طرح تو دوسرا فرقہ ہم پر تابد توڑوار کر لے گا۔“ قارون قے بھنا کر کہا۔  
”نہیں کرے گے۔ میں بھی اپنے گروپ کو ہتھیار ڈالنے کے حکم نہ ہوں۔ سب کے سب لیٹ جائیں۔“ اسکر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

ان کی سو آواز میں نہ جانے کیا تھا۔ سب لوگ بے لیٹ گئے۔ بس ایک متود علی خان کھڑے رہ گئے۔ اب وہ ری کو بچے گھلاتے گئے۔ اور ری کی سہلی اور جیزی سے بچنے لگی۔  
”تم لوگ مجھ سے کیا لو گے۔ آہن میں ٹوکری ٹھک پچے“

”دیکھ لیں گے آپ کو بھی۔“ اسکر جشید بولے۔  
”اسکر کامران مرزا۔“ تمہارے ایک ساتھی نے اب تک تمہارا ساتھ ساتھ ری بڑی ہو ری تھی۔ مہروہ اور بلند ہو گئی۔ اور اس نہیں مانا۔“  
”ایسا مطلب مسٹر ایطال۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟“  
”منور علی خان کی طرف۔“

نہادت پر احوال تھا۔ ایک دوسرے پر تابد توڑھتے کر رہے تھے۔ جب سے لڑائی شروع ہوئی تھی۔ اس وقت سے ایطال کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اب پہلی بار اس کی آواز سنائی دی۔

”سمرا خیال تھا کہ تم سب مل کر ڈر لما کر رہے ہو۔ اور کل چال چلتا چاہتے ہو۔“ لیکن اب میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ تم لوگ تو بچ چکے رہے ہو۔ تھے یہ بھی اچھا۔ مجھے کچھ کہنا نہیں پڑے گے۔ تم آپس میں ہی لوگ مر جاؤ گے۔ اور ان شارجہ کی تباہی یہ یہ ہے۔ کہ مسلمان ٹک ہند بھلی اور بھوتی طور پر آہن میں ٹھہر لیتے رہیں۔“

”من رہے ہیں آپ۔“ اسکر جشید نے بھنا کر اسکر کامران مرزا سے کہا۔

”تو کیا آپ بہرے ہیں۔ آپ بھی تو من رہے ہیں۔“  
”میں تو اسی وقت یہ لڑائی پڑ کرے کے لئے تیار ہوں۔“

”اور میں بھی۔“

دو توں نے منور علی خان کی طرف دیکھا۔ وہ ری کیاں پکنے اور اب ری بلند ہو ری تھی۔ ان کے سر کے اوپر گھوم ری تھی۔ قدر تیزی سے گھونٹنے لگی کہ نظر آنا پڑ ہو گئی۔ اب صرف خود علی خان کا ہاتھ مل رہا تھا۔ اس کا رخ یچھے کی طرف وہ اس لئے نہیں آتی۔

"اوہ!" یہ کہ کر وہ ان کی طرف مڑے اور پھر اپناں رتی کا  
ایک جھکٹا نگاہ اور کسی چیز کے گرد لپٹنے لگی۔

"وہ مارا۔۔۔ ری ابھال کے گرد لپٹنے لگی ہے۔۔۔ منور علی خان

چلا گئے

ری بھل کی تیزی سے پٹ پڑی تھی۔۔۔ وہ سب اس طرف  
دوڑے۔۔۔ ری واقعی ابھال کے گرد پٹ پڑی تھی۔۔۔ کیونکہ اگر وہ کسی  
اور چیز کے گرد لپٹتی تو وہ نظر آتی۔۔۔

ان سب نے ری کے آخری مل کے لپٹنے سے اسے چاہا  
طرف سے کپڑا لیا۔

"کیوں مسٹر ابھال کیسی ری؟" خان رحمان نے

"محیرت اگھنیز... تو یہ لواٹی ایک دکھلوٹی۔۔۔"

"تو اور کیا۔۔۔ ہم حق بھی لا رہے تھے۔۔۔ ہم حق بھی بھی تھے۔۔۔

ٹھرتے۔۔۔ اور دشمن کے مقابلے میں تو سیسہ پانچی دیوار بن جاتے ہیں۔۔۔"

"بہت خوب! مرا آگیا۔۔۔ تم لوگوں کے بارے میں جیسا تھا۔۔۔

تم اس سے بھی بڑھ کر لٹکے۔۔۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام اب منور علی خان تائیں گے۔۔۔ منور علی خان۔۔۔

کہاں ہیں؟"

"میں یہ رہا۔۔۔"

۔۔۔ "یہ ری کیسی مسٹر ابھال روانہ نہیں۔۔۔"

"میرے پاس ان کا اور انتقام بھی ہے۔۔۔"

"اور وہ کیا؟"

منور علی خان نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور ایک عجیب چیز نکال۔

○☆○

"اگر بھی بات ہے۔"  
 اب اس کے داؤں پاؤں ٹھنڈے میں کس دیے گئے  
 "اس ری سے اس کے جنم کو بھی کس دد۔" اپکڑ کامران  
 لایا۔

اسے اس ری سے بھی کس دوا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے  
 قتل میں وہ پالکل سے بس ہو گیا۔

"اک اب ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں۔" اپکڑ جمیں بولے  
 "اے۔" ابطال نے بھرپور قفسہ لگایا۔

"لیا ہوا۔ آپ پر فہمی کا دورہ پڑ گیا کیا؟"  
 "ہاں! پڑ گیا۔ تم لوگ ہیڈ کوارٹر میں داخل کس طرح ہو

"کیوں؟ یہ کیا شکل ہے۔"

"اس کا راستا تم کس طرح معلوم کو گے۔"

"اس مینار کے ٹھنڈے کے بعد اب یہ کام ہمارے لئے شکل میں

"کو شش کر دیجو۔"

"سر ابطال۔ اک ہمیں ہیڈ کوارٹر کا راستا نہ ملا تو جانتے ہیں۔  
 اباکریں گے۔" پروفسر داؤن نے طربھرے لجھے میں کہا۔

"لیا کریں گے۔ ٹھنڈے کاٹ کھانے کو دوڑیں گے۔" لیکن اس کا

## میں تھا

"یہ یہ کیا ہے؟" ابطال کی آواز سنائی دی۔

"ہاتھیوں کو پکڑنے کی چیز۔ ہاتھی کا ہر بھی اس چیز میں پس  
 جاتا ہے تو وہ چڑھا نہیں پاتا۔ لیکن یہاں شکل ایک اور ہے۔ اس کو  
 کس چیز میں پھنسائیں گے۔ مغلب یہ کہ جگل میں تو ہم یہ ہم  
 درختوں سے لیتے ہیں۔"

"اس پاپ میں۔" اپکڑ جمیں بولے

"اور ہے کیا پاپ اس قدر مضبوط ہو سکتا ہے۔"

"آپ یہ ان کے پاؤں میں تو پھنسائیں۔ اور ہاں یہ کھولنا  
 میں لیں گے۔"

"خیں۔ یہ ان سے کھلے گا خیں۔"

انہوں نے ٹھنڈے ابطال کے ایک ہر میں کس دوا۔

"اگر دسرے ہیر میں بھی کس دوا جائے۔" اپکڑ جمیں بولے

"بھر تو یہ حرکت ہی خیں کر سکتی گے۔"

"تو کس دد۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔"

کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ تم لوگ مجھ سے ہینڈ کوارٹر کا راستہ معلوم نہیں کر سکو گے۔"

"ہمیں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہم اس پاپ کو توڑ دیں گے اور اس جگہ برف کا ڈبیر لگا دیں گے۔ نہیں معلوم تھا رے سانس دا اندر ہی دم گھٹ کر مر جائیں گے۔ ہمارا کنٹول کرنے کا اس کو کیوں کیا خیال ہے؟"

"نہ۔ نہیں۔ نہیں۔"

پہلی بار انہوں نے ابھال کی خوف میں ڈبی آواز سنی۔

"کیوں۔ ہو گئی تاشی گم۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ ابھال غربا۔

"اور ہمیں کون روکے گا۔"

"میں، تھامیں۔"

"تم میں تو ملتے جلتے کی سکت نہیں رہ گئی۔"

"تم سب لوگ پے وقوف ہو۔ عقل سے پیدل ہو۔ میں قائم لوگوں سے دل گلی کر رہا تھا۔۔۔ ورنہ جب رسی میرے جسم کے گرداب لے پکڑ کر زینہ گئے ہو۔۔۔ ہینڈ کوارٹر کو کس طرح تلاش کرو گے۔"

رہی تھی۔۔۔ میں اس سے اسی وقت نجات حاصل کر سکتا تھا۔۔۔ میں میں نے سوچا۔۔۔ کچھ دری ٹھیسیں بنتے ہوئے بھی دیکھ لوں۔۔۔ کیونکہ ان کے بعد تم اپنی زندگی میں کبھی بھی نہیں بنس سکو گے۔"

"کیا مطلب؟"

انہیں ایک جھٹکا سانگا۔ ان کا کام تو یہی تھا۔ اور وہ اس کا مل دیکھنے میں محو ہو گئے تھے۔ اس وقت تو وہ ان کے گھیرے میں نہ چل گئے توڑتے کے بعد انہیں ان کے قابو میں آتا۔ پھر اسے تلاش کرنے کا سلسلہ پیش آ جاتا۔

ان سب نے یہ دم اسے پکڑ لیا۔

"تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ لیکن اب کیا کرو گے؟۔۔۔ ابھال پڑا۔

"ایسا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"میرا مطلب ہے۔۔۔ اب ہینڈ کوارٹر کا کیا کرو گے۔۔۔ تم سب تو لے پکڑ کر زینہ گئے ہو۔۔۔ ہینڈ کوارٹر کو کس طرح تلاش کرو گے۔"

"بہت آسانی سے۔۔۔ پروفیسر داؤڈ بجیب انداز میں بولے۔

"ایسا مطلب؟"

"جیسی۔۔۔ تم نے اسے اچھی طرح اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

"یہ لوب۔۔۔ اپنی ری اور اپنے قلبے کا انجام دیکھو۔۔۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی منور علی خان کی ری نوٹے کی آواز سنائی۔۔۔ اور رسی کے ٹکوئے برف پر بکھر گئے۔

"اب اس قلبے کی باری ہے۔۔۔"

"انپکھ جیشید۔۔۔ اس سے پہلے کہ یہ قلبے کو توڑ دا لے۔۔۔ اسے پروفیسر داؤڈ چلائے۔۔۔"

”بھت موت کے عیالی ہے یہ۔ لیکن وقت کے ساتھ ساقچہ  
کی اسلام کا نام لینا بھول جائیں گے اور میساہیت اختیار کر لیں گے۔“  
”پو فیر صاحب۔ آپ اپنا کام کریں۔ اسے ہم دیکھ لیں  
گے۔“

”پھر میں نور لگا رہا ہوں۔“۔ ابھال بولا۔  
”لگا۔ خوب نور لگا۔“۔

ابھال نے ان کی گفت سے چھوٹے کے لئے نور لگا شروع  
کیا۔ پرانے جانے کیا ہوا، محمود کے حلق سے ایک دل دوز چیز ٹھل۔  
”لگا ہوا محمود۔“

ان کی آنکھیں خوف سے بھیل گئیں۔ محمود کی کلائی سے خون  
ڈکھا تھا۔

”اس نے دانتوں سے میری کلائی چیڑی ہے۔“  
”اوی!“ ان سب کے مذہ سے لگا۔

پو فیر سے کہو۔ والپس آجائے۔ ورنہ میں تم سب کو چا  
لیا۔“

”او پھر بھی والپس نہیں آئیں گے۔“۔ ایک جیش نے سرو اور  
ان آوازیں کہا۔

”اوہلا۔“

او پھر فاروق کی چیخ گونج اٹھی۔ اس کی پنڈلی سے خون بہتا نظر

”ہاں! آپ غفرنہ کریں۔ چھوٹے میں مجھ بھونے کی وجہ سے  
اب اس میں وہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ یہ ہم سب کو اچھا لے۔“  
”غیریک ہے۔ میرا بھی کسی خیال تھا۔ تم اسے پکھے رہو۔  
میں اس پاپ کا سوراخ بند کرتا ہوں۔ کم از کم ہیز کو راثر میں موجود  
سانس دان تو مارے جائیں۔ پھر ہم دیکھیں کہ ابھال آہان سے  
پچھوں کی پارش کس طرح بر سو آتا ہے۔“

”کیا۔۔۔ نہیں۔۔۔ ابھال اس قدر نور سے چلا گا کہ وہ لڑائی  
یہی ہو گا مسٹر ابھال۔۔۔ اس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔“

”جیشید۔۔۔ اسے چھوٹ نہ دیتا۔“

”آپ غفرنہ کریں۔۔۔ ہم سب نے اسے اچھی طرح جائز رکھا  
ہے۔۔۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔“

”شہزاد! جو پاپ کی طرف بڑھے۔۔۔ ابھال دھاڑا۔“

لیکن انہوں نے جیسے اس کے الفاظ نئے ہی نہیں۔۔۔ وہ ان  
پاپ کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔ بڑھتے ہی چلے گئے

”او میں رک نہیں سکتا۔۔۔ ورنہ۔“

”ورت کیا۔“

”ورت سب کو کچھ جہاں ہو جائے گا۔۔۔ اس قدر بہا منصوب خاک  
میں مل جائے گا۔۔۔ پوری دنیا کو عیالی بنانے کے خواب پر ہم نے نہ  
بیصد کامیابی حاصل کریں گے۔۔۔ صرف دس فتح لوگ رکھے ہیں۔۔۔“

آیا۔

”آپ اس کامنہ کیوں نہیں بند کر دیتے۔“ فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

”اب بھی کرنا ہو گا۔“

انپکڑ جشید نے اسے کمر کی طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ جب کہ انپکڑ کامران مرزا اس کا ایک بازو پکڑے ہوئے تھے۔ خان رحمن دوسرا بازو۔ اسی طرح اس کے جسم کے مختلف حصوں کو انہوں نے قابو میں کر رکھا تھا۔ اب انہوں نے اپنا ایک ہاتھ کر کرے سے ہٹلایا۔ اور یہ ان کا دیالا ہاتھ تھا۔ ان کے دائیں ہاتھ کی پڑی بہت فطریاں چیزیں۔ اس پڑی سے انہوں نے جیراں کا ہیرے کا خل قوز والا تھا۔ انہوں نے ہاتھ بند کیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے بولے۔

”اپنے ہاتھ وغیرہ اس کے سر سے ہٹائیں۔ میں اس کے سر وار کر رہا ہوں۔ اور یہ طتنے نہ پائے۔ ورنہ میرا ہاتھ کی اور کے لگ جائے گا۔“

”سب نے بچتے کے لئے خود کو ادھر اور کر لیا۔ ان کا ہاتھ بند ہوتا چلا گیا۔ اچھا انہوں نے پوری قوت سے ہاتھ اس کے سر دے مارا۔

ان کے سر سے ایک بھیاںک جمع نکل گئی۔ ابطال کو چھوڑ کر ایسیں ہیں۔ ان میں کوئی برف پر بیند گئے۔ انہیں یوں لگا تھا میسے ان کے ہاتھ کی پڑی نوٹ اگلے ہی ایسا نہیں ہوا۔ آپ کی مدد کو آئے۔ اور اگر کوئی آہنی جائے تو کیا

ہے۔ جب کہ ابطال کا کچھ بھی نہیں گذا تھا۔

اسی وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں کو فضا میں ادھر اور منظر لے دیکھا۔ یہاں تک کہ انپکڑ کامران مرزا بھی بہت دور جا کر اسے۔ باقی لوگ تو ان سے نہ جانے کس قدر دور جا گئے تھے۔

اور اس کے بعد ایک اور پات یہ ہوئی کہ منور علی خان کا ٹھیکنہ نکلتے گلے ہو گیا اور ان کے سامنے برف پر بکھر گیا۔ ”پروفیسر داؤڈ۔“ پاپ سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ میں تمہاری بہیاں ہیں کر رکھ دوں گا۔۔۔ پسلے اپنے ساتھیوں کا اتحاد اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

پروفیسر داؤڈ پسلے ہی انپکڑ جشید کی جیخ سن کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اب ان کی شی گرم ہو گئی۔ ابطال کسی بھی لمحے ان تک پہنچنے والا تھا۔ اور ابھی تک وہ اس پاپ کا کچھ بھی نہیں بیکار سکے تھے۔ اسی انسیں اتنا وقت تھی کہ ملا تھا۔

”بہت بن کر اپنے ساتھیوں کی طرف منت کر کے کھڑے ہو۔۔۔“

”میں آپ کے ہالکل سامنے بیٹھ گیا ہوں پروفیسر داؤڈ۔ اب آپ کیا کر سکتے گے۔ آپ سے زیادہ بے بس اس وقت پوری دنیا میں ایسی نہیں ہو گا۔ آپ کے ساتھی چپ ہو چکے ہیں۔۔۔ ان میں کوئی برف پر بیند گئے۔ انہیں یوں لگا تھا میسے ان کے ہاتھ کی پڑی نوٹ اگلے ہی ایسا نہیں ہوا۔ آپ کی مدد کو آئے۔ اور اگر کوئی آہنی جائے تو کیا

لماہبے گفت باقی تمام مذاہب فتح ہو جائیں گے۔ ہر طرف اسلام کا  
لماہبے گفت۔ آپ لوگ اس پر کیوں خور نہیں کرتے۔

"جیسیں خور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جیسیں تو بس ایک  
دشمن کی ہے۔ یہ کہ مسلمان ہمارے خلاف رہیں وہن  
لے لے رہاں ہر حالت میں ختم کر دتا ہے۔ اب ہم کمال تک ختم  
لے لے لہذا تم نے سب کو میسانی ہلانے کا منصوبہ تیار کیا۔ لگا کہ  
تو اسی ذبیحے پا نہیں۔"

"لیکن مسلمان اپنی مرمنی سے بھی انہیں ہے۔ پھر ان کی  
لے اسیں مجبوراً" میسانیت قبول کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مطلب  
کہ اسیل سے نہیں بنتے کیا کچھ؟"

"اللہ! کبھی گیا۔ تم اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکو۔

"اور میں کہتا ہوں تم ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکو گے۔"  
لئے باخوں کو آری کیا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔

"ایا معلوم ہو جائے گا۔"

"لگا کہ یہ میدان کس کے ہاتھ میں رہتا ہے۔"

"یہ میدان صرف اور صرف میرے ہاتھ میں رہے گا۔ آپ  
لماہبے کی حالت تو دیکھیں۔"

ہے۔ یہ سب تو میرے ایک ہاتھ کی مار ہیں۔"

پروفیسر داؤڈ نے حسوس کیا۔ اہلکال ان سے صرف ایک ہاتھ  
فک کے فائل پر موجود ہے۔ اگرچہ اس کی آواز اب بھی ہاردن  
طرف سے آتی حسوس ہوئی تھی۔

اہم اسیں انسپکٹر جیشید حرکت کرتے تھے آئے۔ وہ دب  
پاؤں اہلکال کی طرف بیٹھ رہے تھے کیونکہ اس وقت انسیں معلوم تھے  
اہلکال ان کے سامنے کھڑا ہے۔

"پہلے میری ایک بات سن لو مشر اہلکال۔" پروفیسر داؤڈ  
خوشنوار بھی میں کہا۔ وہ انسپکٹر جیشید کو مصلحت دینا پڑا ہے تھے۔  
"ضرور کھل شکر میں تو آپ کی دس بائیس سنے کے لئے  
تیار ہوں۔"

"بہت خوب۔ تو یہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام اللہ کا پندھا  
دین ہے۔ یہ آخری دین بھی ہے۔ کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آ  
گا۔"

"آن پاتوں کی میں کیا ضرورت؟"  
"یہ بات انکی ہے۔ جو ہم ایسے موقعوں پر کرنے کے متعلق  
ہیں۔"

"اچھا کئے۔ میں سن رہا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے نزدیک اسلام  
لماہبے کی حالت تو دیکھیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن تم ہمیں تمیں جانتے۔ ہم وہ ہیں۔  
جنہوں نے ہارنا نہیں سکھا۔ ہم جان تو دے سکتے ہیں۔ ہار کر  
سکتے۔ جان دینے میں بھی ہماری جیت ہے۔"

"شاید آپ پاگل ہو گئے ہیں۔"

"یہ تو وقت ہائے گا۔ پاگل میں ہوا ہوں یا تم۔ تم تو یہ تک  
نمیں جانتے کہ۔ وہ کہتے کہنے رک گئے  
کیا نہیں جانتا۔"

"یہ کہ تھا را آخری وقت آئے والا ہے۔"

"واہ یہ ایک اور کبھی۔ ابھال پساست۔ پھر بولا۔"

"میں اپنے دونوں ہاتھ آپ کی گروں کی طرف لا رہا ہوں۔  
آپ اس پارٹی کے سب سے زیادہ خطرناک فرد ہیں۔ آپ کو تم  
کرنے کے بعد ہم ہر خطرے سے فارغ ہو جائیں گے۔"

"میں اور سب سے خطرناک۔ کمال ہے۔ پروفیسر داؤڈ ہے۔  
ساتھ ہی ان کی نظر بچپے کی طرف ہی۔ اسکے جیش ان کے بال  
زندگی مبنی چکے تھے۔  
اور پھر انہوں نے ابھال کی کمر کو دونوں ہاتھوں میں بیکڑایا۔

ابھال کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا گا۔

○☆○

## برف پر خون

"اوہ۔ یہ کیا۔ اوه اچھا۔ جشید صاحب ہیں۔ میں بھی  
کوئی۔ مجھے اتنے زور کا جھٹکا کیون کا؟"  
"مسٹر ابھال! اب میں تمیں پروفیسر صاحب کا کا نہیں گھومنے  
چاہیا۔"

"کیا اس سے پہلے میں نے تم سب کو نہیں جھک دیتا۔ اگر  
میں تم سب کو جھک کر دور پھینک سکتا ہوں تو کیا صرف تمیں نہیں  
بیک سکتا۔"

"ضور کو شش کر دیکھیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ تم مجھے نہیں  
لکھ سکو گے۔"

"کیوں! اب کیا پات ہے۔"

"ہم لوگ دراصل ہاتھوں ہیوں کی نسبت عقل سے زیادہ کام  
بیجیں۔"

"کیا مطلب؟" ابھال زور سے چونکا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے جب۔ ہم سب نے تمیں جکڑا ہوا تھا

تو میں نے یہ بات صاف عحسوس کی تھی کہ جب تک تمہاری کفر قبیلہ  
میں بیوی۔ تم کچھ نہ کر سکتے۔ لیکن جونہی کمر پا چوٹی۔ تم نے ام  
لوگوں کو اچھال دیا۔"

"اوہ" انہوں نے ابھال کی حیرت زدہ آواز سنی۔

اس کی آواز کو سنتے ہی اسکل جشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اسکل کامران مرزا اور ہلق ساتھی فوراً آئیں۔ اب میں ابھال کو چاہوں میں کر لیا ہے۔۔۔ یہی کام کا وقت ہے۔۔۔ ہمیں ہینڈ کوارڈ کا دروازہ ٹلاش کرنے کی صورت نہیں۔۔۔ دروازہ سائنس و ان خود کھول دیں گے۔"

"کیا مطلب جشید۔ خود کھول دیں گے؟" پروفیسر داؤڈ نے  
حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل۔ میں ابھی ہتا ہوں۔"

"سب ان کے آس پاس جمع ہو گئے۔"

"مجھے مدد کے لئے منور علی خان اور خان رحمان دے دیں۔  
اب ہم تین آدمی مل کر ابھال کو چاہوں میں کر سکتے ہیں۔۔۔ منور علی خان  
اپنی آنکھے والی رہی اس کی ٹانگوں کے گرد کس دیں اور پھر ٹانگیں پکڑ  
کر بینہ جائیں۔۔۔ خان رحمان اس کے دونوں ہاتھوں کو مصبوغی سے پکڑ  
لیں۔۔۔ پھر اس کے بعد یہ حضرت مل جل بھی نہیں سکتیں گے۔۔۔ اس  
لئے کہ میں کرنیں چھوڑوں گا۔"

انہوں نے فوراً ایسا ہی کیا۔  
"مسٹر ابھال۔ اب ذرا خود کو چھڑا کر اور ہمیں جھک کر  
لے۔۔۔"

"اسکل جشید۔۔۔ تم بہت محفل مند ہو۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ ابھال  
لان کی تعریف کی۔

"مگر یہ۔۔۔ لیکن ہم ابھی اپنی محفل کے چند اور نمونے آپ کو  
خانہ میں کے۔۔۔"

"لیا مطلب؟" وہ پوچھ لے۔  
"ہینڈ کوارڈ کا دروازہ ہم ٹلاش نہیں کریں گے۔ آپ کے  
ہاتھ و ان خود کھولیں گے۔"

"آخر کیسے؟" اس نے بھٹک کر کہا۔

"ابھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ بولو گے۔۔۔ یہ کہ کرو، اپنے  
خانہ سے مخاطب ہوئے۔

"اس پاشپ کے سوراخوں پر شیپ چپکا دو۔"

"کیا!!!" ابھال دھماڑا۔

"کیوں۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔ اس نے چلاتے ہوئے

"اور ہمیں ایسا کرنے سے کون روکے گا؟"

"او کے آپ گھرنہ کریں..... ہم پوری طرح تیار ہیں"۔  
اور پھر برف کے فرش میں ایک دروازہ عمودار ہوا..... اور اس  
خاتے بوكھلائے ہوئے لوگ باہر نکلے گئے..... باہر نکلتے ہی ان میں سے  
ایک نے کہا۔

"مسٹر انقلال۔ آپ کہاں ہیں۔ اندر آسکیجن کی آمد و رفت  
ہوئی ہے۔"

"سب ادھر ادھر لیتے ہوئے تھے۔ تاکہ فوراً نظر نہ آسکیں۔  
انہی سب لوگ باہر نکلے، وہ ان پر نوت پڑے۔ وہ سامنہ دان

"اور باقی لوگ اب پاپ کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ ان کے  
پاس ڈیپ موجود تھی۔ لیکن پاپ بست اونچا تھا۔ آخر اصل

"بروفیسر صاحب۔ اب آپ کی باری ہے۔"

"لیکن جشید۔ یوں تم کب تک اسے پکڑے رہو گے۔ اس  
سروارخ بند کرنے کے قابل ہوئے۔ اور پھر پاپ کے سوراخ بند ہوئے۔

"اویرو پر منور علی خان کے آنکھ سے ضرب لگائی جا سکتی  
ہوئے۔ نیچے تک بند ہو گئے۔"

"ہم نے پورے پاپ کے سوراخ بند کر دیے۔ ایں الیں۔  
آصف نے پر جوش انداز میں کہا۔

"بہت خوب۔ اب نیچے موجود سامنہ دان دم گئے کہا۔ اسے گا تو چوتھہ ہم میں سے کسی کو لگ سکتی ہے۔ اور اس طرح  
تھان ہو سکتا ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو مسئلے کا حل نہیں ہے۔" پروفیسر بولے  
کہا۔ ہاں لیا یہ بھی نمیک ہے۔ اچھی بات ہے۔ محمود یہ کام تم کو

"میں اور صرف میں"۔ اس نے کہا۔  
اس نے خود کو چھڑانے کے لئے زور لگانا شروع کیا۔ لیکن  
اس سے نہ ہو سکا۔ ہاں اگر دہ کمر چھوڑ دیتے تو اور بات تھی۔

"جلدی جلدی پاپ کے سوراخ بند کر دیں۔ ایسا نہ ہو۔  
ہمارے بیاسوں کی گیس ختم ہو جائے۔" اسکے جشید بولے۔

"مجھے ڈر ہے اسکے جشید کہیں یہ خود کو چھڑانے لئے اکابر  
ہو گیا تو پھر اس پر قابو پانا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"کوئی پرواہ نہ کریں۔ اب یہ خود کو چھڑا نہیں سکے گا۔"

"اور باقی لوگ اب پاپ کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ ان کے  
پاس ڈیپ موجود تھی۔ لیکن پاپ بست اونچا تھا۔ آخر اصل

یہ ہے۔ بنانا پڑی۔ تب کہیں جا کر دہ اس کے اوپر والے سرے  
سوراخ بند کرنے کے قابل ہوئے۔ اور پھر پاپ کے سوراخ بند ہوئے۔

ہوئے۔ نیچے تک بند ہو گئے۔"

"ہم نے پورے پاپ کے سوراخ بند کر دیے۔ ایں الیں۔  
آصف نے پر جوش انداز میں کہا۔

"بہت خوب۔ اب نیچے موجود سامنہ دان دم گئے کہا۔ اسے گا تو چوتھہ ہم میں سے کسی کو لگ سکتی ہے۔ اور اس طرح  
تھان ہو سکتا ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو مسئلے کا حل نہیں ہے۔" ان سب کو گھر  
کرتا ہے اور انہیں کاری ضریب لگا کر بے ہوش کرتا ہے۔ اگر  
پروفیسر واؤد سکون سے اپنا کام کر سکیں۔"

ت نام کپڑے اتار دیتے جائیں۔" اپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر گئے۔

"جج... جی میں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں! اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔"

"لیکن... ہم اس کے سر پر ضرب کیوں لگائیں۔ اس طرح یہ جھوٹ موت بے ہوش ہو سکتا ہے اور ہمارے لئے عظیم ہیں کہ اس کے کپڑے اتار دیے جائیں۔"

بے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ نظر نہیں آتا۔ "اب قاتل کی آواز میں انہوں نے پہلی مرتبہ صاحب ایسا نہیں ہو سکا۔ کہ تم ہمیں نظر آنے لگو۔"

"نہیں! میں چاہوں تو بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"اچھی بات ہے۔ ہاں تو اب اجانتے میں کہ رعنی تھی کہ۔"

اور پھر اپکٹر کامران مرزا نے اس کے ناک اور منہ پر ہاتھ چکا پر ضرب لگانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیوں... اور کیا کریں۔"

"اس کا منہ اور ناک بند کر دیں۔ یہ بے ہوش ہو جائے گا۔" کر کی وجہ سے قابو میں تھا۔ اگر اس کی صرف کمرچھوڑ دی یا مر جائے گا۔ ہمارا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سر پر دو چار ضرب۔ اب بھی ان سب پر بھاری تھا۔ اور ان کے لئے مصیبت بھی لگا دیں گے۔ پھر بھی آپ اسے کمر سے پکڑے رہیے گا۔ اگر ان کو سکتا تھا۔

کسی خطرناک صورت حال سے ہمیں دوچار نہ ہونا پڑے۔"

"اچھی بات ہے۔ لیکن میں تو کھاتا ہوں۔ اس کے جسم یہ ہے۔ لڑکے خود کو چھڑانے کے لئے بہت زور لگایا۔ ان سب کو بھی

خول کیوں نہ اتار دیں۔ سردی خود اس کا مزاج پوچھ لے گی۔" شکر اذرا سے قابو میں رکھنے کے لئے لگانا پڑا۔

اپکٹر کامران مرزا کو تو اس کے منہ اور ناک پر ہاتھ جملے نے تجویز پیش کی۔

"بہت خوب۔ یہ ترکیب زیادہ اچھی ہے۔ اسی کے جنم کے سطے میں دانتوں نہیں آگیا۔ اور آخوند کار اس کا جسم ڈھیلا

پڑنے لگا۔ پھر وہ بالکل بے جان ہو گیا۔

"ہو سکتا ہے۔ یہ کمر کر رہا ہو۔"

"ہم اسے موت کے گھاٹت ہی کیوں نہ انار دیں۔ اس ہے۔" بالکل کو رسیوں سے ہاتھ دیا گیا۔ اور پھر وہ ٹیجے اترے۔ اور خوفناک خطرے کو زندہ کیوں چھوڑ دیں۔

اسیں ایک بہت بڑا ہال نظر آیا۔ یہ ہال لکڑی کے تھوڑے سے تیار ہوا ہے، ہم اس بہت سے اہم راز معلوم کر سکیں۔ اسکا ایسا تھا۔ اور اس میں کئے آلات کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے۔

اپنے ہدایتی ایک تجربہ گاہ تھی۔ اور اس تجربہ گاہ کو جب غور سے دیکھا جشید ہو لے۔ "ہاں بالکل۔ اسے مارنا نہیں ہے۔ یہ زندہ حالت میں ہاں۔ اس کا نقش بالکل ہونگ کے کمرے والے ماڈل جیسا تھا۔ یہاں لے زیادہ کار آمد مثبت ہو گا۔"

"میلے تھیک ہے۔ ہم اس کے کپڑے انار دیتے ہیں۔" "اب آئے گا مزا۔ یہاں گیس بھی موجود ہے۔ اگر ہمارے اس کے کپڑے بھی انسیں نظر نہیں آئے تھے۔ اگر کپڑے نہ ہیں کیس ختم ہونے لگی تو ہم مزید گیس بھر لیں گے۔ اب ہمیں آئے تو ایک طرح وہ خود بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ اب محور کے ہائل ہیں امینان سے کام کرنا ہو گا۔ لہذا پسلے تمام سائنس و انوں کو بے مد سے اس کے کپڑے چاک کیے گئے۔ جو نئی لباس اس کے جنمت لارہ ہو گا۔ ان کے جسموں پر موجود لباسوں سے ہوا بالکل وی جائے الگ ہوا۔ وہ نظر آئے لگا۔ یہ لباس بالکل ان کے لباسوں میں ایسا خیال ہے۔"

تھا۔ گویا انہوں نے بھی بالکل وی طریقہ اختیار کیا تھا۔ جوان لوگوں "اس طرح تو یہ سب لوگ مر جائیں گے۔" تھوڑا کیا ہوا۔ ان لوگوں نے بھی تو آبادیاں کی آبادیاں پھوٹوں لے کر رکھا تھا۔

"اب یہاں کا درجہ حرارت اسے بالکل سرد کر دے گا۔ اور یہ بیچے دادی ہیں۔"

حرکت کرنے کے قابل نہیں رہ جائے گا۔ لہذا پروفسر صاحب۔ اب "ہاں تھیک ہے۔ یہ سزا کے حق دار ہیں۔"

آپ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔" اور پھر اور پر آ کر انہوں نے سائنس و انوں کے لباسوں سے گیس

"لیکن جانے سے پہلے اسے ایک بار پھر رسیوں سے ضرر باندھ لال رہی۔"

"اچھا"۔ وہ بولے اور ایک اور ٹھن دیبا تو جھوٹے سج کے

انہیں یہاں رونکنے والے کوئی نہیں تھا۔ یہاں کھانے پینے کی ہرچیز

"اگر میں چاہوں تو اس شہر پر پھر ہوں کی بارش شروع ہو

لیکن اگر تم میں کوئی ایک بھی مسلمان ہوا تو پھر ہوں کی بارش شروع ہو

میں گئے۔ لہذا اگر کسی میں جرات ہو تو اعلان کرے۔"

"میں مسلمان ہوں۔ مسلمان رہوں گا، مسلمان ہوں گا۔"

لیکن ایک نے چلا کر کھا۔

"کیا ہم یہاں سے اپنے ملک سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟"

"پوری دنیا کے کسی بھی ملک سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ بلیں۔ پھر ہوں کی موت مرنا قبول ہے۔"

"اچھا۔ سارا بھج ان کے پاس سے ہٹ جائے۔ پھر ہوں کی

جانشی میں صرف ان کے سروں پر ہو گی۔" لفٹی سج نے بلند آواز سے کہا۔

بھج کالئی کی طرح چھٹنے لگا۔ یہاں تک کہ اس جگہ پندرہ میں

انہوں نے ایک ٹھن دیا۔ ایک سکرین روشن ہو گئی اور ان

پر لمحہ آنے لگیں۔ پھر شہر نظر آنے لگا۔ جلد ہی انہیں جھوٹا کہا

لے اور دیکھو۔ پھر موجود ہیں یا نہیں۔"

"ہاں! موجود ہیں۔" انہوں نے اور دیکھا۔

"یہ بارش کی صورت میں تم پر آگریں کے۔"

"کوئی پرواہ نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ لوگوں اب لکھا رہو۔"

اب وہ پورے اٹھینا سے تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ اب

انہیں یہاں رونکنے والے کوئی نہیں تھا۔ یہاں کھانے پینے کی ہرچیز

ٹھاک تھا۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

اب پروفیسر داؤڈ کا کام شروع ہوا۔ تمام آلات کو سمجھ کی

ضرورت تھی۔ انہیں ان آلات کو سمجھنے میں کمی تھے لیکن اب

کہیں جا کر ان کی آواز سنائی دی۔

"اب تم کو جوشید کیا چاہتے ہو۔"

"کیا ہم یہاں سے اپنے ملک سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟"

"پوری دنیا کے کسی بھی ملک سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ بلیں۔

جمال جہاں میٹ موجو ہیں۔"

"اور اس وقت وہ جھوٹا سج کہاں ہے۔"

"میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

انہوں نے ایک ٹھن دیا۔ ایک سکرین روشن ہو گئی اور ان

پر لمحہ آنے لگیں۔ پھر شہر نظر آنے لگا۔ جلد ہی انہیں جھوٹا کہا

لے اور دیکھو۔ پھر موجود ہیں یا نہیں۔"

"یہ کون سا شہر ہے۔ یا کس ملک کا شہر ہے۔"

"مسلمانوں کا ایک شہر ہے۔ اس جگہ کے لوگوں کو سمجھ اپنے

کمالات دکھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔" پروفیسر بولے۔

"ہم جاننا چاہتے ہیں۔ یہ ان سے کیا کہ رہا ہے۔"

اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

”اب کیا کہتے ہو جشید؟“

”پھر ان کی بارش ان لوگوں پر ہو جائے۔ جنہوں نے بیانیت  
قبول کی ہے۔“ وہ بولے

”لیکن ان میں سے اکثر نے موت کے خوف سے ایسا کہا ہے۔  
اندر سے وہ مسلمان ہی ہیں۔“ اسکے کامران مرزا بولے

”ہاں! یہ بھی نہیں ہے۔ خیر بارش روک دی جائے۔“

”او کے۔۔۔ اب پھر اپنی جگہ سے ٹھیں گے بھی نہیں۔۔۔  
ذکھو۔۔۔ یہ نہ ہے اور یہ ست ہے۔۔۔ اگر میں اس بٹن کو یہاں سے  
سیدھا نیچے کی طرف کر دوں تو ان پر پھر ان کی بارش شروع ہو جائے  
گی۔۔۔ اور اگر زرا اپر روک دوں تو پھر ان کے سروں تک آکر رک  
جائیں گے۔“

”اوہ۔۔۔ اوہ!!“ ان کے منہ سے لگلا۔

اونہ جعلی سچ بار بار انگلی سے اشارہ کر رہا تھا۔ اب اس کے  
چہرے پر پیمنہ نظر آئے لگا تھا۔

”کیا ہم یہاں سے اس میدان کے لوگوں یا رائل کو اپنی آواز  
سکتے ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ بات صرف ڈائسٹریکٹ کے ذریعے ہو سکتی ہے۔۔۔ بدل  
جو سیٹ موجود ہیں۔۔۔ ان سینہوں کے مطابق اگر وہاں سیٹ موجود ہیں تو“

ان تک پیغام پہنچلنا جا سکتا ہے۔“

”تب پھر رائل کے پاس بھی تو سیٹ ہو گا۔۔۔ اپنی ناکامی کو دیکھ کر  
”تو ہم سے رابطہ کرنے والا ہو گا۔“

”ہاں! پاکل۔۔۔ میں اس سے بات بھی کروں گا۔۔۔ کیونکہ بات  
رائل کی آواز میں کرنا ہو گی۔“

”میں اسی وقت ایک سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔۔۔ اسکے جشید  
کی طرف بیٹھ گئے۔“

”میلو باس۔“ رائل کی سرگوشی سنائی وی۔

”ہاں! میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ گلات میں کچھ گزیدہ ہے۔۔۔ تم ان  
الس سے کہ دو۔۔۔ کہ فی الحال عذاب روک دیا کیا ہے۔۔۔ تم لوگوں کو  
ہپتے کی صلت دی جاتی ہے۔۔۔ پھر تم فوراً پاک لینڈ پہنچو۔“

”پاک لینڈ۔۔۔ وہاں کیوں ہاں۔۔۔ وہاں کے معاملات تو پاکل  
بٹھ ہیں۔“

”کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی ہے۔۔۔ وہ پھر ان کی بارش کا  
طلباً کر رہے ہیں۔۔۔ کہہ رہے ہیں۔۔۔ اگر یہ حق ہے تو ایک بار پھر  
بریش کر کے دکھاؤ۔“

”او کے ہاں! میں فوراً وہاں پہنچتا ہوں۔۔۔ لیکن یہاں کے لوگوں  
ڈالیا بننے گا؟“

”یہاں بعد میں دیکھ لیں گے۔۔۔ یہ لوگ کہاں بھاگے جا رہے

ہیں.... تم جانتے ہی ہو۔ وہ ملک انپکٹر جیشید اور انپکٹر کامران مرزا کا  
ہے.... اور سب سے زیادہ خطرو وہاں ہے۔" اور انہوں نے سیٹ بند کر دیا۔

"میرا خیال ہے۔ اسے ذرا بھی لٹک نہیں گزرا۔"

"ہزار بھی جائے تو بھی وہ کیا کرے گا۔ پتوں کی ہارش قاب  
ہمارے کنٹول میں ہے۔ اس کا سب سے بڑا حربہ۔" انپکٹر کامران  
مرزا بولے۔

"ہاں کامران مرزا۔ ان لوگوں نے دراصل شاب ٹائیں اور  
اپنے کنٹول میں کر لیا ہے۔ وہ بھی اس تجربہ گاہ کے ذریعے۔ اب ہم  
اس تجربہ گاہ کو چاہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ تم غفرانہ کرو۔"  
"میرا خیال ہے۔ رائل کل تک ہمارے ملک میں بچتے  
کا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمارے ملک پر اس وقت سب سے بڑے پادری  
کی حکومت ہے۔ اس سے رابطہ قائم کریں۔ میں اس سے یہ بات  
کروں گا۔"

"اچھا۔ پونسرو داؤد بولے اور پاک لینڈ والے ہے کی طرف  
چلے گئے۔ چند ہن دبانے کے بعد جلد ہی آواز ستائی دی۔

"لیں سب۔ میں راجہ گوپال بات کر رہا ہوں۔"

"کل ہمارے پاس تھیں اور ہیں۔ اعلان کرائیں۔"

وارا حکومت کے سب سے بڑے میدان میں لوگ پہنچ جائیں۔۔۔ وہاں  
نام اعلان کریں گے۔"

"بہت خوب سر۔" اس نے جواب دیا اور سیٹ بند کر دیا۔

"اب ہمیں کل تک انتظار کرنا ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب ہمیں جلدی کیا ہے۔ ہمارا کی گرم  
خانیں آرام اور سکون محسوس ہو رہا ہے۔ دیے ہمیں اور جاگر ان  
ب کو ایک نظر دیکھ آنا چاہیے۔"

اس تجربہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہوا کی آمد و رفت والی  
لپ پر سے نیپ اتمار دی گئی تھی۔۔۔ درستہ نیچے رہتا ان کے لیے نامنک  
نہیں۔

اب وہ پھر اپر پہنچے۔ تمام سائنس دانوں کے جسم بالکل سن ہو  
پکتے اور ان میں زندگی کے آثار کم تھے۔ ابطال بھی جوں کا توں  
لا تھا۔ اس کا جسم بھی سرد تھا۔۔۔ لیکن اس کے دل کی دھڑکن تھا تھی  
تھی کہ ابھی زندہ ہے۔

"اب اس کا کیا کریں؟" فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"لیکن اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔"

"یہ اب بھی ہمارے لیے خوفناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا کریں۔ ہم  
سے مار ڈالنا بھی نہیں چاہتے۔ تاکہ اس سے راز معلوم کیے جا

اب وہ اسے اخخار کرنے نیچے لے آئے۔ دیوارہ بند کر دیا گیا۔ باقی  
سائش داں اور پر ہن رہ گئے۔ حرارت مٹے پر ابھال کا جسم گرم ہونے  
اے۔ لیکن اتنا گرم نہ ہو سکا جتنا ایک عام آدمی کا ہوتا ہے۔ اس کے  
کہ خون لکل چکا تھا۔

"سر ابھال۔ کیا آپ ہوش میں ہیں؟"

"میرے میں کہاں ہوں؟"

"آپ۔ اپنی جگہ گاہ میں؟"

"اوہ۔ تو تم لوگ ابھی تک بیس ہو۔ تم نے اب تک اس کو  
بلا نہیں کیا۔"

"جگہ کرنے سے پہلے ہم کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔" اسکلز جشید  
اس سے۔

"اے۔ یہ کیا؟" ابھال کے لمحے میں حیرت تھی۔  
بکھریا ہوا؟"

"میں۔ میں حدود رجہ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"اچھا۔ کمال ہے۔ آپ تو بہت طاقتور ہیں۔"

"لیکن اب ایسا میں محسوس ہو رہا ہے۔۔۔ جیسے میں ہاتھ پر بھی  
ہلانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔۔۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا  
ہے۔"

"میں بس۔۔۔ کرنا کرنا کیا تھا۔۔۔ آپ کا تھوڑا سا خون لے لیا

سکیں۔ اور زندہ رکھنے کی صورت میں یہ خطرناک ثابت ہو سکا ہے۔  
فرزاد، فرحت کچھ تم ہی جاؤ۔"

"اس کا آسان ترین حل یہ ہے کہ اس کے جسم میں سے خون  
کی کافی مقدار خارج کر دی جائے۔۔۔ اس صورت میں یہ بہت کمزور ہو  
جائے گا۔۔۔ اور ہمارے لئے خطرناک نہیں رہ جائے گا۔۔۔ ہاں زندہ ضرور  
رہے گا۔۔۔ اسی حالت میں ہم اسے یہاں سے لے جائیں گے۔" فرزاد  
بولی۔

"ترکیب بہت خوب ہے۔" اسکلز کامران مرزا نے خوش ہو کر  
کہا۔

"محمود اپنا چاقو نکالو۔۔۔ اس کی کلائی پر سے خون نکالنا ہو گا۔"  
محمود نے چاقو انسیں دے دیا۔۔۔ انہوں نے مٹل کر ابھال کی  
کلائی پکڑی اور پھر چاقو چلا دیا۔۔۔ لیکن اس طرح کہ زخم زدہ گمراہ  
نظر آ رہا تھا۔

جلد ہی انہوں نے برف پر خون ہی خون بستے دیکھا۔۔۔ اس کے  
جسم سے الگ ہوتے ہی۔۔۔ اس کا خون انسیں نظر آئے لگا تھا۔۔۔ مجیب  
بات تھی۔۔۔ وہ ابھال کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔۔۔ لیکن ابھال کا خون انسیں  
نظر آ رہا تھا۔

چار بولیں کے قریب خون جب بھیا تو انہوں نے اس کے زخم  
پر پیپ چپکا دی۔۔۔ خون بستا بند ہو گیا۔

ہے۔ آتاب نے کہا۔

"کیا!!! وہ چلا اٹھا۔ اس کے لیجے میں بے پناہ خوف تھا۔  
کیوں.... کیا ہوا.... اس میں اس قدر خوف زد ہوتے کیا  
ضرورت ہے.... لوگ اپنا خون دوسروں کو بھی تو دے دیتے ہیں۔"

"تم لوگ نہیں جانتے۔ میری اصلی طاقت میرے خون کی وجہ  
سے تھی۔ میرے جسم میں خون بہت زیادہ تدرست تم کا تھا۔ اور  
تم لوگوں نے وہی نکال دیا۔ اب تو مجھے زیادہ طاقتور ہونے میں ایک  
عرصہ لگ جائے گا۔"

"کیا مج کر رہے ہیں مسٹر ایٹھا؟"

"کیوں.... میں جھوٹ کیوں بولوں گا؟"

"ویسے تمہارا خون ابھی محفوظ ہے.... برف پر۔"

"اس کو بولکوں میں بھر لیں۔ میرے جسم میں سرخ کے ذریعے  
داخل کرو گا۔"

"فوس! ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ تم ایک  
خطراں کا ترین دشمن ہو اور ہم پوری دنیا کے اسلام کے لئے کوئی خطرہ  
نہیں مول لیں گے۔"

"تن۔ نہیں۔ نہیں۔"

اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ایٹھا پر پوری طرح تاہو پا کیے  
ہیں۔ دوسرے دن انہیں سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ اس سے پہلے

اہوں نے ایٹھا کے ہوتوں پر ثیپ چپکا دی۔ ورنہ اس کی آواز کام  
لاب کر سکتی تھی۔ رائل کی آواز سن کر وہ منہ سے آواز نکال کر  
کہا۔

"سریں میں یہاں چکنچ کیا ہوں۔"

"نمیک ہے۔ سب سے بڑے میدان میں لوگ جمع ہو رہے  
ہیں۔ کیا... تم وہاں چکنچ جاؤ۔"

"لیکن وہاں جا کر مجھے کہنا کیا ہے؟"

"اس وقت تک کی کامیابیوں کی رپورٹ ان لوگوں کو سناؤ۔  
اے کھو۔ کہ جو لوگ اب تک جھوٹ موت عیسائی بننے ہوئے  
ہیں۔ آج ان کے حاب کتاب کا دن ہے۔ آج صرف ان لوگوں پر  
ہمارے سیں گے۔ جو جھوٹے ہوں گے۔"

"اوکے سرے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بھرے مجھ میں پھر  
مرد ان لوگوں پر بر سیں۔ جو جھوٹ موت کے عیسائی بننے ہوئے  
ہیں۔"

"یہ تمہارا کام نہیں۔ ہمارا ہے۔"

"اوکے سرے میں وہاں جا رہا ہوں۔ آگے آپ جانیں، آپ  
اکام چائے۔"

"بہت خوب!"۔ وہ بولے اور سیٹ بند کر دیا۔

اب انہوں نے ایٹھا کے منہ پر سے ثیپ اتاری تو وہ مارے

حضرت کے بولنا۔

”یہاں میری آواز میں کون بات کر رہا تھا۔“

”یہ میں تھا۔ اسکے جیشید بولے۔

”اف مالک۔ یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو۔“

”جو جال تم نے بچھایا تھا۔ اس کا جواب دے رہے ہیں۔“

”جال کا جواب۔ بھی واد۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“

”فاروق خوش ہو کر بولا۔

”حد ہو گئی۔ ان حضرت کو ایسے میں ناولوں کے ہم سوچ دیں۔“

”لہجہ پر خوف دوڑ گیا۔

”رائل! اوپر دیکھو۔ پھر تے کھڑے ہیں۔“

رائل نے اوپر دیکھا اور پھر ان کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اور

شیپ چپکا دی گئی اور پھر سیٹ آن کیا گیا۔

”سر میں سچ کے پاس عکھنے والا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ فخر نہ کر۔ ہمارے آلات بالکل نیک ہیں۔ وہ دیکھو۔ پھر پیچے آ رہے ہیں۔ اب تم لوگ بھاگ بھی

یہاں صرف اور صرف جھوٹوں پر پھر ان کو بارش ہو گی۔“

”شکریہ سر۔“

سکرین آن کر دی گئی۔ رائل اپنیں نظر آنے لگا۔ وہ بیکار طرف پڑھ رہا تھا۔ آخر سینچ پر چڑھ گیا۔ میدان لوگوں سے براہ راست

”چچے دل سے کھو۔“ ورنہ یہ پھر ان کی بارش رکے گی نہیں۔“

”تم ہوتے۔ ہم سب ہوتے۔“ لوگوں نے پھر گول مول انداز اس نے کہا۔

”لوگوں میں حصیں خبردار کرتا ہوں۔“ اب تک جو لوگ جھوٹ  
ان کے بھائی بننے ہوئے ہیں۔ وہ سچ سچ کے بھائی ہوئے کا اعلان  
ہوئے۔ ورنہ آج عجیب ترین واقعہ ہو گا۔ یہاں جو لوگ جھوٹ  
ان کے بھائی بننے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی بارش صرف ان پر ہو  
ہو۔ صرف اور صرف ان پر۔ کسی بھائی کے سر پر ایک پتھر بھی  
لگا۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان

لہجہ پر خوف دوڑ گیا۔

”رائل! اوپر دیکھو۔ پھر تے کھڑے ہیں۔“

رائل نے اوپر دیکھا اور پھر ان کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اور

شیپ چپکا دی گئی اور پھر سیٹ آن کیا گیا۔

”سر میں سچ کے پاس عکھنے والا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ فخر نہ کر۔ ہمارے آلات بالکل نیک ہیں۔ وہ دیکھو۔ پھر پیچے آ رہے ہیں۔ اب تم لوگ بھاگ بھی

یہاں صرف اور صرف جھوٹوں پر پھر ان کی بارش ہو گی۔“

”شکریہ سر۔“

لوگ شور چانے لگے

”ہاں ہاں۔ ہم ہوتے ہیں۔ ہم ہوتے ہیں۔“

”چچے دل سے کھو۔“ ورنہ یہ پھر ان کی بارش رکے گی نہیں۔“

”تم ہوتے۔ ہم سب ہوتے۔“ لوگوں نے پھر گول مول انداز

میں کمال۔

”لیکن پھر مجھے آتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ پھر وہ کامیاب نہ ہے اس طرح نہیں مانتے گا۔“  
سانظر آتے لگا۔ لوگوں کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔ لیکن ہم اس ان الفاظ کے ساتھ ہی پھر اور مجھے ہو گیا۔ رائل اور اس کے اھانکے پھر رک گئے۔ اور ایک بڑا پھر سچ کی طرف جو کی میں ابھی تو فوت میں نہ گئے۔ پھر رائل چلا اخراج آئے لگا۔

”ستو لوگوں میں کوئی صحیح وعج نہیں ہوں۔ میں تو ایک عام رائل اور سچ پر موجود اس کے ساتھی۔ جن میں پادری بھی نہ ہے۔ اور میرا نام رائل ہے۔ اور میرے پاس کا نام ابھال جو اس وقت ملک کا حکمران تھا۔ وہ دوست نہ ہے،“  
”سر۔۔۔ پاس۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ یہ پھر تو میں سچ پر آ رہا ہے۔ اس شاید کا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت وہاں اسپکٹر جیشید اور اسپکٹر کامران مرزا کا سچ بدلتے۔۔۔ یہ آپ کے ساتھیں دان کیا کر رہے ہیں۔۔۔ کل الیکٹریشن کا پیغام ایک دن پہنچے ہیں اور ان لوگوں نے ابھال کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔۔۔ میں میرے اعلان کے مطابق بارش نہیں ہوئی تھی پھر وہ کی۔“

”ہاں رائل۔ اب تمہارا روز حساب آ چکا ہے۔ اعلان کر کہ تم نقیٰ سچ ہے۔ جھوٹے سچ ہو۔ اور تم اصل میں رائل ہیں۔“ ان لوگوں سے کوئی غصہ۔۔۔ اور ملک کے صدر اگر یہاں ہیں تو اس سچ پر جلوائی۔۔۔ میرا نام لے کر۔۔۔ اسپکٹر جیشید بولے۔  
”غصہ لوگوں۔۔۔ اسپکٹر جیشید کہ رہے ہیں غصہ۔۔۔ یہاں اگر ملک کے صدر ہیں تو وہ سچ پر آ جائیں۔“

”میں یہاں موجود ہوں۔“۔۔۔ وہ کپکپاتی آواز میں بولے  
”رائل اپنا سیٹ اپنیں دے دو۔“  
رائل نے سیٹ اپنیں دے دیا۔  
”صاحب صدر آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے یہ خادم آخر اس

”سر! یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔“۔۔۔ رائل چلا اخراج۔۔۔ اسے یہ خیال نہیں رہ گیا کہ وہ بھرے بھج میں کھڑا ہے۔  
”پاس نہیں الو کے پہنچے۔۔۔ اسپکٹر جیشید۔۔۔ ابھال تو اس وقت ہمارے قدموں میں پڑا ہے۔۔۔ اور زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔۔۔“

"زندہ پا دے... زندہ پا دے۔"

اور پھر پروفیسر داؤ نے اشارجہ کے آسمان پر پھر لامکھڑے کیسے  
نہ چوں کو دیکھ کر پورا اشارجہ سم کیا۔ اس وقت تک اشارجہ کو  
ات کی اس زندگی کا علم ہو گیا تھا۔ پروفیسر داؤ نے  
لہجہ کے ساتھ یہ بیگال پر بھی پھر لامکھڑے کیسے۔  
لب پا لوگ یہی کاپڑ کیا۔ ہمارے لئے ہر چیز بھیں گے۔

تھیں تو کتنا ہوں اکل۔ بیگال پر پھر چوں کی بارش کر رہی دیں۔

"ایسا خیال ہے جمیل؟"

"اسلام تکوار کے زور پر خیں پھیلا۔ ورنہ ہم چاہیں تو اس  
نہ ہم بھی زبردستی ان سے کلہ پڑھوا سکتے ہیں۔ لیکن ایسے پڑھوانے  
لگے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اصلی کلہ وہ ہے۔ جو اسلام کے  
ہم سے متاثر ہو کر پڑھوا لیا جائے۔۔۔ خیں چے دل سے ایمان لایا  
ہے۔ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ یہ لوگ اسلام کی سچائی خود جان لیں  
اوہ رکھ لیں کہ ان کا کتنا بڑا منصوبہ کس طرح ٹھرم ہو گیا۔"

اور پھر اشارجہ ان کی تمام شرائط ماننے پر تیار ہو گیا۔ اور  
بڑا دلپشاں کام کر رہے تھے۔ جب ان کے لئے یہی کاپڑ دھان پہنچ  
اہم سب ان میں بینے گئے۔ پھر انہوں نے اوپر سے ہٹا دیے

سازش کا قیح قیح کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آپ رامل کا گزارہ  
کر لیں۔ کیونکہ ابھی ہمیں واپس اپنے دہن بھی پہنچنا ہے۔ یادی وظا  
کے اخبارات میں اعلان کر دیں۔ دنیا بھر میں اُنی ہر ساری دنیا کو  
نائیں کہ یہ اشارجہ کا منصوبہ تھا۔ ورنہ حضرت عیینی علیہ السلام تو  
جب دنیا میں آسمان سے تشریف لائیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی شریعت کے مطابق زندگی برکریں گے اور دنیا کو عدل سے بھر  
 دیں گے۔ اور اس وقت تو سب لوگ اسلام قبول کریں گے۔ نہ کہ  
 عیسائیت۔

"تم لگرنہ کو جمیل۔ تم لوگوں نے وہ کام کیا ہے۔ کہ  
بس۔ کیا جاؤں۔"

"پچھے ہتھے کی ضورت نہیں۔ اگر اس وقت ہم چاہیں تو  
پورے اشارجہ پر پھر چوں کی بارش کر دیں۔ آپ اس سے اپنی مردمی  
کی شرائط منا لیں اس وقت۔ اور وہ ہمارے لئے بھلی کاپڑ بھی  
بھیجے۔ ورنہ ہم اشارجہ کے آسمان پر پھر لامکھڑے رہے ہیں۔ وہ ان کو دیکھ  
 کر خود ہی سوچ لیں گے کہ کیا کرتا ہے۔"

"ٹھیک ہے جمیل۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"  
سکرین پر انہوں نے رامل کی گرفتاری کا مظہروں کھلا۔ اُو  
جو شد خوش سے فخرے گا رہے تھے۔

"اسلام!"

تھے کیونکہ اشارجہ کی پہلی اور آخری شرط یہ تھی کہ ان کے اور بیگانے آسمان سے پتھر مٹا دیے جائیں۔

اوہ ان لوگوں کو بیلی کا پڑپر بخایا گیا۔ اوہ اشارجہ کے ماہن اس ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑ پڑے۔

”خیروار! اوہ رہ جانا۔“ پروفیسر داؤڈ گرجے۔

”کیوں... کیوں نہ جائیں... اب ہم اپنے پلانٹ پر قبضہ کرے گے اور تم لوگوں کو کبھی تمہارے ملک نہیں جانے دیں گے۔ اس لئے کہ تم ہمارے مجرم ہو۔“

”بہت خوب۔ ہمیں اندازہ تھا کہ تم یہی کوئے۔“ اپکل جشید نہیں۔

”اندازہ تھا اور پھر بھی تم نے یہ بے وقوفی کی۔“

”بے وقوفی... کون سی بے وقوفی کی طرف اشارہ ہے تمہارا۔ ذرا ہم بھی تو نہیں۔“

”پلانٹ ہمارے حوالے کر کے جا رہے ہو۔ کیا تمہارے غیر میں ہمارے ملک میں بس دہی سائنس وان تھے۔ جنہیں تم نے اپکل جشید نے اپنی تقریر فتح کر دی۔ اور پھر وہ اسلامی ذالا۔“

”نہیں... اور بھی ہوں گے۔ لیکن ان کے پاس پروفیسر داؤڈ کی آدمیاں یقین سے ہاتھ ہلا بلہا کر ان کا استقبال کرتی رہیں اور وہ جواب نہیں ہے۔“ اپکل جشید نہیں۔

”کیا کہتا چاہتے ہو۔“

”یہ کہ پلانٹ کسے مددیک جانے والا ہر دشمن فتح ہو جائے گا۔“

”لیا مطلب؟“ وہ پلانٹے

”لیڈ کوارٹر میں آلات فٹ کر دیے گئے ہیں۔ ان کا ریموت کنٹرول کے ہاتھ میں ہے۔“

”اپنال کو ہم ساتھ لے جا رہے ہیں۔ اگر ہم پر حملہ کیا گیا تو

”کیوں... کیوں نہ جائیں... اب اس بات پر یقین نہیں تو اپنال کو پکار کر

”اے اب وہ کیوں تم سے رابط نہیں کر رہا۔ کہاں گیا تمہارا وہ

”اوہ لا سروں کو نظر نہیں آتا تھا۔“ اس کے باوجود اللہ کی عمرانی

”اے اسے ٹکست فاش دی ہے۔ آج کے بعد تم کوئی نقل مسح جشید نہیں۔“

”اندازہ تھا اور پھر بھی تم نے یہ بے وقوفی کی۔“

”بے وقوفی... کون سی بے وقوفی کی طرف اشارہ ہے تمہارا۔ ذرا ہم بھی تو نہیں۔“

”اپکل جشید نے اپنی تقریر فتح کر دی۔ اور پھر وہ اسلامی ذالا۔“

”لیکن ان کے پاس پروفیسر داؤڈ کی آدمیاں یقین سے ہاتھ ہلا بلہا کر ان کا استقبال کرتی رہیں اور وہ جواب نہیں ہے۔“ اپکل جشید نہیں۔

”کیا کہتا چاہتے ہو۔“

"ہاں جیسے بازار میں تو تک ان کے لئے تیار رکھی ہے نا۔" -  
"اس سمجھتے ہیں.... ہماری ای اور دوسرے لوگ بھی تو ہوں گے

"ہاں! صدر صاحب اُنہیں بھی لے آئے ہوں گے۔"

"ای سے ملے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ اف۔"

"لیکن اس میں اف کی کیا تک ہے۔" - رفتہ بولی۔

"ہر بات میں تک ہے کوئی تک۔"

"خیس۔ آج کا دن شاید ہے یہ بے عکی پائیں کرنے کے

"لے۔ لذا تمہیں سکھی چھپنی۔ یہی بھر کے کو دے آگی پائیں۔" - فاروق

نے شوخ آواز میں کہا۔

"لیکن حاتم طالی کی قبر لات بھی ماری تو کس وقت۔۔۔ جب کہ

جس اتنے میں اب چند منٹ لگیں گے۔"

"عن۔ خیس تو۔" - خان رحمان نے گھبرا کر اپنی لات کی طرف

نکھل۔

"کیا دیکھ رہے ہو بھی۔" - پروفیسر داؤڈ بولے۔

"اپنی لات کو دیکھ رہا ہوں۔۔۔ میں نے تو خیس مارا اسے حاتم

طالی کی قبر پر۔" - انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

اور وہ ہنسنے لگ۔

"اب آپ کے لئے ہم یہی کاپڑ میں حاتم طالی کی قبر کیسے

کی جھی تھیں کہ کیا پہلے کسی کے استقبال کے لئے تیار ہوں کی گئی ہوں  
گی۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا ملک ان کی طرف ٹوٹ پڑنے کے لئے بے  
چین ہے۔

"اُرے باپ رے۔ انسانوں کا یہ سلاب کہیں اُسیں بہاءہ لے  
جائے۔" - فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"لیکن اقبال کو ٹکست دے دی۔ اور اپنے لوگوں کے  
سلاب سے ڈر رہے ہیں۔" - آفتاب نے منہ بھایا۔

"ورتا ہے میرا جو تما۔"

"حد ہو گئی۔ اب جو تے بھی جو توں کی باشیں جائے گی۔" - فاروق  
فرزادہ بھتنا کر بولی۔

"لیکن تمہاری جو تی ٹو جلتی ہے۔" - فاروق نے آنکھیں نکھلیں۔

"حد ہو گئی۔" - آصف بولتا۔

"وہ مت تیرے کی۔" - محمود نے جھلا کر کہا۔

"نہ گئے ہم۔۔۔ ہم بے چارے ہیں کس مولیٰ کے کھیت۔" - کھنیں

نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"س کھیت کی مولیاں تو کہاں میں۔۔۔ مولیٰ کے کھیت کر دیں۔۔۔

ہے کوئی تک۔"

"ان حالات میں تک کہاں سے لا کسی۔۔۔ بازار میں تو یہ  
نہیں۔" - شوکی بولا۔

لائیں۔۔۔ شوکی بولا۔۔۔  
”من نہیں۔۔۔ بڑی بات ہے۔۔۔ قبر پر لات نہیں مارتے۔۔۔ خان  
رحمان گھبرا کر بولے۔۔۔

”آپ تو اس ملخ گھبرا رہے ہیں جیسے یہاں قبر موجود ہی تو  
ہے۔۔۔“

”بھی کیا قبر قبر لگا رکھی ہے۔۔۔ کوئی اور بات نہیں آتی تم لوگوں  
کو۔۔۔ منور علی خان نے بحث کر کہا۔۔۔  
”میں تو کہتا ہوں۔۔۔ استقبال سے بچتے کی تیاریاں کرو۔۔۔“  
”اوہ ہو۔۔۔ ایسے میں پروفیسر داؤڈ کے منزہ سے لکلا۔۔۔  
”کیا ہوا؟“ وہ بولے۔۔۔

”میں۔۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔ اور یہیل کا پڑیں کھانے کی کوئی  
چیز نہیں بیجی۔۔۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔۔۔  
”لیجھے ایک اور مسئلہ۔۔۔ اسکلہ جیشید بولے۔۔۔  
”جہاں ہم دہاں مسئلہ۔۔۔ جہاں مسئلہ دہاں ہم۔۔۔“  
”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا اور مسئللوں کا پھولی دامن کا ساتھ  
ہے۔۔۔“

”ارسٹنے میں یہ دلخترت تو رہی گئے۔۔۔“  
”وہ کون؟“ خان رحمان بولے۔۔۔  
”مرے سابق۔۔۔ اس میں کا سرا آفرینس کے سرہا۔۔۔“

”اپ رے۔۔۔ یہ تو بہت خوفناک سوال ہے۔۔۔“  
”تو اس کا جواب بھی انتہائی خوفناک ہو گا۔۔۔ لذائے سوال  
الائیں۔۔۔ نہ جواب سمجھیں۔۔۔ اس پار بے سرے ہی بھلے۔۔۔“  
”اے بھی۔۔۔ وہ دیکھو۔۔۔ ہزارہا سرے۔۔۔ تم تو ایک سرے کی  
بات کر رہے ہو۔۔۔“

انہوں نے نکھے دیکھا۔۔۔ یہیل کا ہزار اپ کافی نیچے آگئے تھے۔۔۔  
بلان کے لئے پھولوں کے ہار اور ان گھنٹ سرے لئے کھڑے  
تھے۔۔۔ اور اچھی اچھی کر پڑھو ش انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے۔۔۔ وہ  
لام زندہ ہاؤ کے فخرے لگا رہے تھے۔۔۔

○☆○